فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون
www.KitaboSunnat.com
فتاویٰ علمائے حدیث
کتاب الطہارۃ
ترتیب
www.KitaboSunnat.com
ابوالحسنات علی محمد سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ خانیوال
ناشر
مکتبہ سعیدیہ خانیوال (ملتان)

فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

فتاویٰ علمائے حدیث

کتاب الطہارۃ

ترتیب

ابو الحسنات علی محمد سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

ناشر

مکتبہ سعیدیہ خانیوال

مأخذ فتاویٰ علمائے حدیث

فتاویٰ نذیریہ قلمی
فتاویٰ نذیریہ مطبوعہ
فتاویٰ غزنویہ
فتاویٰ ثنائیہ
فتاویٰ ستاریہ
مجموعہ فتاویٰ نواب صدیق حسن خاں

فتاویٰ مولانا عبدالجبار عمرپوری
فتاویٰ الشیخ حسین عرب
فتاویٰ دلیل الطالب علی ارجح المطالب
فتاویٰ تنظیم اہلحدیث
فتاویٰ الاعتصام
فتاویٰ اہلحدیث سوہدرہ

فتاویٰ اہلحدیث دہلی
فتاویٰ ترجمان اہلحدیث دہلی
فتاویٰ گزٹ اہلحدیث دہلی
فتاویٰ محدث دہلی
فتاویٰ محدث لاہور
فتاویٰ قوانین فطرت

• صحیفہ اہلحدیث کراچی • فتاوےٰ عزیزیہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

نام کتاب ــــــــــ فتاویٰ علمائے حدیث کتاب الطہارۃ
نام مرتب ــــــــــ علی محمد سعیدی خانیوال
سرورق اور کتابت ــــــــــ فانی خوشنویس خانیوال
طباعت ــــــــــ اردو ڈائجسٹ پرنٹرز
تاریخ اشاعت ــــــــــ ماہ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ مارچ ۱۹۷۲ء
قیمت ــــــــــ چھ روپے
تعداد ــــــــــ ۱۱۰۰
ناشر ــــــــــ مکتبہ سعیدیہ خانیوال
ملنے کا پتہ ــــــــــ مکتبہ سعیدیہ خانیوال ضلع ملتان
(مغربی پاکستان)

فہرس

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
١	پیش لفظ	٦
٢	حافظ احسان الٰہی ظہیر کا تبصرہ	٨
٣	اخبار الاعتصام لاہور کا تبصرہ	٩
	باب المیاہ	١١
٤	کنویں میں کتا گر جائے تو پانی کا کیا حکم ہے۔	١١
٥	کوئی شخص کنویں میں مر جائے تو پانی کا کیا حکم ہے	١٤
٦	ناپاک گیند کنویں میں گر جائے تو از روئے کتب فقہ پانی کا کیا حکم ہے۔	١٨
٧	مستعمل جوتا کنویں میں گر جائے تو پانی کا کیا حکم ہے۔	١٩
٨	کوے کی بیٹ کنویں میں گر جائے تو پانی کا کیا حکم ہے۔	١٩
٩	کتے کا جوٹھا پاک ہے یا نہیں۔	٢١
١٠	ناپاک کنویں سے تمام پانی نکالنا مشکل ہو تو حنفی مذہب کے مطابق کیا حکم ہے۔	٢١
١١	کثیر پانی کی تعریف	٢٢
١٢	کنویں میں بلی۔ چوہا مر جائے تو پانی کا کیا حکم ہے۔	٢٣
١٣	گرم گھی، دودھ وغیرہ میں ناپاک چیز پڑ جائے تو کیا حکم ہے۔	٢٤
١٤	گنے کی رس سے بھرے ہوئے مٹکے میں کتا منہ ڈال دے۔ تو کیا حکم ہے۔	٢٤
١٥	جس بیلنا سے گنے کا رس نکالا جاتا ہے۔ اس کو کتا چاٹ جائے تو کیا حکم ہے؟	٢٤
١٦	کیا بلی کا جوٹھا کتے کیطرح ناپاک ہے یا نہیں۔	٢٦
١٧	بلی کا جوٹھا پاک ہے یا نہیں۔	٢٦
١٨	گائے اور اونٹ کا پیشاب پاک ہے یا نہیں	٢٧
١٩	جس چیز کا گوشت کھایا جائے اس کے پیشاب کا کیا حکم ہے	٢٧
٢٠	حلال جانور کا گوبر اور پیشاب کپڑے کو لگ جائے تو اس کپڑے میں نماز درست ہے یا نہیں	٢٧
٢١	ماکول اللحم کا گوبر اور پیشاب پاک ہے یا نہیں	٢٨
٢٢	جھٹکا کئے ہوئے جانور کا چمڑا دباغت کے بعد پاک ہے یا نہیں	٢٨
٢٣	مردار جانور ماکول اللحم کے چمڑے سے دباغت کے بعد انتفاع جائز ہے۔	٢٨
٢٤	کیا جنبی آدمی کا پسینہ پاک ہے یا نہیں۔	٢٩
٢٥	پیشاب کی چھینٹوں سے غسل ضروری ہے یا نہیں	٢٩
٢٦	کیا حقے کا پانی پاک ہے یا نہیں۔	٣٠
٢٧	مردہ گھوڑی کی کھال کا نقارہ بنانا جائز ہے یا نہیں	٣٢
٢٨	کیا شراب آلودہ کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں	٣٣

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
۲۹	ایک مسلمان کا جوٹھا حقہ دوسرا پی سکتا ہے۔	۳۳
۳۰	منی پاک ہے یا ناپاک	۳۳
۳۱	مُردار کا گیلا چمڑا الخ	۳۵
۳۲	مسائل پانی	۳۵
۳۳	جوہڑ میں گندی نالیاں پڑتی ہیں الخ	۳۶
۳۴	حرام جانور کی چربی کا استعمال	۳۷
۳۵	حرام جانور کی چربی سے صابن وغیرہ بنانا جائز ہے	۳۷
۳۶	مٹی اور گوبر کو ملا کر گھر کو لیپنا الخ	۴۰
۳۷	جن ادویات میں شراب کی آمیزش ہو۔	۴۰
۳۸	کچے پکے برتن کو نجاست سے پاک کرنے کا طریقہ	۴۱
۳۹	چمچہ کو کتا چاٹ جائے تو پاک ہو سکتا ہے	۴۱
۴۰	کیا انسانی منی پاک ہے یا نہیں؟	۴۲
۴۱	حقہ کا پانی پاک ہے یا ناپاک۔	۴۲
	باب قضاء الحاجت	۴۳
۴۲	مسائل قضاء حاجت	۴۳
۴۳	بلا عذر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں۔	۴۴
۴۴	کھڑے ہو کر پیشاب کی ممانعت میں کوئی حدیث ہے	۴۴
۴۵	پیشاب کے بعد پانی یا مٹی سے طہارت "فرداً فرداً" کفایت کرتا ہے۔ الخ	۴۴
۴۶	سلسل البول یا ریاح کا مریض الخ	۴۵
۴۷	جس آدمی کو جریان ہو الخ	۴۵
۴۸	کاغذ کے ساتھ استنجا کرنے کا کیا حکم ہے	۴۵
۴۹	یک سالہ لڑکا گود میں پیشاب کر دے الخ	۴۶
۵۰	زید اگرچہ پیشاب میں احتیاط کرتا ہے الخ	۴۶
۵۱	پیشاب کے بعد قطرہ آجائے الخ	۴۷
۵۲	قضاء حاجت کے احکام	۴۷
۵۳	مسجد کے غسل خانہ میں پیشاب کرنا۔	۵۰
	باب المسواک	۵۱
۵۴	فضائل مسواک	۵۱
۵۵	احکام مسواک	۵۲
۵۶	مسواک چھوٹی رہ جائے تو کیا حکم ہے۔	۵۳
۵۷	مسواک جیسا کہ بوقت وضو مستحب ہے الخ	۵۳
	باب الحیض والنفاس	۵۴
۵۸	حائضہ عورت کتب دینیات کا مطالعہ کر سکتی ہے	۵۴
۵۹	حائضہ عورت اعتکاف بیٹھ سکتی ہے۔	۵۴
۶۰	حائضہ عورت سے سطحی میل ملاپ الخ	۵۵
۶۱	شادی شدہ لڑکی کو سسرال میں دس دن حیض آتے	۵۵
۶۲	عورت نے حیض کے تین دن بعد غسل کیا الخ	۵۶
۶۳	حیض والی عورت آخر دن میں پاک ہو الخ	۵۶
	باب الوضوء	
۶۴	جمیع امور نیک مثل وضو یا کھانے پینے وغیرہ کے وقت بسم اللہ پوری پڑھنی چاہیے الخ	۵۷
۶۵	بوقت وضو دنیاوی باتیں الخ	۵۸
۶۶	بغیر وضو اذان کا حکم	۵۸
۶۷	غسل خانہ میں ننگے جسم وضو جائز ہے یا نہیں	۵۸
۶۸	وضو کا فلسفہ	۵۹
۶۹	برہنہ ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں	۶۰
۷۰	ستر کو چھونے سے وضو " " "	۶۰
۷۱	بغیر وضو اذان جائز ہے۔	۶۱
۷۲	اذان بغیر وضو کہنے کے متعلق کوئی حدیث آئی ہے	۶۷
۷۳	بغیر وضو درود شریف پڑھ سکتے ہیں۔	۶۷
۷۴	بغیر وضو سجدہ تلاوت جائز ہے۔	۶۷
۷۵	اعضاء وضو کو تین بار سے زیادہ دھونا الخ	۶۸
۷۶	ناخن پالش لگا کر وضو کرے تو جائز ہے	۶۹
۷۷	جنازہ کے وضو سے دوسری نماز جائز ہے	۶۹
۷۸	کیا جنازہ کا وضو جنازہ کے بعد باطل ہو جاتا ہے	۶۹
۷۹	سجدہ تلاوت بے وضو جائز ہے۔	۷۰
۸۰	امام کا وضو ٹوٹ جائے تو کیا حکم ہے۔	۷۰
۸۱	وضو کے بعد ہاتھ منہ کپڑے سے صاف کرنا۔	۷۰
۸۲	زید کو بلا ناغہ احتلام ہوتا ہے۔ الخ	۷۰
۸۳	زید کو کثرت ریاح کی شکایت ہے الخ	۷۱
۸۴	شرم گاہ کھل جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟	۷۲

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
۸۵	امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ستر کو ہاتھ لگ جانے سے وضو کا حکم	۷۲
۸۶	خون نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟	۷۳
۸۷	ٹیکا لگا کر سونے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں	۷۳
۸۸	حقہ پینے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں۔	۷۴
۸۹	تقطیر البول اور ہوا خارج ہونیوالے کی نماز کا حکم	۷۴
۹۰	دھوپ سے گرم شدہ پانی سے وضو جائز ہے؟	۷۴
۹۱	جنازہ کے وضو سے پنجگانہ نماز جائز ہے یا نہیں	۷۴
۹۲	ریاح کا مریض ہر نماز کیلئے تازہ وضو کرے	۷۵
۹۳	جنازہ کے وضو سے فرض اور نفل پڑھنے جائز ہیں	۷۵
۹۴	کذب وغیرہ معاصی سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں	۷۶
۹۵	وضو میں دونوں قدموں کو دھونا واجب ہے یا مسح	۷۸
۹۶	صاحب حدث کو بعض اکل و شرب سے روکنا چاہیے یا نہیں	۸۰
۹۷	وضو میں کتنا پانی کافی ہے۔	۸۱
۹۸	وضو میں ناخن مقدار جگہ خشک رہ جانے کا حکم	۸۲
۹۹	ایک وضو سے کئی نمازیں جائز ہیں۔	۸۴
۱۰۰	دائم الحدث اکیلا نماز پڑھے یا با جماعت	۸۴
	باب المسح	۹۲
۱۰۱	کیا اونی اور سوتی جرابوں پر مسح جائز ہے	۹۲
۱۰۲	کیا جرابوں پر مسح کرنے سے وضو مکمل ہو جاتا ہے	۹۹
۱۰۳	کیا جرابوں پر مسح جائز ہے۔	۱۰۰
۱۰۴	موزوں پر مسح	۱۰۰
۱۰۵	کیا چوتھائی داڑھی کا مسح فرض ہے۔	۱۰۱
۱۰۶	اعضاء وضو میں سے کسی عضو کو تکلیف ہو تو تیمم جائز ہے	۱۰۱
۱۰۷	حدیث رفاعہ بن رافع کا مطلب	۱۰۲
۱۰۸	پگڑی پر مسح کیا بعد میں پگڑی اتاری تو کیا حکم ہے	۱۰۳
۱۰۹	مسح کان اور سر کے لئے علیحدہ علیحدہ پانی لینے کا حکم	۱۰۳
۱۱۰	وضو میں گردن کا مسح	۱۰۳
۱۱۱	ایک ہی پانی سے سر اور کان کا مسح کرنا۔	۱۰۴
۱۱۲	پھٹے ہوئے موزوں پر مسح۔	۱۰۴
۱۱۳	موزوں پر مسح	۱۰۶
۱۱۴	کیا صرف نعلین پر مسح ثابت ہے۔	۱۰۶
۱۱۵	اونی یا سوتی لفافہ پر مسح جائز ہے۔	۱۱۰

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
	باب التیمم	۱۱۹
۱۱۶	مطلق مرض میں تیمم کرنا جائز ہے	۱۱۹
۱۱۷	جو بیمار وضو نہ کر سکے مسجد میں تیمم کر سکتا ہے	۱۲۱
۱۱۸	آیت تیمم کا نزول	۱۲۱
۱۱۹	پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم جائز ہے	۱۲۲
۱۲۰	چونہ کی دیوار پر تیمم جائز ہے۔	۱۲۵
۱۲۱	دیوار پر یا ثابت ڈھیلے پر تیمم جائز ہے	۱۲۵
۱۲۲	نزلہ و زکام کے خوف سے تیمم جائز ہے	۱۲۶
۱۲۳	بیماری کی حالت میں جنبی تیمم کرکے مسجد میں نماز پڑھ سکتا ہے۔	۱۲۷
۱۲۴	حضورؐ نے بھی کوئی نماز تیمم سے پڑھی ہے	۱۲۷
	باب الغسل	۱۲۸
۱۲۵	ہمبستری کے بعد غسل کا کیا طریقہ ہے۔	۱۲۸
۱۲۶	چھوٹا استنجا کرنا بھول گیا تو کیا حکم ہے	۱۲۸
۱۲۷	عورت خاوند برہنہ غسل کر سکتے ہیں	۱۲۸
۱۲۸	میت کو نہلاتے وقت پاؤں قبلہ کی طرف کرنا	۱۲۹
۱۲۹	کیا صحیح ہے کہ میت کو مکان کے اندر غسل نہ دیا جائے تو غسل نہیں ہوتا۔	۱۲۹
۱۳۰	بیمار کو احتلام ہو جائے تو کیا کرے۔	۱۳۰
۱۳۱	میت کو نہلاتے وقت پاؤں قبلہ کیطرف ہونیکا حکم	۱۳۰
۱۳۲	غسل جنابت فرض ہے یا واجب	۱۳۰
۱۳۳	بکر بے خبر سویا پڑا تھا الخ	۱۳۰
۱۳۴	کیا وضو کرتے کوئی دیکھے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے	۱۳۱
۱۳۵	غسل خانے میں ننگے جسم وضو کرے تو جائز ہے	۱۳۱
۱۳۶	گھر کے صحن میں برہنہ ہو کر غسل کر سکتا ہے	۱۳۱
۱۳۷	پیشاب کی چھینٹوں کے متعلق حکم	۱۳۲
۱۳۸	معصوم بچہ کو غسل دینے اور شہید کو نہ دینے کی وجہ	۱۳۲
۱۳۹	میت کو حائضہ غسل دے تو جائز ہے۔	۱۳۲
۱۴۰	عورت کو خاوند غسل دے سکتا ہے	۱۳۳
۱۴۱	خاوند اپنی بیوی کو غسل دیکر کفن دفن کر سکتا ہے	۱۳۴
۱۴۲	شوہر اپنی بیوی کو یا بیوی اپنے خاوند کو بلا عذر غسل دے سکتے ہیں۔	۱۳۵
	تعارف جامعہ سعیدیہ	۱۳۶

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مسلکِ اہلحدیث کا بنیادی اصول صرف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے، رائے، قیاس، اجتہاد اور اجماع یہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ماتحت ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے اِتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ فروعی اختلاف سے دامن بچاکر صرف کتاب، سنت پر صحیح معنوں میں عمل کرنے والے صرف ائمہ حدیث ہیں۔ جو اقوال الرجال کو دینی امور کے لئے ماخذ قرار نہیں دیتے، اصول کی بنا پر اہل حدیث کے نزدیک ہر ذی شعور مسلمان کو حق حاصل ہے کہ وہ جملہ افرادِ امت کے فتاویٰ، ان کے خیالات کو کتاب وسنت پر پیش کرے جو موافق ہوں سرآنکھوں پر تسلیم کرے، ورنہ ترک کرے، علماء حدیث کے فتاویٰ، ان کے مقالہ جات بلکہ دیگر علمائے امت کے فتاویٰ اسی حیثیت میں ہیں۔ اور جملہ صلحائے امت نے بھی بالاتفاق یہی کہا ہے کہ ہمارے اقوال وفتاویٰ کو کتاب وسنت پر پیش کرو، اگر خلاف پاؤ تو اسے چھوڑ کر کتاب وسنت کو مقدم رکھو۔ علمائے اہلحدیث کی تحریرات وفتاویٰ میں بھی جگہ جگہ یہی چیز آپکو نمایاں نظر آئے گی۔ اکابر علمائے کرام کا تبحرِ علمی ان کے گہرے تجربات ان کے وسیع خیالات ان کی اسلام شناسی، ان کی تحقیق مذہبی، ان کے محققانہ اصول، یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن کو ہم ان کے مقالہ جات ان کے مضامین انکی تصنیفات اور فتاویٰ ہی سے اخذ کرسکتے ہیں۔ بس یہی ایک بنیادی چیز تھی جس نے مجھ جیسے نااہل کو اس اہم ترین کام کے لئے آمادہ کردیا۔ ورنہ علمی اور عملی سرمائے کی حیثیت سے میں بالکل تہیدست ہوں فتاویٰ نویسی یا کسی عالم دین کے فتاویٰ کی جانچ مجھ جیسے نااہل کا منصب نہیں، یہ محض اللہ کا فضل وکرم ہے اور اکابر بزرگوں کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

؎ گرچہ از نیکاں نیم خود را بہ نیکیاں بستہ ام ✿ در بہارے آفرینش رشتۂ گلدستہ ام

پڑھنے والوں میں اہل علم کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ جس فتاویٰ سے اختلافِ رائے ہو اور ان کی تحقیق

میں اس فتوی میں خطا معلوم ہو تو بجائے طعن و تشنیع کے علماء کرام کے حق میں دعائے مغفرت کریں اور حسن ظن سے کام لیتے ہوئے اس کو نسیان پر محمول کریں، یہ ہی سلف صالحین کی روش ہے اور تمام علمائے کرام کے بارے میں ایسا ہی رویہ ہونا چاہیئے۔ افسوس کہ جب سے امت نے اکابر کے ادب و احترام کو نظر انداز کیا قسم و قسم کے جھگڑوں میں مبتلا ہو گئے۔ معصوم عن الخطا ہونا صرف انبیاء علیہم السلام کا مقام ہے، پیغمبروں کے علاوہ امت میں ہر کس و ناکس سے غلطیوں کا امکان ہے۔ ایسا کون سا امام یا محدث اور مورخ ہے جس کی ہر بات کو امت نے بالاتفاق تسلیم کیا ہو۔ لغزشیں ہوتی ہیں۔ اسی لئے ارشاد خداوندی ہے فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔ (القرآن پ ۵)

یعنی جب کسی بات میں کسی فتوی میں اختلاف اور جھگڑا ہو جائے تو جو بات یا فتوی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرب ہو اس پر عمل کرو، اگر تمہارا اللہ تعالیٰ اور قیامت پر یقین ہے۔ ع اصل دین آمد کتاب اللہ معظم داشتن ؛ پس حدیث مصطفیٰ برجاں مسلم داشتن میں نے اسی لئے علماء کرام کے فتاوی کو من وعن نقل کر دیا ہے۔ کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرنا آپ کا کام ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

علی محمد سعیدی
جامعہ سعیدیہ خانیوال ضلع ملتان
صفر المظفر ۱۳۹۲ھ مارچ ۱۹۷۲ء

فتاوی علما حدیث پر حافظ احسان الٰہی ظہیر کا

تبصرہ

برصغیر پاک و ہند میں علمائے اہلحدیث نے قرآن و سنت کی جس قدر خدمت کی ہے وہ محتاج تعارف نہیں۔ مذہب کا کوئی شعبہ نہیں جس میں ان کے نقوش سورج کی طرح روشن و تاباں نہ ہوں۔ ان ہی شعبوں میں سے ایک شعبہ فتاویٰ کا تھا کہ شاہ ولی اللہؒ کی تحریک سے قبل تو لوگ اپنے مسائل کے حل کے لئے فقہ سے سر مو تجاوز نہ کرتے تھے، بعد میں شاہ ولی اللہ کے زیر اثر پروان چڑھنے والی اہلحدیث کی تحریک نے اس بات کو لوگوں کے سامنے اجاگر اور واضح کیا کہ اسلام میں حجیت اور استناد اگر کسی کو حاصل ہے تو صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو ہے، دوسری کسی چیز کو نہیں، چنانچہ برصغیر کی تاریخ میں پہلی مرتبہ انہوں نے استفتاء کے جواب میں براہ راست کتاب و سنت کے دلائل پیش کیے۔

بعد میں لوگوں نے ان کے ان فتاویٰ کو جمع کر دیا تاکہ آنے والی نسلیں بھی ان سے استفادہ کر سکیں، چنانچہ اس سلسلہ کا پہلا مجموعہ فتاویٰ نذیریہ تھا۔ جو شیخ الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ یا ان کی تصدیقات پر مشتمل تھا اور آخری مجموعہ فتاویٰ ثنائیہ تھا جو شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ اور مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیقات پر مشتمل ہے۔

ان مجموعوں کے علاوہ کچھ دیگر جلیل القدر علماء حدیث ایسے بھی ہیں جن کے فتاویٰ ہنوز جمع نہیں ہوئے اور یہ گراں قدر گہر پارے جا بجا بکھرے ہوئے ہیں، "فتاویٰ علماء حدیث" انہی بکھرے ہوئے جواہر پاروں کو ایک لڑی میں پرونے کی مخلصانہ کوشش ہے جس پر ہم اپنی جماعت کے مخلص اور گوشہ نشین عالم مولانا ابو الحسنات علی محمد سعیدی کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ مولانا سعیدی نے اس مجموعہ میں مسائل زکوٰۃ پر بڑی محنت سے اکابر علماء اہلحدیث کے فتاویٰ کو جمع کر دیا ہے اور اس

سلسلہ میں انہوں نے مجموعہ ہائے فتاویٰ مثلاً فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ غزنویہ، فتاویٰ ثنائیہ، فتاویٰ ستاریہ سے لے کر تنظیم اہلحدیث، اہلحدیث سوہدرہ، اہلحدیث دہلی، گزٹ اہلحدیث، اخبار محمدی تک کو چھان مارا ہے۔

اور یقینی طور پر زکوٰۃ کے تقریباً تمام گوشوں پر کتاب وسنت کی روشنی میں دلائل وبراہین کے ساتھ پیش وافتادہ مسائل اور سوالات کے حل اور جوابات مہیا کر دیے ہیں۔

مولانا سعیدی نے اس کتاب کی طباعت وکتابت کی خوبصورتی اور نفاست میں کوئی کوتاہی نہیں برتی اور اسے سفید کاغذ پر حسین وجمیل انداز میں قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔

بڑے سائز کے ۲۵۹ صفحات پر مشتمل اس مجموعہ کی قیمت دس روپے بالکل مناسب ہے۔ ہم تمام قارئین "ترجمان الحدیث" سے اس سے استفادہ کی سفارش کرتے ہیں۔

(ترجمان الحدیث لاہور جلد ۳ ش ۱)

"فتاویٰ علماءِ حدیث" پر اخبار الاعتصام کا

تبصرہ

ہندوپاک میں علمائے اہل حدیث کی گراں قدر علمی ودینی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے جو ابھی تک کسی بالغ نظر محقق اور دیدہ ور مورخ کی نگاہِ التفات کا منتظر ہے ان میں سے ایک اہم گوشہ "فتویٰ نویسی" ہے۔ اس میں بھی علمائے اہل حدیث کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے برصغیر ہند میں قرآن وحدیث پر مبنی دلائل پر فتویٰ نویسی کو رواج دیا اور اس ذوق کو عام کیا ورنہ عام طور پر صرف فقہی حوالوں پر مبنی فتوؤں کا رواج تھا لیکن المیہ یہ ہوا کہ ان حضرات علماء نے ان کا کوئی خاص ریکارڈ نہیں رکھا نہ ان کی وفات کے بعد ان کے اسلاف نے ان کے ذخیرۂ علمی کو جمع کرنے میں خاص سرگرمی دکھائی، نتیجۃً اس طرح بہت سی علمی وقیمتی تحریرات ودستاویزات دستبرد زمانہ کی نذر ہوگئیں۔ آج ہمارے اسلاف کے جو علمی نوادرات مہیا ہیں وہ اس کے مقابلے میں بہت کم ہیں جو ان کے ذہن وقلم سے نکلے مثلاً حضرت شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ان کے ایک فاضل شاگرد

مولانا سید عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم ندوۃ العلماء کی قابلِ قدر کتاب "نزہتہ الخواطر" میں ہے:۔

اما الفتاویٰ المتفرقۃ التی شاعت فی البلاد فلا تکاد ان تحصر وظنی انھا لوجمعت لبلغت الی مجلدات ضخام۔ ان کے صرف وُہ متفرق فتاویٰ ہی جو مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے تھے حیطہ شمار سے باہر ہیں۔ اگر وُہ جمع کیے جاتے تو کئی ضخیم جلدیں بنتیں۔ (نزہتہ الخواطر ج ۸ ص ۵۰۰ طبع حیدر آباد دکن ۱۹۷۰ء)

حضرت میاں صاحب کے فتووں کا بہت بڑا حِصّہ ضائع ہو گیا ہے اسی طرح دوسرے علمائے اہلِ حدیث کی علمی کاوشوں کا حشر ہوا۔ ہمارے دَور کے حافظ عبداللہ صاحب محدثِ روپڑی کو فتویٰ نویسی میں جو کمال حاصل تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ انہوں نے بھی اپنی زندگی میں بکثرت فتوے لکھے، زیرِ تبصرہ کتاب بھی علمائے اہلِ حدیث کے فتووں پر مشتمل ہے جو مولانا شرف الدین محدثِ دہلویؒ کے ممتاز شاگرد مولانا علی محمد صاحب سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ خانیوال نے مرتب کیے ہیں۔ اس میں حضرت میاں صاحب مولانا سید محمد نذیر حسین محدثِ دہلویؒ، مولانا شرف الدین محدثِ دہلویؒ، مولانا ثناء اللہ صاحب محدّثِ امرتسریؒ، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ مولانا عبیداللہ رحمانی مدظلہٗ، حضرت مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی دام فیضہٗ، مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ، مولانا عبدالجبار صاحب غزنویؒ، مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی اور دیگر علمائے مرحومین و موجودین کے فتاویٰ شامل ہیں...... یہ حِصّہ کتاب الزکوٰۃ پر مشتمل ہے جس میں زکوٰۃ کے متعلق تقریباً تمام مسائل پر عالمانہ و محققانہ بحث کی گئی ہے اور جو کچھ پیش کیا گیا ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے، امید ہے کہ اسی طرح دوسرے حِصّے بھی منظرِ عام پر جلد آجائیں گے۔

مولانا سعیدی کی ہمت قابلِ داد ہے کہ انہوں نے ایک عظیم کام کا بیڑہ اٹھایا ہے، ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ قارئین "الاعتصام" سے بھی التماس ہے کہ وہ اس کارِ خیر میں ناشر سے پورا تعاون فرمائیں اور اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت عمل میں لائیں۔

(الاعتصام لاہور جلد ۲۲ ش ۴۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطہارۃ

باب المیاہ

سوال :۔ چہ فرمایند علمائے دیں دریں مسئلہ کہ اگر سگ در چاہ افتاد چہ حکم است بینوا

الجواب :۔ حکم چاہ مذکور آنست کہ اگر آب آن چاہ از افتادن سگ متغیر نہ شدہ است بلکہ بر حال خود است آں چاہ طاہر است واگر بو یا مزہ یا رنگ آن متغیر شدہ است نجس است۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الماء طھور لا ینجسہ شئی اخرجہ الثلثۃ وصححہ احمد کذا فی بلوغ المرام وفیہ ایضاً عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الماء لا ینجسہ شئی الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ اخرجہ ابن ماجۃ وضعفہ ابو حاتم وللبیھقی الماء طھور الا ان تغیر ریحہ او طعمہ او لونہ بنجاسۃ تحدث فیہ انتھی۔ وآنکہ در آخر حدیث ثانی گفتہ وضعفہ ابو حاتم ایں سخن مضر نیست زیرا کہ جزو اول ایں حدیث یعنی ان الماء لا ینجسہ شئ بطریق دیگر مروی شدہ است وان صحیح است چنانچہ بطریق ابو سعید گذشت وامام احمد تصحیح آن کردہ باقی ماند جزو اخیر یعنی الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ بر عمل آن اجماع است پس برین تقدیر ہمیں اجماع دلیل جزو اخیر از دعوے صدر خواہد شد چنانچہ در سبل السلام شرح بلوغ المرام مرقوم است قال ابن المنذر اجمع العلماء علی ان الماء القلیل والکثیر اذا وقعت فیہ نجاسۃ فغیرت لہ طعما اولونا او ریحا فھو نجس فالاجماع ھو الدلیل علی نجاسۃ ما تغیر احد اوصافہ لا ھذہ الزیادۃ انتھی

ترجمہ سوال :۔ اگر کتا کنوئیں میں گر پڑے، تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

جواب :۔ اگر کتا کنوئیں میں گر پڑے اور پانی کا رنگ یا مزہ یا بو تبدیل نہ ہو تو وہ پانی پاک ہے، ورنہ ناپاک، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز پلید نہیں کر سکتی، اور پھر یہ بھی فرمایا کہ پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی ہاں اگر کوئی چیز ناپاک اس کے رنگ یا مزہ یا بو پر غالب آ کر اس کو بدل دے تو ناپاک ہو جاتا ہے اس حدیث کو ابو حاتم نے ضعیف کہا لیکن دوسرے طرق سے اس کی تائید ہو جاتی ہے اور دوسری حدیث کے آخری حصہ پر امت کا اجماع ہے، یعنی اگر ناپاک چیز پانی میں گر کر اس کے رنگ یا مزہ یا بو کو بدل دے، تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کے پچھلے حصہ پر اجماع ہی اس کے پہلے حصے کی بھی توثیق کر دیتا ہے، چنانچہ سبل السلام شرح بلوغ المرام میں اس کو تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

آرے ہر آبیکہ کم از مقدار قلتین است بمجرد افتادن نجاست نجس خواہد شد خواہ رنگ یا بو یا مزہ آن متغیر شود یا نہ چنانچہ در بلوغ المرام است عن عبد اللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث وفی لفظ لم ینجس اخرجہ الاربعۃ وصححہ ابن خزیمۃ ۔ وابن حبان ۔ این تحقیق از روئے حدیث بود باقی ماند حکم چاہ مذکور از روئے فقہ حنفیہ پس آن این است کہ برآوردہ خواہد شد جمیع آب آن چنانچہ در ہدایہ است وان ماتت فیھا شاۃ او ادمی او کلب ینزح جمیع ما فیھا من الماء لان ابن عباسؓ وابن الزبیرؓ افتیا بنزح الماء کلہ حین مات زنجی فی بیر زمزم ۔ لیکن این حکم قابل تسلیم نیست زیرا کہ این حکم بر بنار فتویٰ ابن عباس وابن الزبیر است واین فتویٰ مخدوش است بچند وجوہ ۔

اوّل آنکہ سند این فتوے ضعیف است چنانچہ در درایہ تخریج ہدایہ مرقوم است قول مروی عن ابن عباسؓ وابن الزبیر انھما افتیا بنزح ماء البیر کلھا حین مات زنجی فی بیر زمزم رواہ الدارقطنی من طریق ابن سیرین ان زنجیا وقع فی بیر زمزم فامر بہ ابن عباسؓ فاخرج الخ قال البیہقی ابن سیرین عن ابن عباس منقطع بعد ازین برائے این اثر چند طرق ذکر کردہ ہمہ را ضعیف گفتہ ۔

دوم آنکہ اگر تسلیم کردہ شود کہ سند این فتویٰ صحیح است تاہم ازو احتجاج نیست زیرا کہ قول صحابی حجت نیست ، چنانچہ در مجمع البحار کہ از تصنیف محمد طاہر پٹنی حنفی است ، مرقوم است والموقوف ما روی عن الصحابی من قول او فعل متصلا او منقطعا وھو لیس بحجۃ ۔

سوم آنکہ اگر این ہم تسلیم کردہ شود کہ قول صحابی حجت است تاہم احتجاج ازین فتویٰ صحیح نیست زیرا کہ نافی این فتویٰ حدیث مرفوع صحیح است ، چنانکہ گذشت ، وہر قول صحابی کہ خلاف حدیث مرفوع باشد

ہاں اگر پانی دو قلہ (قریباً ۵ مشکے) سے کم ہو، تو وہ نجاست کے گرنے سے ناپاک ہو جائے گا، خواہ اس کا رنگ یا بو یا مزہ بدلے یا نہ بدلے ۔ چنانچہ بلوغ المرام میں حدیث ہے ، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، جب پانی دو قلہ ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا ، یہ تحقیق تو از روئے حدیث ہے ۔ فقہ حنفی کی رو سے اس کنویں کا تمام پانی نکالا جائیگا ۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے اگر کنویں میں بکری یا آدمی یا کتا گر کر مر جائے تو اس کا تمام پانی نکالا جائیگا ، کیونکہ ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ نے یہی فتویٰ دیا تھا ، جب کہ زمزم کے کنویں میں ایک حبشی گر کر مر گیا ، لیکن یہ حکم کئی لحاظ سے قابل تسلیم نہیں ہے ۔ اولاً اس لئے کہ اس کی بنیاد ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ کے فتویٰ پر ہے اور وہ فتویٰ کئی لحاظ سے مخدوش ہے اولاً اس لئے کہ اس کی سند ضعیف ہے ، چنانچہ درایہ تخریج ہدایہ میں لکھا ہے ، کہ حبشی والی حدیث کی سند منقطع ہے " کیونکہ ابن سیرین کی ابن عباسؓ سے ملاقات نہیں ہوئی ۔ اور اس کے چند ایک طرق بھی ہیں جو کہ سب کے سب ضعیف ہیں ۔ ثانیاً اگر اس کی صحت تسلیم کر بھی لی جائے

قابل احتجاج نمی شود وایں نزد حنفیہ ہم مسلم است، چنانچہ در فتح القدیر شرح ہدایہ است قول الصحابی حجۃ فیجب تقلیدہ عندنا مالم ینفہ شئ اخر من السنۃ (فتح القدیر۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب صلوٰۃ الجمعۃ۔ تحت قولہ اذا خرج الامام یوم الجمعۃ)

حاصل آنکہ فتویٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ وابن زبیر رضی اللہ عنہ ہر گز قابل احتجاج نیست بوجوہ مذکورہ بالا پس آن حکم کہ از ہدایہ نقل شدہ قابلِ تسلیم نخواہد شد وعجب است ازیں حضرات احناف کہ اینجا بر آب این چاہ حکم نجاست کنند وجائے دیگر بر چنیں آب حکم طہارت کنند کہ از آب ایں چاہ بدرجہا پلید است چنانچہ گویند کہ اگر بر سطح مکان گندگی باشد و بر آن بارش شود پس میزاب جاری شود اگر آن نجاست نزد میزاب باشد وہمہ آب یا اکثر آن یا نصف آن ملاقی نجاست شود پس آن نجس است ورنہ طاہر است واگر نجاست بر سطح مکان در مواضع متفرقہ باشد و بر سر میزاب نباشد آن آب نجس نخواہد شد چنانچہ در عالمگیری مرقوم است ولو کان علی السطح عذرۃ فوقع علیہ المطر فسال المیزاب ان کانت النجاسۃ عند المیزاب وکان الماء کلہ یلاقی العذرۃ او اکثرہ او نصفہ فھو نجس والا فھو طاھر وان کانت العذرۃ علی السطح فی مواضع متفرقۃ ولم یکن علی راس المیزاب لا یکون نجسا وحکمہ حکم الماء الجاری کذا فی السراج الوھاج (عالمگیری جلد اول کتاب الطہارۃ باب ثالث فصل اول) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ الراقم ابو محمد عبد الحق اعظم گڑھی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

ھو الموفق:۔ حافظ ابن حجر در درایہ صفحہ ۳۰ گفتہ وروی البیہقی من طریق ابن عیینۃ قال انا بمکۃ منذ سبعین سنۃ لم ار صغیرا ولا کبیرا یعرف حدیث الزنجی ولا سمعت احدا یقول نزحت زمزم وقال الشافعی ان ثبت ھذا عن ابن

تو اس سے حجت نہیں لی جا سکتی، کیونکہ صحابی کا قول ہے اور وہ احناف کے نزدیک بھی حجت نہیں ہے، چنانچہ محمد طاہر پٹنی حنفی نے مجمع البحار میں اس کی تصریح کی ہے۔ "ثالثاً" اگر صحابی کے قول کو حجت تسلیم کر بھی لیا جائے، تو حدیث صحیح مرفوع کا معارض نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ میں خود علمائے احناف نے اس کو تسلیم کیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ وجوہ مذکورہ بالا کی بنا پر قابل قبول نہیں ہے اور اسی بنا پر ہدایہ کا بھی فیصلہ قبول نہیں، بڑے تعجب کی بات ہے کہ احناف اس کنوئیں کے پانی کو ناپاک کہتے ہیں اور اس پانی کو جو اس سے سینکڑوں حصے کم ہے اور گندگی اس سے زیادہ ہے اس کو پاک کہہ لیتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے اگر بارش کے وقت مکان کے پرنالے میں گندگی (پاخانہ وغیرہ) پڑی ہو اور بارش کا پانی اس کے ساتھ لگ کر بہہ رہا ہو تو اگر آدھے سے زیادہ یا آدھا پانی لگ کر گزرے، تو ناپاک ہے اور اگر آدھے سے کم لگ کر گذرے تو پاک ہے اور اگر مکان کی چھت پر متفرق طور پر گندگی پڑی ہو اور بارش کا پانی اس پر برس کر پرنالے سے

عباس فلعل نجاسۃ ظہرت علی وجہ الماء او نزحت للتنظیف یعنی بیہقی از طریق ابن عیینہ روایت کرد کہ من در مکہ ہفتاد سال بودم کسے را از صغیر و کبیر ندیدم کہ حدیث زنجی را بشناسد و نہ از کسے شنیدم کہ چاہ زمزم نزح کردہ شد، و شافعی گفت کہ این روایت از ابن عباس اگر ثابت شود پس شاید نجاست بر روئے آب ظاہر شدہ باشد یا نزح برائے تنظیف باشد، پس از قول ابن عیینہ و امام شافعی ہم مخدوش شدن استدلال بہ فتویٰ ابن عباس ظاہر است۔ واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہٗ اتم۔ کتبہٗ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

فتاویٰ نذیریہ جلد اوّل ص۲۰۲

الجواب صحیح علی محمد سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ مغربی پاکستان خانیوال

بخدمت حضرت العلام حافظ صاحب (روپڑی) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

معروض آنکہ ہمارے ہاں ایک کنوئیں میں (جس کا پانی قریباً آٹھ فٹ گہرا ہے) ایک لڑکی (نو دس سال کی) گر کر مر گئی اور قریباً ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد نکالی گئی۔

اب سوال یہ ہے کہ کنوئیں مذکور کا پانی پاک ہے یا پلید؟ ہمارے ہاں اس پر بہت سخت نزاع پڑ گئی ہے اندیشہ ہے کہ آپس میں لڑائی شروع نہ ہو جائے، لہٰذا جواب جلدی عنایت فرمائیں، اگر اخبار تنظیم اہلحدیث میں شائع فرماویں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ (سائل از آزاد کشمیر)

الجواب بعون الوھاب:۔ یہ سوال پہلے بھی اسی کنوئیں کے متعلق کسی صاحب نے آزاد کشمیر سے ہی بھیجا تھا اور اُسی وقت اس کا جواب لکھ کر بھیج دیا گیا تھا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ:۔

مذکورہ بالا کنوئیں کا پانی بالکل پاک ہے، اس میں لڑکی کے مرنے سے اس کا پانی پلید نہیں ہوا کیونکہ انسان خصوصاً مسلمان جس طرح زندہ پاک ہے، اسی طرح مُردہ بھی پاک ہے، چنانچہ محدثین نے اس پر باب

گرے، تو وہ پانی پاک ہے۔ (سبحان اللہ کیا تحقیق ہے) اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ یہ پانی جاری ہے۔ واللہ اعلم ۱۲

حافظ ابن حجر نے درایہ ص۳۲ میں لکھا ہے، کہ بیہقی نے ابن عیینہ سے نقل کیا ہے، کہ میں مکہ میں ستر سال رہا، میں نے کسی چھوٹے یا بڑے سے حبشی والی حدیث نہیں سنی اور نہ ہی زمزم کے پانی نکالنے کا قصہ سنا، امام شافعی کہتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض یہ واقعہ صحیح بھی ہو، تو ہو سکتا ہے کہ آب زمزم پر نجاست ظاہر ہو گئی ہو یا پانی صفائی کے لئے نکالا ہو۔ واللہ اعلم

منعقد کئے ہیں کہ مسلمان پلید نہیں ہوتا، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:۔ باب عرق الجنب وان المسلم لاینجس یعنی یہ باب جنبی کے پسینہ کا حکم بیان کرنے اور یہ بات بیان کرنے کا ہے کہ مسلمان پلید نہیں ہوتا۔ پھر اس میں مندرجہ ذیل حدیث لائے ہیں۔ عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقیہ فی بعض طریق المدینۃ وھو جنب فانخنست منہ فذھبت فاغتسلت ثم جاء فقال این کنت یا ابا ھریرۃ قال کنت جنبا فکرھت ان اجالسک وانا علی غیر طھارۃ فقال سبحان اللہ ان المؤمن لاینجس (بخاری مع فتح الباری صد ۱۹۵ جلد ۲)

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جنبی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے رستہ میں ملے، میں چپکے سے نکل گیا اور غسل کرکے آیا۔ آپؐ نے فرمایا: ابوہریرہ کہاں گیا تھا؟ میں نے عرض کیا، یا حضرت! میں جنبی تھا، پس میں نے پلیدی کی حالت میں آپ سے ہم مجلس ہونا مکروہ جانا۔ آپ نے فرمایا: "سبحان اللہ! مسلمان تو پلید نہیں ہوتا۔" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب یوں منعقد کیا ہے باب غسل المیت ووضوئہ بالماء والسدر (یعنی یہ باب ہے میت کے وضو اور غسل دینے کا ساتھ پانی اور بیر کے پتوں کے۔) اور اس میں لکھتے ہیں:۔ وحنط ابن عمر رضی اللہ عنہ ابنا لسعید بن زید وحملہ وصلی ولم یتوضأ وقال ابن عباس رضی اللہ عنہما المسلم لا ینجس حیا ولا میتا وقال سعد لو کان نجسا ما مسستہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن لا ینجس۔ (بخاری مع فتح الباری ج ۵ ص ۶۵۲)

(ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سعید بن زید کے بیٹے کو (جو فوت ہوگیا تھا) خوشبو لگائی اور اس کا جنازہ اٹھایا اور نماز پڑھی اور وضو نہ کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مسلمان زندہ اور مردہ کسی حال میں پلید نہیں ہوتا اور سعد بن ابی وقاص نے فرمایا (اگر میت پلید ہوتی تو) میں اس کو ہاتھ بھی نہ لگاتا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن پلید نہیں ہوتا)

یہ باب کا ترجمہ ہے اس کی تشریح بہت کچھ فتح الباری میں موجود ہے، میں کہاں تک لکھوں جو زیادہ تفصیل چاہے وہ فتح الباری ملاحظہ فرمائے، مختصر یہ کہ مومن، موت آنے سے پلید نہیں ہوتا جیسا کہ ابن عمرؓ ابن عباسؓ، سعد بن ابی وقاصؓ کے قول و فعل اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ثابت ہے۔

بخاری کے بعد صحیح مسلم کو ملاحظہ فرمائیے، فرماتے ہیں۔ باب الدلیل علی ان المسلم لا ینجس (مسلم ص ۱۶۳ ج ۱) (یعنی اس باب میں اس بات کے دلائل ہیں کہ مسلمان پلید نہیں ہوتا)

پھر اس میں دو حدیثیں لائے ہیں۔ ایک ابوہریرہؓ کی جو بخاری کے حوالہ سے اوپر گزر چکی ہے، دوسری حذیفہ کی حدیث ہے:۔ عن حذیفۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقیہ وھو جنب فحاد عنہ فاغتسل ثم جاء فقال کنت جنبا قال ان المسلم لا ینجس۔ (یعنی حذیفہؓ آپ کو جنابت کی حالت میں ملے، پس تنہا

ہوئے اور غسل کیا، پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا کہ میں جنبی تھا۔ آپ نے فرمایا: مسلمان پلید نہیں ہوتا۔ (مسلم شریف صد ۱۶۲ جلد ۱) منتقی میں بھی باب ایسا ہی باندھا ہے۔ فرماتے ہیں۔ باب فی ان الآدمی المسلم لا ینجس بالموت ولا شعرہ واجزاءہ بالانفصال (یعنی یہ باب اس مسئلہ میں ہے کہ آدمی مسلمان، موت سے پلید نہیں ہوتا اور اس کے بال اور اعضاء بھی جسم سے علیحدہ ہونے پر پلید نہیں ہوتے، پھر فرماتے ہیں:۔ قد اسلفنا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم المسلم لا ینجس وھو عام فی الحی والمیت قال البخاری وقال ابن عباس المسلم لا ینجس حیا ولا میتا (منتقی مع نیل صد ۵۶ جلد ۱) یعنی حدیث المسلم لا ینجس (جو پہلے ذکر ہو چکی ہے) وہ عام ہے زندہ اور مردہ کو شامل ہے، یعنی مسلمان زندہ اور مردہ پاک ہے چنانچہ ابن عباسؓ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ کہ مسلمان زندہ اور مُردہ پلید نہیں ہوتا)

امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں۔ ھذا الحدیث اصل عظیم فی طھارۃ المسلم حیا ومیتا فاما الحی نطاھر باجماع المسلمین حتی الجنین اذا القتہ امہ وعلیہ رطوبۃ فرجھا قال بعض اصحابنا ھو طاھر باجماع المسلمین قال ولا یجیٔ فیہ الخلاف المعروف فی نجاسۃ رطوبۃ فرج المراۃ ولا الخلاف المذکور فی کتب اصحابنا فی نجاسۃ ظاھر بیض الدجاج ونحوہ فان فیہ وجھین بناء علی رطوبۃ الفرج ھذا حکم المسلم الحی واما المیت ففیہ خلاف للعلماء وللشافعی فیہ قولان الصحیح منھما انہ طاھر ولھذا اغسل ولقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المسلم لا ینجس وذکر البخاری فی صحیحہ عن ابن عباس تعلیقا المسلم لا ینجس حیا ولا میتا .... الخ صد ۱۶۳

یعنی یہ حدیث جو ابوہریرہ رضؓ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما سے اوپر مذکور ہو چکی ہے مسلمان زندہ اور مردہ کے پاک ہونے کی اصل دلیل ہے پس مسلمان زندہ کا پاک ہونا تو اجماع مسلمین سے ثابت ہے حتیٰ کہ بچہ، جب اس کو ماں ڈال دے اور اس پر فرج کی رطوبت لگی ہو، وہ بھی بقول ہمارے بعض اصحاب کے، ساتھ اجماع مسلمین کے پاک ہے اور وہ اختلاف ہے جو فرج کی رطوبت کے متعلق اور انڈا مرغی کے ظاہر ہونے کے متعلق ہے اس میں نہیں آتا۔

یہ حکم تو زندہ مسلمان کا ہے کہ وہ بالاتفاق پاک ہے لیکن مسلمان فوت شدہ سو اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے:۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کے متعلق دو قول ہیں مگر صحیح قول ان کا یہی ہے کہ مسلمان فوت شدہ پاک ہے، اسی لئے تو غسل دیا جاتا ہے۔ (یعنی اگر نجس العین ہوتا تو غسل دینے سے پاک نہ ہوتا) چنانچہ حدیث میں ہے، مسلمان پلید نہیں ہوتا اور امام بخاری صحیح بخاری میں ابن عباس وغیرہ سے لائے ہیں کہ مسلمان زندہ اور مردہ پاک ہے۔

نیل الاوطار میں ہے:۔ وحدیث الباب اصل فی طھارۃ المسلم حیا ومیتا اما الحی فاجماع واما المیت ففیہ خلاف

فذھب ابوحنیفۃ ومالک ومن اھل البیت الھادی والقاسم والمؤید باللہ وابوطالب الی نجاستہ وذھب غیرھم الی طھارۃ واستدل صاحب البحر للاولین علی النجاسۃ بنزح زمزم من الحبشی وھذا مع کونہ من فعل ابن عباس کما اخرجہ الدارقطنی عنہ وقول الصحابی وفعلہ لاینتھض للاحتجاج بہ علی الخصم محتمل ان یکون للاستقذار لا للنجاسۃ ومعارض بحدیث الباب وبحدیث ابن عباس نفسہ عند الشافعیؒ والبخاری تعلیقاً بلفظ المؤمن لا ینجس حیاً ولا میتاً وبحدیث ابی ھریرۃ المتقدم وبحدیث ابن عباس ایضاً عند البیھقی ان میتکم یموت طاھرا فحسبکم ان تغسلوا ایدیکم وترجیح رای الصحابی علی روایتہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروایۃ غیرہ من الغرائب التی لا یدری ما الحامل علیھا ۔ (نیل الاوطار ص۲۲ جلد ۱)

یعنی حدیث باب کی یعنی حضرت حذیفہ کی حدیث جس کے الفاظ مسلم کے حوالہ سے اوپر گذر چکے ہیں ، مسلمان زندہ اور مُردہ کے پاک ہونے پر اصل دلیل ہے پس مسلمان زندہ کے پاک ہونے پر تو اجماع ہے اور مردہ کے پاک ہونے میں اختلاف ہے ، امام ابوحنیفہ ، مالک ، اہل بیت سے ہادی قاسم مؤید باللہ ابوطالب نجاست کی طرف گئے ہیں اور ان کے علاوہ باقی سب طہارت کے قائل ہیں ۔

صاحبِ بحر نے مردہ کو نجس جاننے والوں کے لئے حبشی کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ وہ زمزم میں واقع ہوگیا جو ابن عباس نے زمزم صاف کرایا اور یہ باوجود ابنِ عباس کا فعل ہونے کے جو مخالف پر حجت نہیں احتمال رکھتا ہے کہ ویسے صفائی کے لئے ہو ، نجاست کے لئے نہ ہو اور یہ فعل ابن عباسؓ کا حدیث باب (یعنی حدیث حذیفہ کے خلاف ہے اور ابن عباسؓ کی اپنی حدیث کے بھی جو بیہقی میں ہے جس کو امام بخاری نے بھی تعلیقاً ذکر کیا ہے کہ مومن زندہ اور مردہ پلید نہیں ہوتا ، مخالف ہے ، اور حدیث ابی ہریرہ کے بھی خلاف ہے ، جو صحیح مسلم کے حوالہ سے پہلے ذکر ہو چکی ہے اور ابن عباسؓ کی اپنی حدیث کے بھی خلاف ہے جو بیہقی میں ہے :۔

ان میتکم یموت طاھرا .... الخ (یعنی میت تمہاری بعد از موت پاک ہوتی ہے سو تم اس کو غسل دیکر صرف ہاتھ دھو لیا کرو ، یعنی میت کو غسل دیکر غسل کرنے کی ضرورت نہیں ، کیوں کہ میت پاک ہے اور صحابی کی رائے کو اس کی یا دوسرے صحابی کی مرفوع حدیث پر ترجیح دینا تو بڑی ہی عجیب بات ہے جس کا باعث معلوم نہیں ، یعنی صحابی کی رائے کو حدیث مرفوع پر ترجیح نہیں دینی چاہیئے ۔)

تنبیہ :۔ جو لوگ مُردہ مسلمان کو نجس کہتے ہیں ان کا قول غلط ہے ، فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال صحابہ کے مقابلہ میں اس کی کوئی وقعت اور اعتبار نہیں ، نیز ان کے قول سے لازم آتا ہے کہ صلحاء امت اور

اولیاء اور صحابہؓ اور انبیاء کے اجسام مطہرہ مبارکہ بھی نجس ہوں (نعوذ باللہ من ذالک)
یہ عقیدہ بالکل باطل اور غلط ہے۔ میرا وقت بہت قلیل ہے ورنہ میں اس پر بہت سے دلائل جمع کر دیتا
خیر عاقل مومن کے لئے یہی کافی ہے۔ ؎ اگر در خانہ کس ست، یک بس ست
حاصل یہ کہ مذکورہ بالا چاہ کی طہارت اور اس کے پاک ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ لڑکی فوت شدہ زندہ اور مردہ پاک ہے پھر چاہ کسطرح پلید ہوگا۔
اگر بقول اُن کے میت کو نعوذ باللہ من ذالک نجس قرار دیا جائے تو بھی چاہ مذکور کا پانی پلید نہیں ہوتا کیوں کہ جب پانی دو قلعہ (پانچ مشک) یا زیادہ ہو تو پلید نہیں ہوتا، چنانچہ محدثین نے اس کو صاف صاف بیان فرمایا ہے۔ عبداللہ روپڑی تنظیم اہلحدیث جلد ۱۷ شمارہ ۱۷
الجواب صحیح، علی محمد سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ مغربی پاکستان خانیوال

سوال:۔ ایک چاہ کے پارچہ سے کہ اس میں اکثر حلال خوری ناپاک ہاتھ دھوتی ہے، اور پیشاب بھی اکثر مرد وہاں کرتے ہیں۔ چند طفل گیند سے کھیل رہے تھے اور اس پارچہ میں گیند جا پڑی کہ وہ پانی ناپاک ہے بعد اسکے نکالنے کے وہ چاہ میں جا پڑی اور وہ چاہ ایسا ہے کہ اس میں پانی کثرت سے نہیں ہے۔ تو کتب فقہ کی رو سے وہ چاہ پاک ہے یا ناپاک ہوگیا؟ فقط

الجواب:۔ صورت تحریر سے ظاہر ہے کہ پانی پارچہ کا ناپاک ہے پس اس حالت میں بحالت گرنے گیند ناپاک کے کنویں میں وہ چاہ ناپاک ہوگیا اب تا وقتیکہ تمام و کمال پانی نہ نکلے پاک نہیں ہونے کا۔ ہکذا فی کتب الفقہ۔ حررہ محمد مسعود نقشبندی ۲۴ شوال ۱۳۰۸ھ

کتب حنفیہ میں ایسا ہی ہے۔ سید محمد نذیر حسین — محمد عبد الرب

محمد یوسف — محمد کریم اللہ — منصور علی — فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۲۰۲

تشریح:۔ جس پانی میں گیند گرا ہے اگر وہ قلتین سے کم ہے تو پانی ناپاک ہے اگر قلتین ہے یا زیادہ تو قرآن اور حدیث کی رو سے کثیر پانی ہونے کی وجہ سے پاک ہے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔
واللہ اعلم بالصواب
حررہ علی محمد سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ مغربی پاکستان، خانیوال ۹ شوال ۱۳۹۱ھ

سوال :۔ دیگر ایک جوتی استعمالی اندرون چاہ سے نکلی اور وہ جوتی سائیس کی تھی اور اس چاہ میں پانی کثرت سے نہیں ہے۔ فقط

الجواب :۔ اگر جوتی مندرجہ سوال ناپاک ہے تو سارا پانی چاہ کا نکالنا آتا ہے۔ ہمچنین است در کتب فقہ واللہ اعلم۔ حررہ محمد مسعود نقشبندی کذا فی کتب الحنفیہ سید نذیر حسین

محمد عبدالرب | محمد کریم اللہ

(فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۲۰۲)

تشریح :۔ اگر پانی قلتین سے کم ہے تو ناپاک جوتا گرنے سے پانی ناپاک ہوجائے گا اور قلتین کیصورت میں ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں جیسا کہ کتب حدیث میں ہے۔

علی محمد سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان ۹ر شوال ۱۳۹۱ھ

سوال :۔ چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ عند الحنفیہ از افتادن پیخال زاغ چاہ نجس می شود یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ درصورت مرقومہ برماہران فقہ مخفی نیست کہ در پیخال غیر ماکول اللحم روایات شتی است در ہدایہ چنین است :۔ وان اصابہ خرؤ ما لا یوکل لحمہ من الطیور اکثر من قدر الدرھم اجزأت الصلوٰۃ فیہ عند ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمۃ اللہ علیہما وقال محمد رحمۃ اللہ علیہ لا یجوز فقد قیل ان الاختلاف فی النجاسۃ وقد قیل فی المقدار وھو الاصح وھو یقول ان التخفیف للضرورۃ ولا ضرورۃ لعدم المخالطۃ فلا یخفف ولھما انھا تذرق من الھواء والتحامی عنہ متعذر فتحققت الضرورۃ ولو وقع فی الاناء قیل یفسدہ وقیل لا یفسدہ لتعذر صون الاوانی عنہ کذا فی الھدایۃ وصورۃ الاختلاف فی النجاسۃ یعنی انہ طاھر عندھما وھو المنقول عن الکرخی ونجس عند محمد انتھی۔ ما فی العنایۃ مختصراً۔

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حنفیہ کے نزدیک اگر کنویں میں کوے کی بیٹ گر جائے تو کنواں ناپاک ہے یا نہیں؟

الجواب :۔ جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کی بیٹ کے متعلق فقہ میں مختلف روایتیں ہیں۔ ہدایہ میں ہے، اگر غیر ماکول اللحم جانور کی بیٹ درہم سے زیادہ لگ جائے، تو اس کپڑے سے امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک

اما ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ فلہ روایتان التخفیف والطھارۃ واما التغلیظ فلم ینقل عنہ وقد اختلف الامامان الھندوانی والکرخی فیما نقلاہ عن الامتنانیہ فروی الھندوانی انہ مخفف عند الامام و مغلظ عندھما وروی الکرخی انہ طاھر عندھما مغلظ عند محمد رحمۃ اللہ علیہ وصحح قاضی خان فی شرح الجامع الصغیر انہ نجس عند ابی حنیفۃ وابی یوسف حتی لو وقع فی الماء القلیل افسدہ وقیل لا یفسدہ لتعذر صون الاوانی عنہ وصحح صاحب المبسوط روایۃ الکرخی وھی الطھارۃ عندھما انتھی ما فی البحر مختصراً۔

پس در صورت اختلاف میان طہارت ونجاست مخففہ چنانکہ مذکور شد، در افتادن خرء مالا یوکل لحمہ در آب اوانی است، یعنی بتصحیح قاضی خان آب فاسد می شود، وبروایت کرخی و تصحیح صاحب مبسوط فاسد نمی شود پاک می ماند۔ اما مسئلہ چاہ در افتادن خرء مالا یوکل لحمہ مستثنیٰ وخارج است عام است کہ نجاست مخففہ باشد یا طاہر، چنانکہ از در مختار وطحطاوی واضح می شود من نجاسۃ مخففۃ کبول ماکول اللحم وخرء وطیر من السباع اوغیرھا غیر ماکول وقیل طاھر وصحح ثم الخفۃ انما تظھر فی غیر الماء فلیحفظ کذا فی در المختار قولہ ثم الخفۃ انما تظھر فی غیر الماء مفھومہ ان الخفیفۃ کلھا تنجس ویستثنیٰ منہ خرء طیر مالا یوکل بالنسبۃ الی البیر فانہ لاینجسھا کما ذکرناہ آنفا حلبی انتھی ما فی الطحطاوی۔ پس بموجب قول صاحب در مختار وطحطاوی وابراہیم حلبی از افتادن پنچال زاغ چاہ نجس نشود کما لایخفی علی المتامل واللہ اعلم بالصواب حررہ سید شریف حسین عفی عنہ

الجواب صحیح والرای نجیح ——— سید محمد نذیر حسین[128]

نماز جائز ہے، امام محمد کے نزدیک جائز نہیں، پھر بعض کے نزدیک تو اختلاف نجاست غیر نجاست میں ہے اور بعض کے نزدیک مقدار میں، اور یہ صحیح آخری شق ہے، امام محمد کہتے ہیں نجاست خفیفہ کسی ضرورت کی بنا پر "خفیفہ" بنتی ہے اور یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے اور شیخین کہتے ہیں، کہ یہ مجبوری کی بنا پر ہے کیونکہ پرندے ہوا سے بیٹ پھینک دیتے ہیں اور اس سے بچنا مشکل ہے، تو ضرورت پیدا ہو گئی اگر ایسے پرندے کی بیٹ برتن میں گر پڑے تو اس میں بھی اختلاف ہے، بعض کے نزدیک وہ پلید ہے اور بعض کے نزدیک نہیں، کرخی کے قول کے مطابق شیخین کے نزدیک ایسے پرندوں کی بیٹ سرے سے پلید ہی نہیں، محمد اس کو پلید کہتے ہیں، ہندوانی نے کہا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک یہ بیٹ نجاست خفیفہ ہے اور صاحبین کے نزدیک غلیظہ، قاضی خان نے کہا ہے، کہ ایسے پرندوں کی بیٹ شیخین کے نزدیک نجس ہے اگر تھوڑے پانی میں گرے تو ناپاک ہو جاتا ہے اور کرخی کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک نجس نہیں ہے اور صاحب مبسوط نے اسی کو پسند کیا ہے، علامہ طحطاوی نے کہا ہے "اگر ایسے پرندوں کی بیٹ کنویں میں گر پڑے، جن کا گوشت کھانا حرام ہے تو اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا، در مختار میں بھی ایسا ہی ہے، حلبی کا بھی یہی قول ہے، تو ان تینوں کے فتویٰ پر پانی پاک ہے۔ واللہ اعلم

سوال :۔ بخدمت جناب مولانا مولوی حافظ عبد اللہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
بعد سلام مسنون کے واضح ہو کہ بھگیاڑی میں سخت شور مچ رہا ہے کہ وہابی لوگ کتے کا جوٹھا پاک جانتے ہیں کیونکہ ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ کتے کا جوٹھا پانی بالکل پاک ہے اگرچہ برتن میں ہو اس پر سخت تنازعہ ہو رہا ہے بلکہ کسی وقت لڑائی تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے اس کی بابت بہت کوشش سے جواب لکھیں آپکو ہر دو فریقین نے حاکم تسلیم کر لیا ہے۔ (سائل مذکور)

جواب :۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طہور اناء احدکم اذا ولغ فیہ الکلب ان یغسلہ سبع مرات اولھن بالتراب اخرجہ مسلم وفی لفظ لہ فلیرقہ (الحدیث) بلوغ المرام ص۷

ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا جب کتا برتن میں لگے تو اس کی پاکی یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھویا جائے پہلی بار مٹی سے اس کو مسلم نے روایت کیا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ برتن میں جو کچھ ہے گرا دیں ، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کتے کا جوٹھا ناپاک ہے کیوں کہ جب برتن ناپاک ہو گیا جس کے پاک کرنے کا طریق آپ نے یہ بتایا کہ سات مرتبہ دھویا جائے تو جو کچھ برتن میں ہے وہ بطریق اولیٰ ناپاک ہو گیا۔ اور اسی لیے اس کے گرانے کا حکم دیا اور اس سے معلوم ہو گیا کہ کتے کا گوشت بھی نجس ہے کیوں کہ جوٹھا لعاب کی وجہ سے نجس ہے اور لعاب گوشت سے نکلتا ہے تو وہ بھی نجس ہوا۔

اگر مولوی صاحب نے پاک ہونے کا فتویٰ دیا ہے تو اس کو اس حدیث کا علم نہیں ہوگا، ورنہ اہلحدیث کا یہ مذہب کیسے ہو سکتا ہے اہلحدیث کا مذہب تو قرآن وحدیث ہے نہ کسی کی رائے۔

بہت لوگ خاص کر بریلوی پارٹی اہل حدیث پر اس قسم کی تہمتیں لگا کر بدنام کرنا چاہتی ہے جس کی تھوڑی سی تفصیل پرچہ تنظیم اہلحدیث جلد ۳ نمبر ۹ میں ہو چکی ہے۔

عبد اللہ امرتسری مقیم روپڑ ضلع انبالہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ تنظیم اہلحدیث جلد ۳ نمبر ۱۵

الجواب صحیح الراقم علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ مایان کہ مذہب حنفی داریم پس در صورت تعذر تمام آب کشیدن از چاہیکہ نجس شدہ چہ کنیم جواب از کتب فقہ حنفیہ تحریر فرمودہ شود، بینوا توجروا۔

سوال :۔ ہم لوگ حنفی مذہب کے ہیں لہذا فقہ کی کتابوں سے بتائیں کہ اگر کنویں کا سارا پانی نکالنا مشکل ہو تو کیا کیا جائے۔

الجواب :۔ درصورت تعذر تمام آب کشیدن بر قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ عمل باید کرد، کہ دو صد دلو بنا بر وجوب است و یک صد دلو زیادہ بنا بر استحباب است چنانچہ فتویٰ برین روایت است از روئے شدت احتیاج۔

فالفتویٰ علی قول محمد نزح ثلاث مائۃ دلو کذا فی الفتاوی القنیۃ وعلیہ الفتوی انتہی

وہمیں طور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہٗ فتویٰ می دادند بنا بر سہولت و عدم حرج و عموم بلویٰ، و در کتاب ملتقی الابحر نوشتہ وان لم یمکن نزح ندر ماکان فیہا یفتی بنزح مائتی دلو الی ثلاث مائۃ وما زاد من الوسط احتسبت بہ کذا فی الملتقی وقیل یفتی بمائتین الی ثلاث مائۃ وھذا الیسر وذالک احوط کذا فی الدر المختار۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہٗ

سید محمد نذیر حسین

(فتاویٰ نذیریہ جلد اول صہ ۲۰۳)

تشریح :۔ پانی کثیر ناپاک چیز گرنے سے بالاتفاق پاک رہتا ہے کثیر پانی کی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے، مولانا عبد الحیٔ لکھنوی حنفی نے تعلیق الممجد شرح موطا امام محمد میں اس کے متعلق علماء کے پندرہ قول ذکر کئے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱:۔ داؤد ظاہری کے نزدیک رنگ، بو، مزہ بدل جانے سے بھی پانی پاک رہتا ہے کیوں کہ حدیث میں ہے الماء طہور لا ینجسہ شیٔ یعنی پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی ۲:۔ نزد مالکیہ حدیث الماء طہور لا ینجسہ شیٔ الا ان تغیر ریحہ او طعمہ او لونہ کے مطابق ناپاک چیز گرنے سے پانی کا رنگ، بو، مزہ بدل جائے تو ناپاک ہو جاتا ہے ۳:۔ نزد شافعی بحدیث اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث جب پانی قلتین ہو تو ناپاک شئی کو برداشت نہیں کرتا۔

باقی بارہ۱۲ قول احناف کے ہیں اوّل ان میں سے وہ قول جو امام محمد نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کیطرف منسوب کیا ہے اور وہ قول تحدید بالتحریک ہے، قول ثانی تحدید بالکدرۃ ہے ثالث تحدید بالصبغ ہے رابع تحدید بالسبع فی السبع ہے خامس تحدید بالثمانیہ فی الثمانیہ، سادس عشرین فی عشرین سابع العشر فی العشر اور یہ جمہور متاخرین کا مذہب ہے ثامن خمستہ عشر فی خمستہ عشر تاسع اثنا عشر فی اثنا عشر، مذہب اوّل میں تین روتین ہیں تحریک بالید، تحریک بالغسل، تحریک بالوضو علماء احناف کے یہ ۱۲ اقوال ہیں۔ سابقہ تینوں کو ملانے سے پندراں۱۵ قول ہوئے ۔ مولانا عبد الحیٔ فرماتے ہیں۔ میں نے

الجواب :۔ اس صورت میں امام محمد کے قول پر عمل کیا جائے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ دو۲۰۰سو ڈول لازمی طور پر نکالے جائیں، اور اگر تین سو ڈول نکالیں تو بہتر ہے اور فتویٰ اسی روایت پر ہے، شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے بھی بنا بر سہولت اور عدم حرج کے اسی پر فتویٰ دیا ہے ملتقی الابحر اور در مختار میں بھی ایسا ہی ہے۔ واللہ اعلم

کتب احناف اور غیر احناف کا بہت مطالعہ کیا لیکن ارجح اور اقویٰ مذہب دوسرا یعنی مذہب مالکیہ پھر تیسرا یعنی مذہب شافعیہ پھر چوتھا مذہب یعنی ہمارے اصحاب قدماء کا، باقی تمام مذاہب ضعیف اور بے دلیل ہیں، میں کہتا ہوں چوتھے مذہب کی بنا بھی محض رائے ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں کوئی دلیل نہیں جیسا کہ محدث الہند العلامۃ الشیخ ولی اللہ الدہلوی نے حجۃ اللہ میں فرمایا ہے وقد أطال القوم فی فروع موت الحیوان فی البئر والعشر فی العشر والماء الجاری ولیس فی کل ذلک حدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم البتۃ وأما الآثار المنقولۃ عن الصحابۃ والتابعین کأثر ابن الزبیر فی الذنجی وعلی رضی اللہ عنہ فی الفارۃ والنخعی والشعبی فی نحو السنور فلیست مما یشھد لہ المحدثون بالصحۃ ولا مما اتفق علیہ جمہور اھل القرآن الاولی وعلی تقریر صحتھا یمکن ان یکون ذلک تطییبا للقلوب وتنظیفا للماء لا من جھۃ الوجوب الشرعی کما ذکر فی کتب المالکیۃ ودون نفی ھذا الاحتمال خرط القتاد وبالجملۃ فلیس فی ھذا الباب شئ یعتد بہ ویجب العمل علیہ وحدیث القلتین اثبت من ذلک کلہ بغیر شبھۃ ومن المحال ان یکون اللہ تعالیٰ شرع فی ھذہ المسائل لعبادہ شیئا زیادۃ علی مالا ینفکون عنہ من الارتفاقات وھی مما یکثر وقوعہ وتعم بہ البلوی ثم لا ینص علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نصا جلیا ولا یستفیض فی الصحابۃ ومن بعدھم ولا حدیث واحد فیہ واللہ اعلم ص۱۸۵ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فلسفہ شریعت حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ کنوئیں وغیرہ میں اگر کوئی حیوان مرجائے تو اس کے متعلق قوم نے طول طویل کلام کی ہے اور اس بارہ میں جو بھی اقوال مروی ہیں ان کی تائید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث مروی نہیں جو صحابہ اور تابعین سے آثار منقولہ ہیں ان پر کسی محدث نے صحت نہیں فرمائی اور قرون اولیٰ کے جمہور علماء کا اتفاق بھی نہیں ہوا اگر آثار منقولہ کی صحت بھی تسلیم کیجائی تو وجوب شرعی ثابت نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ اطمینان قلب کے لئے پانی کھینچا گیا ہو، یا پانی کی صفائی کے لئے کیا گیا ہو اس احتمال کے علاوہ کانٹے پر ہاتھ مارنے کے مصداق ہے۔ فافہم وتدبر ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب

حررہ علی محمد سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ مغربی پاکستان خانیوال ۱۵ / شوال ۱۳۹۱ھ

سوال :۔ اگر کسی کنوئیں میں بلی یا چوہا گر کر مرجائے تو کتنے ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو گا؟ حکیم عبدالمنان

الجواب :۔ بلی چوہے کو نکال کر باہر پھینک دینا چاہیئے اس کے بعد دیکھنا چاہیئے کہ اگر پانی میں بدبو پیدا ہو گئی ہے یا مزہ بدل گیا ہے یا پانی کا رنگ خراب ہو گیا ہے تو اتنا پانی کھینچنا چاہیئے جس سے کہ یہ اوصاف دور ہو جائیں، پھر یہ پانی پاک ہو جائے گا، اگر بلی یا چوہے کے گرنے سے پانی کے اوصاف ثلاثہ نہیں بدلے تو پانی

پاک ہے، اس میں سے ڈول کھینچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

محمد یونس صدر مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی (گزٹ اہلحدیث جلد ۹ شمارہ ۹)

الجواب صحیح الراقم علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ اگر دس یا پندرہ یا بیس سیر دودھ یا شربت یا گھی گرم شدہ میں ناپاکی پڑ جائے تو کیا سب خراب تصور ہوگا یا کیسے کیا جائے۔ قرآن و حدیث سے جواب دیا جائے۔

الجواب :۔ حدیث شریف میں آیا ہے اگر گھی گرم میں چوہا پڑ جائے تو اس کے نزدیک نہ جاؤ، چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں :۔ وان کان مائعا فلا تقربوہ (ابوداؤد شریف) اگر پگھلا ہوا (گھی ہو) تو اس کے نزدیک نہ جاؤ، یہی حکم شربت اور دودھ کا ہے۔ (فتاوی ثنائیہ جلد اول صفحہ ۳۰)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ کتے نے گنے کے رس سے بھرے ہوئے برتن میں منہ ڈالا اس سے گڑ تیار کر لیا گیا، اب وہ گڑ قابل استعمال ہے یا نہیں، کہتے ہیں آگ سے جلی ہوئی چیز پاک ہو جاتی ہے۔

الجواب :۔ بعض ائمہ نے شکاری کتے کے جوٹھے پر محمول کر کے اجازت دی ہے، مگر امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے ناجائز لکھا ہے، اس لئے احوط مذہب یہی ہے کہ مسلمان کو پرہیز کرنا چاہیئے، اور گڑ مویشیوں کو کھلا دینا چاہیئے۔ آگ سے پکی ہوئی چیز کے پاک ہونے کا مسئلہ حدیث شریف کا نہیں ہے۔

(قوانین فطرت ص۵ جلد ۷) الجواب صحیح علی محمد سعیدی خانیوال

سوال :۔ گنے کا رس جس بیلنا میں نکالا جاتا ہے اس بیلنا کو رات کتے چاٹتے رہتے ہیں۔ صبح اسی ناپاک بیلنا میں پھر رس نکلنا شروع ہو جاتا ہے کیا یہ رس اور اس کا گڑ پاک رہتا ہے عوام کہتے ہیں آگ پر پک جانیوالی چیز پاک ہو جاتی ہے۔

اخبار قوانین فطرت میں اسی سوال کے جواب میں لکھا ہے جب کے چاٹنے کا یقین ہو جائے تو پھر وہ رس اور اس کا پکا ہوا گڑ بالکل ناپاک ہے اس بیلنا اور کڑاہ کو ایک بار مٹی سے اور چھ بار پانی سے دھو کر استعمال کریں ورنہ دینی اور دنیوی طور پر یہ جرم عظیم ہے اس مسئلہ کے بارہ میں آپ اپنی تحقیق سے

مستفیض فرمادیں۔

الجواب:۔ کتے کے جوٹھے کے متعلق حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس برتن میں کوئی ایسی شئے ہے جس کا اراقہ ہو سکے یعنی اس کو بہایا جا سکے جیسے پانی دودھ وغیرہ اس کو اگر کتا نوش کر جائے تو اس کو گرانا چاہیئے کیوں کہ اس کی لعاب سرایت کر گئی ہے اسے گرا دینا چاہیئے اور سات مرتبہ دھونا چاہیئے آٹھویں بار یا ایک مرتبہ اوّل آخر اس کو مٹی سے صاف کیا جائے پھر وہ پاک ہو گا محدثین اس کے متعلق مختلف القول ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ نجس ہو جاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ نجس نہیں بلکہ کسی زہریلے مادے کی وجہ سے اسے صاف کرنا پڑتا ہے گویا کہ یہ ایک تعبدی امر ہے جیسا کہ امام بخاری اور امام مالکؒ کا خیال ہے۔ احناف بھی سات مرتبہ دھونے کے قائل نہیں بلکہ تین بار کافی ہے اور امام مالک بھی تثلیث کے قائل ہیں۔ جمہور محدثین سات مرتبہ (تسبیع) کے قائل ہیں جیسے حدیث میں صریحاً وارد ہے لہٰذا بہتر تو یہی ہے کہ اگر کوئی ایسی شئی اس میں موجود ہے جو سارے برتن میں سرایت کر سکتی ہے تو سارا برتن دھویا جائے اور اگر کوئی ایسی شئی نہیں بلکہ خشک برتن ہے صرف شیرینی کی وجہ سے چاٹ گیا ہے تو پھر اسی جگہ کو دھویا جائے جس جگہ سے اس نے چاٹا ہے۔ اور اس جگہ کے چاٹنے کا یقین ہو اگر کسی نے کتے کو چاٹتا نہیں دیکھا ویسے ہی ظن غالب کی بنا پر اسے شک ہے تو پھر ظنون کی تابعداری کرنا اور ضروری پلید سمجھ لینا اس کو ایک انتہائی پرہیزگاری تو کہا جا سکتا ہے کہ روزانہ ایسے مقامات کو دھو کر استعمال کرنا مگر شرعی حکم کے لحاظ سے مظنون جگہ کا بغیر دیکھتے دکھائے دھونا لازم نہیں ہے ہاں اگر آنکھوں سے دیکھے کتا چاٹ جائے تو اس جگہ کا دھونا ضروری ہے اگر وہ برتن اتنا بڑا ہے جیسے بڑے کڑاہے ہوتے ہیں جس میں قلتین کا پانی سما سکتا ہے تو وہ کتے بلے درندوں کے منہ ڈالنے سے ناپاک نہیں ہوتے جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منقول ہے کہ جنگلی حوضوں سے پانی استعمال کر لیا کرتے تھے، اور لوگوں کو بتانے سے بھی منع کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے ترد علینا ونرد علیھا الخ یعنی درندے کبھی ہم سے بعد پیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے بعد پیتے ہیں۔ کما ھو فی المبسوطات کالفتح والنیل۔

ھٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

انا العبد الفقیر الی ربہ الغنی الکبیر ابو الحسن عبد اللہ بڈھیمالوی صدر مدرس جامعہ سلفیہ

۲۷ شوال، ۷۱-۱۲-۱۸

سوال :۔ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ جس طرح کسی برتن سے کوئی کتا کھا جائے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر بلی کھا جائے تو وہ برتن بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ (نور احمد فتحپوری)

الجواب :۔ غلط ہے بلی کے کھانے سے برتن ناپاک نہیں ہوتا۔ یہ الگ بات ہے، اگر جی نہ چاہے تو نہ کھائیے برتن صاف کرنا ہو تو کر لیجئے مگر کتے کے حکم میں نہیں ہے۔ (بلکہ حدیث سے تو یہ ثابت ہے کہ بلی کے کھانے سے اس کا بقیہ کھانا بھی ناپاک نہیں ہوتا۔) یہ لکھنے والا غلط لکھ گیا ہے۔ (اہلحدیث سوہدرہ جلد ۳ شمارہ ۴۵)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ مکرمی حافظ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ ایک ضروری مسئلہ درپیش ہے، جواب سے جلد مرحمت فرمائیں:۔ "بلی کا جوٹھا قرآن وحدیث کے دلائل سے پاک ہے یا پلید؟ اور اگر بلی کسی پانی والے برتن میں منہ ڈال دے تو اس سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر بلی کسی ہانڈی میں منہ ڈال دے تو وہ کھانا پاک ہے یا پلید؟ قرآن وحدیث کی رو سے یہ مسئلہ مدلل بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر دے گا۔ نیز کتاب کا حوالہ اور متن ضرور ارقام فرمائیں۔ (سائل عاشق حسین)

الجواب بعون الوهاب :۔ بلی کا جوٹھا پاک ہے۔ پانی کے برتن میں بلی منہ ڈال دے تو اس پانی سے وضو کرنا بھی جائز ہے۔ ان مسائل کے لئے احادیث درج ذیل ہیں۔

عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الھرۃ انھا لیست بنجس انما ھی من الطوافین علیکم (ابوداود، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے متعلق فرمایا کہ یہ پلید نہیں ہے۔ یہ تم پر (ہر وقت) پھرنے والوں میں سے ہے۔ (حدیث دوم) عن داود بن صالح بن دینار عن امہ ان مولاتھا ارسلتھا بھریسۃ الی عائشۃ قالت فوجدتھا تصلی فاشارت الی ان ضعیھا فجاءت ھرۃ فاکلت منھا فلما انصرفت عائشۃ عن صلوتھا اکلت من حیث اکلت الھرۃ فقالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضؤ من فضلھا۔ (رواہ ابو داؤد، مشکوۃ باب احکام المیاہ فصل ۲) حضرت داود بن صالح بن دینار اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی لونڈی کے ہاتھ حضرت عائشہ رضی کی خدمت میں حلیم کی قسم کا کھانا بھیجا۔ حضرت عائشہ رض نماز پڑھ رہی تھیں، لونڈی کو اشارہ سے کھانا رکھنے کے لئے فرمایا۔ بلی آئی اور اس نے اس میں سے کچھ کھالیا، حضرت عائشہ رض نے

نماز سے فارغ ہو کر وہیں سے کھالیا، جہاں سے بلی نے کھالیا تھا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلی کے جوٹھے پانی سے وضو فرمالیا کرتے تھے۔ ان احادیث میں سوالات کا جواب تفصیلاً آگیا، مزید لکھنے کی ضرورت نہیں۔ حافظ عبدالقادر روپڑی جامعہ اہلحدیث لاہور "تنظیم اہلحدیث جلد ۱۹ شمارہ ۱۸"

الجواب صحیح الراقم علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ اونٹ کا پیشاب پینا مریض کے لئے حدیث میں ہے مگر بڑی مکروہ چیز ہے، کیسے جائز ہوا؟ ہندو لوگ عورت کو نفاس کی حالت میں گائے کا پیشاب پلاتے ہیں کیا باعث اعتراض نہیں ہے۔ (سائل مذکور)

الجواب :۔ حدیث شریف میں بطور دوائی استعمال کرنا جائز ہے، جسکو نفرت ہو وہ نہ پیئے لیکن حلت کا اعتقاد رکھے ایسا ہی گائے بکری کے بول کے متعلق بھی آیا ہے۔ لا باس ببول ما یوکل لحمہ

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۵۵) الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ اگر کسی کپڑے کو گوبر یا پیشاب حلال جانور ماکول اللحم کا لگا ہوا ہو اور اس سے بچنا محال اور مشکل ہو، جیسا کہ دیہاتیوں کے لئے مشکل ہے تو اس کپڑے میں نماز جائز و درست ہے یا نہیں اور ماکول اللحم کا گوبر یا پیشاب پاک ہے یا پلید؟ (سائل ایک اعرابی)

الجواب :۔ ماکول اللحم کا بول و براز عند الشرع پاک ہے (دیکھو مشکوٰۃ) اور جس کپڑے پر وہ لگا ہوا ہو اس میں نماز پڑھنی درست ہے۔ کراہت طبعی دیگر شے ہے اگر دھو لیا جائے تو بہتر ہے ورنہ کوئی قباحت شرعی نہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرابض الغنم بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے، نیز ماکول اللحم کا بول و براز بطور ادویات کے استعمال کرنا جائز ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اصحاب کو اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم فرمایا تھا (سنن نسائی، وغیرہ) ہاں فقہ حنفیہ مثل درمختار وغیرہ عربی اور مثل مفتاح الجنۃ وغیرہ اردو میں لکھا ہے کہ اگر کپڑے پر مثل درہم شرعی یعنی ہتھیلی کے برابر نجاست غلیظہ (مثل پاخانہ انسان وغیرہ) لگی ہوئی ہو تو بھی نماز پڑھ لینی جائز و درست ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ وھذا غلط جداً فقط

(مفتی) ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار وصانہ عن شرور الاشرار

الجواب صحیح والرای نجیح ابو محمد عبدالوہاب امام جماعت غرباء اہلحدیث

فاضلِ مجیب بارک اللہ فی علمہ وفہمہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ یقیناً صحیح ہے۔

ابوخلیل عبدالجلیل خاں مدرس مدرسہ موری دروازہ دہلی

ابوالخلیل عبدالجلیل جھنگوی
خادم شریعت نبوی

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان۔

فتاویٰ ستاریہ جلد اول صہ ۱۰۵

سوال :۔ اگر کسی کپڑے میں گوبر یا پیشاب ماکول اللحم کا لگا ہوا ہو تو اس کپڑے میں نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں اور ماکول اللحم کا گوبر یا پیشاب پاک ہے یا نہیں؟ (محمد اسماعیل پٹنہ)

جواب :۔ ماکول اللحم کا گوبر یا پیشاب پاک ہے اور جس کپڑے میں لگا ہوا ہو اس میں نماز پڑھنی درست ہے۔ طبعی شئے دیگر ہے، اگر دھو لیا جائے تو بہتر ہے ورنہ شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرابض الغنم یعنی بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے (نیز بطور ادویات کے استعمال کرنا درست ہے چنانچہ آپ نے چند اصحاب کو اونٹنیوں کا دودھ و پیشاب پینے کا حکم فرمایا۔ (کتب صحاح ستہ)

(فتاویٰ ستاریہ جلد اول صہ ۶۳)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ جھٹکا کیے ہوئے جانوروں کا چمڑا پاک ہے یا نہیں۔ اور اس کی تجارت درست ہے، یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ جو جانور جھٹکا سے مارا جاتا ہے وہ حکم میں مردار کے ہے اور مردار کا چمڑا بعد دباغت دینے کے پاک ہو جاتا ہے اور جب اس کا چمڑا پاک ٹھہرا تو جس طرح چاہے اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے اس لئے اس کی اگر تجارت کی جائے تو جائز ہے، واللہ اعلم بالصواب حررہ العبد العاجز عین الدین عفی عنہ سید محمد نذیر حسین

ھو الموفق :۔ جھٹکا کیے ہوئے جانوروں کا چمڑا قبل دباغت کے ناپاک ہے اور اس کی تجارت جائز نہیں۔ اور بعد دباغت کے پاک ہے اور اس کی تجارت بھی جائز ہے۔ واللہ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکپوری عفی عنہ

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان فتاوی نذیریہ جلد اول صہ ۱۹۹

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جانور مردار ماکول اللحم کے چمڑے سے بعد دباغت کے

انتفاع جائز ہے یا نہیں اور بہ تقدیر جواز غرض یہ ہے کہ یہ انتفاع عام ہے مثل بیع و شرا و ساخت ڈول و بستر وغیرہ وغیرہ یا خاص ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جانور مردار ماکول اللحم کے چمڑے سے بعد دباغت کے انتفاع جائز ہے اور بجز کھانے کے اس سے ہر قسم کا انتفاع جائز ہے مثلاً بیع و شرا و ساخت ڈول و بستر وغیرہ عن عبد اللہ بن عباس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا دبغ الاھاب فقد طھر رواہ مسلم وعنہ قال تصدق علی مولاۃ لمیمونۃ بشاۃ فماتت فمر بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ھلا اخذ تم اھابھا فدبغتموہ فانتفعتم بہ فقالوا انھا میتۃ فقال انما حرم اکلھا متفق علیہ وعن سودۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت ماتت لنا شاۃ فدبغنا مسکھا ثم مازلنا ننبذ فیہ حتی صار شنا رواہ البخاری (مشکوٰۃ شریف)

یہ احادیث صاف صاف دلالت کرتی ہیں کہ جانور مردار کے چمڑے سے بعد دباغت کے ہر قسم کا انتفاع جائز ہے۔ ہاں اس کا کھانا البتہ حرام ہے۔ حررہ عبدالرحیم اعظم گڑھی عفی عنہ

سید نذیر حسین

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۱۹۹

سوال:۔ جنبی آدمی کا پسینہ اگر پاک کپڑے میں لگ جائے تو کپڑا پاک رہتا ہے یا ناپاک ہو جاتا ہے؟

الجواب:۔ اگر جنابت کے علاوہ جسم پر اور ظاہری نجاست نہیں ہے تو ایسے جنبی آدمی کا پسینہ کپڑے میں لگ جائے تو کپڑا پاک رہتا ہے۔ (بخاری) عبدالسلام بستوی دہلوی (الاعتصام جلد ۱۹ شمارہ نمبر ۴)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ ایک شخص پیشاب کر رہا تھا۔ پیشاب کی چھینٹیں اس کے بدن پر پڑیں اس نے فوراً پانی سے دھو ڈالا، یا ڈھیلے سے سوکھا ڈالا۔ وہ شخص پاک رہیگا یا غسل کی حاجت رہے گی۔

الجواب:۔ پیشاب کی چھینٹیں بدن پر پڑنے سے غسل کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے، فقط اس مقام کو جہاں چھینٹیں پڑی ہیں دھو ڈالنا چاہیئے۔ حررہ عبدالرحیم عفی عنہ

(فتاویٰ نذیریہ ص ۱۱۱، ۱۱۲ جلد اول)

الجواب صحیح۔ علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ حقہ کشی اور کھانا تمباکو کا اور استعمال اس کا ناک میں حرام ہے اور پانی اس کا ناپاک ہے پس زید کا یہ قول صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ واضح ہو کہ حقہ کشی میں علماء کا اختلاف ہے بعض حرمت کے قائل ہیں اور بعض اباحت مع الکراہت کے اور بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے رد المحتار میں ہے اضطربت اراء العلماء فیہ فبعضهم قال بکراهته وبعضهم قال بحرمته وبعضهم باباحته وافردوه بالتالیف وفی شرح ابو هبانیة ح یمنع من بیع الدخان وشربه۔ وشاربه فی الصوم لاشك یفطر وللعلامة الشیخ علی الاجهوری رسالة نقل فیها انه افتی بحله من یعتمد علیه من ائمة المذاهب الاربعة قلت والف فی حله سیدنا العارف عبد الغنی النابلسی الحنفی رسالة سماها الصلح بین الاخوان فی اباحة شرب الدخان واقام الطامة الکبریٰ علی القائل بالحرمة او الکراهة فانهما حکمان شرعیان لابد لهما من دلیل ولا دلیل علی ذلك فانه لم یثبت اسکاره ولا تفتیره ولا اضراره وان فرض اضراره للبعض لایلزم منه تحریمه علی کل احد انتهی اور شیخ عبد الخالق زبیدی تحریر فرماتے ہیں۔ قد تکلم العلماء المتاخرون فی ذلك لانه لم یکن فی القرون السالفة فمنهم من فرط فی ذمه ومنهم من فرط فی مدحه ومنهم من توسط وقال انه مکروه تحریما وهذا عندی احسن الاقوال واعدلها اذلا قاطع بتحریمه ولیس کل موذٍ ومنتن حراماً والا لکان اکل الثوم والبصل والفجل والکراث حراما هذا کله فی شرب دخانه واما اکله وشمه فهو مکروه تنزیها عندی لانهما دون شرب دخانه انتهی۔

جو لوگ حقہ نوشی کی حرمت کے قائل ہیں ان کا قول ناقابل اعتماد ہے اس واسطے کہ حرمت موقوف ہے اوپر دلیل قطعی کے اور قائلین حرمت نے حرمت پر کوئی دلیل قطعی قائم نہیں کی ہے بلکہ جتنی دلیلیں وہ پیش کرتے ہیں کل کی کل ظنی ہیں اور وہ بھی مخدوش۔ اور جو لوگ اباحت مطلق کے قائل ہیں ان کا قول بھی لائق اعتماد نہیں اس واسطے کہ ان کے دلائل بھی مخدوش ہیں۔ اور جو لوگ اباحت مع الکراہت کے قائل ہیں ان کا قول البتہ قابل اعتماد ہے یہ گفتگو حقہ نوشی میں ہے۔ رہا تمباکو کا کھانا اور استعمال کرنا اس کا ناک میں سو کوئی دلیل معتبر اس کی کراہت پر قائم نہیں ہے اور تمباکو ایک پاک چیز ہے اور اس کا دھواں بھی پاک ہے پس اس کے پانی کے ناپاک ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور دھوئیں کی وجہ سے پانی جو متغیر ہو جاتا ہے سو اس سے وہ پانی ناپاک نہیں ہو سکتا کیوں کہ نجاست کی وجہ سے پانی میں جب تغیر ہوتا ہے تب پانی ناپاک ہوتا ہے اور کسی پاک چیز کی وجہ سے تغیر ہو تو ناپاک نہیں ہوتا۔ ہمارے اتنے بیان سے معلوم ہوا کہ زید کا قول غلط ہے۔

زید کو لازم ہے کہ بلا دلیل کسی چیز کو حرام اور ناپاک کہنے سے احتراز کرے، واللہ تعالےٰ اعلم

حررہ خلیل الرحمٰن غفرلہ المنان عفی عنہ

واضح ہو کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی نہ اس کے کرنیسے ثواب اور نہ اس کے ترک میں عتاب جیسا کہ آیت قرآنی اس امر پر دال ہے قال اللہ تعالےٰ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ فتح البیان میں تحت اس آیت کے لکھا ہے فیہ دلیل علی ان الاصل فی الاشیاء المخلوقۃ الاباحۃ حتی یقوم دلیل یدل علی النقل عن ھذا الاصل ولا فرق بین الحیوانات وغیرھا مما ینفع بہ من غیر ضرر وفی التاکید بقولہ جمیعا اقوی دلالۃ علی ھذا انتہی۔ مختصراً اور تفسیر اکلیل میں ہے استدل بہ علی ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ الا ما ورد الشرع بتحریمہ پس جب معلوم ہوا کہ اصل ہر شے میں اباحت ہے تو اب مسئلہ مسئول عنہا میں دیکھنا چاہیئے کہ آیا یہ از قبیل اباحت ہے یا حرمت تو ہم جس وقت تمباکو اور حقہ کے اوصاف تلاش کرتے ہیں تو کوئی علت حرمت کی نہیں پاتے بناءً علیہ حقہ نوشی و تمباکو کھانا اپنے اصل اباحت پر رہیگا باقی رہا یہ امر کہ اس کے پینے والے کے منہ سے بدبو آتی ہے تو یہ وصف باعث حرمت کا نہیں ہو سکتا اگر یہ وصف باعث حرمت کا ہو تو لہسن و پیاز و مولی و گندنا وغیرہ بھی حرام ہونا چاہیئے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا ہے بلکہ کھا کر مسجد میں جانے کو منع فرمایا ہے تو یہاں پر بھی حقہ پینا ممنوع نہیں ہوگا بلکہ وہ حقہ پی کر مسجد میں جانا ممنوع ہوگا جس کے پینے سے منہ بدبو کرتا ہے اور بعد دفع کرنے بدبو کے مسواک وغیرہ سے جائز ہوگا اور وہ حقہ جس کے پینے سے منہ بدبو نہیں کرتا جیسا کہ امراء نفیس الطبع و نفاست پسند کا ہوتا ہے، سو ایسا حقہ پی کر مسجد میں جانا ممنوع نہیں ہوگا بالجملہ جس حقے کے پینے سے منہ بدبو کرتا ہے وہ مکروہ تنزیہی ہے اور جو حقہ خوشبودار ہوتا ہے وہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں اور جب ثابت ہوا کہ تمباکو حرام نہیں تو پانی حقہ کا کیوں کر ناپاک و پلید ہوگا غایت ما فی الباب بدبودار ہو جائے گا۔ اور پانی بدبودار ہو جانے سے پلید و ناپاک نہیں ہوتا، ہاں اگر نجاست کیوجہ سے بدبو ہو جائے تو البتہ ناپاک ہوگا۔ ہذا ما ظہر لی واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید محمد عبد الحفیظ غفرلہ ولوالدیہ

ھو الموفق:۔ حقہ نوشی ایک مضر چیز ہے اور اس کا ضرر ظاہر ہے۔ جو شخص حقہ کا عادی نہ ہو وہ پانچ چھ کش اچھی طرح کھینچ کر دیکھ لے دماغ چکر کھانے لگتا ہے آسمان زمین اور ساری چیزیں گھومتی نظر آنے لگتی ہیں، نفسانی اور جسمانی قوی اور افعال میں فتور و خلل پیدا ہو جاتا ہے اس حالت میں حقہ کش بجز اس کے کہ اپنے سر کو تھام کر چپ بیٹھ جائے یا زمین پر پڑ جائے کوئی اور کام کرنے کے قابل نہیں رہتا اور یہی حالت تمباکو کھانے

میں بھی ہوتی ہے پس ایسی مضر چیز کو شریعت کب جائز رکھ سکتی ہے۔ اور حقہ کشی اور تمباکو خوری کی عادت ہوجانے سے اس کا اصلی ضرر اور اس کا اثر مرتفع نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا ضرر محسوس نہیں ہوتا ہے، دیکھو جو لوگ افیون کی زیادہ مقدار کھانے کے عادی ہوجاتے ہیں ان کو افیون کا ضرر محسوس نہیں مگر کیا افیون کا جو ضرر ہے وہ ان سے مرتفع ہوجاتا ہے۔ ہم نے مانا کہ تمباکو جیسی مضر چیز کی عادت کر لینے سے اس کا ضرر مرتفع ہوجاتا ہے لیکن شریعت نے اس کی کہاں اجازت دی ہے کہ ایسی مضر چیز کو استعمال کر کے اس کے عادی بنو اور اپنے تئیں اس کا ایسا محتاج بنا کر رکھو کہ بغیر اس کے راحت اور چین میں خلل واقع ہو وقت پر نہ ملنے سے پیٹ پھول جائے پاخانہ نہ آئے، کسل وکاہلی اور بدمزگی پیدا ہو، علاوہ بریں حقہ پینے میں بجز اس کے منہ سے بدبو آئے اور کچھ مال اور وقت ضائع ہو اور کیا دھرا ہے پس تمام مسلمانوں کو بالخصوص اہلحدیث ومتبعین سنت کو حقہ پینے اور تمباکو کھانے سے احتراز واجتناب چاہیئے۔ اسی طرح ناک میں تمباکو بھرنے کی عادت ڈالنے سے بھی بچنا چاہیئے اگرچہ ناک میں تمباکو استعمال کرنے سے وہ ضرر نہیں ہوتا جو اس کے کھانے اور پینے سے ہوتا ہے مگر اسکی بھی عادت ڈالنی اچھی بات نہیں۔ اور یہ مسئلہ کہ ہر شے میں اصل اباحت ہے علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ ان اشیاء میں اصل اباحت ہے جو مضر نہیں ہیں اور جو اشیاء مضر ہیں ان میں اصل اباحت نہیں ہے۔ فتح البیان کی عبارت منقولہ میں لفظ "من غیر ضرر" اس مدعی پر صاف دلالت کرتا ہے اور معلوم ہوا کہ تمباکو ایک مضر شے ہے، پس تمباکو اس مسئلہ میں داخل ہو کر مباح نہیں ہوسکتا۔ ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید نذیر حسین (فتاویٰ نذیریہ جلد ثانی صہ ۵۰۲ تا ۵۰۵)

تشریح: . اضرار حقہ اور تمباکو جو اطباء اور ڈاکٹروں نے بیان فرمائے ہیں وہ علمائے ماہرین پر مخفی نہیں۔ اس لئے بھی اہل حدیث اور متبع سنت کے لئے حقہ نوشی لائق نہیں۔

—— علی محمد سعیدی ——

جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

نوٹ: . مزید تحقیق کے لئے ماہانہ ہمدرد صحت کراچی شمارہ ۸ جلد ۳۹ اگست ۱۹۷۱ء کا مطالعہ فرمادیں (دفانی)

سوال: . مردہ گھوڑی کی کھال اتار کر مسجد کا نقارہ بنانے کے کام آسکتی ہے یا نہیں؟ (خوشی محمد گوٹھ محمد صادق سندھ)

الجواب:۔ کھال کو رنگ دے کر استعمال کر سکتے ہیں۔ (اہلحدیث سوہدرہ جلد ۱۵ شمارہ نمبر ۲)

(مولانا) عبدالمجید سوہدری (متوفی ۱۳۷۹ھ مطابق ۶ نومبر ۱۹۶۲ء)

الجواب صحیح۔ علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ شراب یعنی خمر کپڑے پر لگ جائے، بغیر دھوئے نماز جائز ہے یا نہیں۔ شراب پاک ہے یا ناپاک؟ (خریدار الاعتصام)

الجواب:۔ خمر کی نجاست میں اگرچہ اختلاف ہے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ جس کپڑے کو لگ جائے، وہ کپڑا دھو لیا جائے۔ از حضرت العلام مولانا حافظ محمد صاحب (الاعتصام جلد نمبر ۲ شمارہ ۳)

الجواب صحیح۔ علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ اگر کوئی مسلمان حقہ پی رہا ہو تو دوسرا مسلمان اس کے جھوٹے حقے کو پی سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ سرے سے حقہ پینا شرعاً جائز نہیں ہے، لیکن مسلمان کا جوٹھا کھانا پینا درست ہے۔ جیساکہ کہا جاتا ہے۔ سؤر المؤمن طاھرٌ مومن کا جوٹھا پاک ہے۔ عبدالسلام بستوی دہلوی

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال (الاعتصام جلد ۱۹ شمارہ نمبر ۴)

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے اہلحدیث اس مسئلہ میں کہ منی پاک ہے یا ناپاک؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ منی کے پاک اور ناپاک ہونے کے بارے میں حدیثیں مختلف آئی ہیں بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منی پاک ہے اور بعض سے ظاہر ہوتا ہے کہ ناپاک ہے اسی وجہ سے اس بارے میں علماء کی رائیں مختلف ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد اور اصحاب الحدیث کے نزدیک منی پاک ہے، امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ بہت سے لوگوں کا مذہب ہے کہ منی پاک ہے اور حضرت علی اور سعد بن وقاص اور عبداللہ بن عمرو اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے کہ منی پاک ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک ناپاک ہے۔ اصحاب الحدیث کے نزدیک منی پاک ہونے کی تصریح حافظ ابن حجر نے فتح الباری صفحہ ۱۶۵ جلد ۱ میں اور نووی نے شرح صحیح مسلم صہ ۱۴۰ میں کی ہے۔ مگر متاخرین اہلحدیث میں علامہ

شوکانی کی تحقیق یہ ہے کہ منی ناپاک ہے چنانچہ انہوں نے نیل الاوطار صفحہ ۴۵ جلد ۱ میں اس مسئلہ کو مع مالہا وما علیہا لکھ کر آخر میں لکھتے ہیں فالصواب ان المنی نجس یجوز تطہیرہ بلحد الامور الواردۃ انتہیٰ یعنی صواب یہ ہے کہ منی نجس ہے اس کا پاک کرنا کسی ایک طریقہ سے منجملہ ان طریقوں سے جو احادیث میں وارد ہیں جائز ہے،

جن علماء کے نزدیک منی پاک ہے ان کی دلیل وہ حدیثیں ہیں جن میں منی کے کھرچنے اور چھیلنے کا ذکر ہے وہ کہتے اگر منی ناپاک اور نجس ہوتی تو اس کا صرف کھرچنا و چھیلنا کافی نہ ہوتا بلکہ اس کا دھونا ضروری ہوتا جیسا کہ تمام نجاستوں کا حال ہے اور جن حدیثوں میں منی دھونے کا بیان ہے ان احادیث کو استحباب پر محمول کرتے ہیں اور ان لوگوں کی ایک دلیل ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا منی کے بارے میں جو کپڑے میں لگ جاوے۔ آپ نے فرمایا کہ منی بمنزلہ تھوک اور رینٹ کے ہے کسی خرقہ اور یا اذخر سے اس کا پونچھ ڈالنا کافی ہے۔ رواہ الدارقطنی قال فی المنتقی بعد ذکرہ رواہ الدارقطنی وقال لم یرفعہ غیر اسحاق الازرق عن شریک قلت وھذا لا یضر لان اسحٰق امام مخرج عنہ فی الصحیحین فیقبل رفعہ وزیادتہ انتہیٰ۔ اور ان لوگوں کی ایک دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے سے منی کو اذخر کی جڑ سے پونچھتے تھے پھر اس میں نماز پڑھتے تھے اور جبکہ خشک ہوتی تو کپڑے سے کھرچتے تھے پھر اس میں نماز پڑھتے تھے۔ اخرجہ احمد فی مسندہ وذکرہ فی المنتقی۔

اور جو علماء منی کو ناپاک کہتے ہیں ان کی دلیل وہ حدیثیں ہیں جن میں منی کے دھونے کا ذکر ہے وہ کہتے ہیں کہ منی اگر پاک ہوتی تو اس کے دھونے کی ضرورت کیا تھی جو چیز نجس و ناپاک ہوتی ہے وہی دھوئی جاتی ہے اور ان لوگوں کی ایک دلیل عمار کی یہ مرفوع روایت ہے کہ نہ دھویا جائے کپڑا مگر پائخانہ اور پیشاب اور مذی اور منی اور خون اور قے سے، مگر یہ روایت ضعیف ہے دیکھو نیل الاوطار صفحہ ۴۵ جلد ۱۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ منی کے دھونے اور کھرچنے کی حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیوں کہ جو لوگ منی کے پاک ہونے کے قائل ہیں ان کے قول پر ان احادیث میں تطبیق و توفیق واضح ہے بایں طور کہ دھونے کو استحباب پر محمول کریں تنظیف کے لئے نہ وجوب پر اور یہ طریقہ شافعیہ اور احمد اور اہل حدیث کا ہے اور جو لوگ منی کی نجاست کے قائل ہیں ان کے قول پر بھی ان احادیث میں تطبیق ممکن ہے بایں طور کہ دھونے کو تر منی پر محمول کریں اور کھرچنے کو خشک پر اور یہ طریقہ حنفیہ کا ہے بایں طور ابن حجر لکھتے ہیں کہ پہلا طریقہ ارجح ہے کیوں کہ اس میں حدیث اور قیاس دونوں پر عمل ہوتا

ہے اس واسطے کہ منی اگر نجس ہوتی تو قیاس یہ تھا کہ اس کا دھونا واجب ہوتا۔ اور اس کا صرف کھرچنا کافی نہ ہوتا جیسے خون وغیرہ اور دوسرے طریقہ کو حضرت عائشہ کی یہ روایت رد کرتی ہے کہ " وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو اذخر کی جڑ سے دور کرتی تھیں پھر آپ اس میں نماز پڑھتے تھے اور جبکہ منی خشک ہوتی تو آپ کے کپڑے سے کھرچتی تھیں پھر آپ اس میں نماز پڑھتے تھے "۔ اس واسطے کہ یہ روایت متضمن ہے ترک غسل پر منی کے تر ہونے کی حالت میں بھی اور خشک ہونے کی حالت میں بھی۔ عبارۃ الفتح هکذا ولیس بین حدیث الغسل وحدیث الفرك تعارض لان الجمع بینهما واضح علی القول بطهارۃ المنی بان یحمل علی الاستحباب للتنظیف لا علی الوجوب وهذہ طریقۃ الشافعی واحمد واصحاب الحدیث وکذا الجمع ممکن علی القول بنجاسته بان یحمل الغسل علی ماکان رطبا والفرك علی ماکان یابسا وهذہ طریقۃ الحنفیۃ والطریقۃ الاولی ارجح لان فیها العمل بالخبر والقیاس معا لانه لو کان نجسا لکان القیاس وجوب غسله دون الاکتفاء بفرکه کالدم وغیرہ وهم لا یکتفون فیما لا یعفی عنه الدم بالفرك ویرد الطریقۃ الثانیۃ ایضاً ما فی روایۃ ابن خزیمۃ من طریق اخری عن عائشۃ کانت تسلت المنی من ثوبه بعرق الاذخر ثم یصلی فیه وتحکه من ثوبه یابسا ثم یصلی فیه فانه یتضمن ترك الغسل فی الحالتین انتهت عبارۃ الفتح۔ واللہ تعالی اعلم وعلمه اتم کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکپوری عفا اللہ عنہ سید محمد نذیر حسین (فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۱۹۷)

تشریح فائدہ سے مراد قبل دباغت استعمال کرنا ہے جو جائز نہیں۔

علی محمد سعیدی
جامعہ سعیدیہ خانیوال

سوال:۔ مردار کا چمڑا گیلا خریدنا اور فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:۔ مردار کے چمڑے کی خرید و فروخت دباغت دینے سے پہلے جائز ہے، بعض سلف سے ایسا ہی منقول ہے لیکن اس سے فائدہ اٹھانا میرے ناقص علم میں جائز نہیں ہے۔ اللہ اعلم

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال (فتاویٰ ثنائیہ جلد دوم ص ۱۹۲، ۱۹۳)

سوال:۔ پانی ناپاک کس طرح ہوتا ہے اور اس کے پاک کرنے کا کیا حکم ہے کیا ابتدائے اسلام میں تا خلافت راشدہ ۳۰ سال تک آب نوشی کے چاہات نہ تھے اگر تھے تو ان میں کوئی چیز مثلاً چوہا، چڑیا یا بلی کتا گرتا تو کس طرح پاک کرتے تھے اور اگر کوئی میلا کپڑا گرتا تھا تو کسطرح پاک کرتے تھے (شجاع الدین)

الجواب :- پانی جتنا بھی ہو پاک ہے جب تک اسمیں کوئی ناپاک چیز اتنی نہ گرے جس سے اس کی بو یا مزہ یا رنگ بدل جائے ، زمانہ نبوت میں پانی کے کنویں تھے مگر ایسے جانور گرنے سے ناپاک نہ سمجھے جاتے تھے یہ رائے پچھلوں کی ہے۔ وہاں وہی قانون تھا جو مذکور ہوا ۔

تشریح سوال چہ فرمانید علمائے دین دریں مسئلہ کہ اگر سگ درچاہ افتادہ چہ حکم است بینوا (یعنی جس کنویں میں کتا گر جائے اس کے لئے کیا حکم ہے ۔)

الجواب :- حکم چاہ مذکورہ آنست کہ اگر آب آں چاہ از افتادن سگ متغیر نہ شدہ است بلکہ بر حال خود است آں چاہ طاہر است واگر بو یا مزہ یا رنگ متغیرہ شدہ است نجس است عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الماء طهور لا ینجسه شئ اخرجه الثلاثة وصححه احمد کذا فی بلوغ المرام وفیه ایضا عن ابی امامة الباهلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الماء لا ینجسه شئ الا ما غلب ریحه وطعمه ولونه اخرجه ابن ماجة وضعفه ابو حاتم وللبیهقی الماء طهور الا ان تغیر ریحه او طعمه او لونه بنجاسة تحدث فیه انتهی

الخ الراقم ابو محمد عبد الحق اعظم گڑھی عفی عنہ سید محمد نذیر حسین (فتاویٰ نذیریہ جلد اول صـ۲)

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ کنواں وغیرہ محض کتا گرنے سے ناپاک نہیں ہو سکتا جب تک اس کا بو یا مزہ یا رنگ تبدیل نہ ہو۔ احادیث سے یہی چیز ثابت ہے اور اسی پر علمائے اسلام کا اجماع ہے سبل السلام میں ہے اجمع العلماء علی ان الماء القلیل والکثیر اذا وقعت فیه نجاسة فغیرت له طعما او لونا او ریحا فهو نجس فالاجماع هو الدلیل علی نجاسة ما تغیر احد اوصافه لا هذه الزیادة انتهی عبد اللہ بن عمر کی روایت میں اتنی تفصیل اور آتی ہے اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث وفی لفظ لم ینجس اخرجه الاربعة وصححه ابن خزیمة یعنی جب پانی دو قلہ ہو تو جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے ناپاک نہیں ہوتا۔ دو قلوں کا اندازہ عرب کی جیسی بڑی بڑی مشکوں سے ۱۰۔۱۲ مشک پانی کا ہے ، مزید تفصیلات کے لئے حوالہ مذکورہ ملاحظہ ہو . محمد داؤد راز

الجواب صحیح . علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صـ ۳۸۴ ، ۳۸۵)

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ کلاس والا میں گندی نالیاں جوہڑوں میں گرتی ہیں ، یعنی جوہر چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں ۔ اور ان کا پانی جلدی بگڑ جاتا ہے اور بڑے جوہڑ کا پانی جلد نہیں بگڑتا ۔ مگر نجاست بدرو کے ذریعہ اس میں ہر وقت پہنچتی رہتی ہے اور اس جوہڑ میں دھوبی کپڑے دھوتے

رہتے ہیں۔ اور وہی کپڑے تمام لوگ نمازی و غیر نمازی استعمال کرتے ہیں۔ اس کے متعلق وضاحت فرمائیں کہ شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت سے سوال کیا گیا کہ بضاعۃ کنویں کا پانی آپ کے استعمال کے لئے لایا جاتا ہے کیا ہم اس سے وضو کر سکتے ہیں۔ حالانکہ اس میں گندگی پڑ جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی طہور ہے، یعنی پاک کرنے والا ہے۔ اس کو کوئی شے پلید نہیں کرتی، یعنی جب اس میں پلیدی کا اثر ظاہر نہ ہو۔ تو وہ پانی پاک ہے۔

آپ نے جس جوہڑ کا ذکر کیا ہے اگر اس میں پلیدی کا اثر رنگ و بو، مزے کی صورت میں ظاہر ہو جائے تو قابلِ استعمال نہیں، ورنہ قابلِ استعمال ہے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم الاعتصام جلد ۲۰ ش ۷

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ حرام جانوروں کی چربی کا استعمال خواہ وہ کسی نوعیت کا ہو؛ شرع محمدی میں اس کے استعمال کے متعلق کیا حکم ہے۔ (۲) حلال مردہ جانوروں کی چربی۔

الجواب:۔ حرام جانور یا مردار کی چربی کا کھانا حرام ہے اور باقی جلانے یا کشتیوں وغیرہ میں ملنے کے متعلق اختلاف ہے بعض جائز سمجھتے ہیں اور یہی صحیح ہے۔ حدیث میں ہے کہ لوگوں نے سوال کیا کہ مردار کی چربی جو جلانے میں کام آتی ہے اور دوسری جگہ بصورت مالش استعمال کرتے تھے کشتیوں وغیرہ کو ملتے ہیں کیا اس کی بیع جائز ہے؛ آپ نے فرمایا نہیں، اس حدیث میں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف بیع منع ہے، اور بعض کہتے ہیں نہی کا دونوں سے تعلق ہے بیع سے بھی اور استعمال سے بھی۔

۲۔ حلال جانور کو ذبح کرنے کے بعد تو بالاتفاق کھائی جا سکتی ہے۔ اگر جانور مر جائے تو اس کی چربی کھائی نہیں جا سکتی نہ اس کی بیع جائز ہے استعمال میں اختلاف ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ استعمال جائز ہے۔ (الاعتصام جلد ۲۰ شمارہ ۴۸)

الجواب صحیح۔ علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ محترم مولانا حافظ عبد القادر صاحب روپڑی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گذارش ہے کہ حسب ضرورت مسئلہ کی شدید ضرورت ہے۔

سوال:۔ حلال جانور مر جائے تو کیا اُس مردار کی چربی صابن وغیرہ میں استعمال کرنی جائز ہے؟ اور ایسے صابن سے کپڑے پاک ہو جائیں گے؟ (ملک نذر حسین مرالیوال ضلع سیالکوٹ)

(نوٹ، اس بارہ میں حضرت العلام کا مطبوعہ فتویٰ درج ذیل ہے۔ (حافظ عبدالقادر روپڑی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم **الجواب بعون الوھاب** حدیث میں ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تُصُدِّقَ عَلَى مَوْلَاةٍ لِمَيْمُونَةَ بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَّا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهِ فَقَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا۔ متفق علیہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے میمونہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو کسی نے ایک بکری صدقے میں دی۔ وہ مر گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑا ہوا دیکھا تو فرمایا: تم نے اس کی کھال کیوں نہ لی؟ دباغت کر کے کام میں لاتے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ مردار تھی۔" آپ نے فرمایا: مُردار کا کھانا حرام ہے۔" (اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ مُردار کا کھانا حرام ہے اس سے انتفاع حرام نہیں۔ "انما" کلمہ حصر ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ مُردار کا صرف کھانا ہی حرام ہے اس سے دوسرا ہر قسم کا انتفاع درست ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اعطیت جوامع الکلم یعنی خدا نے مجھے جامع کلمات دیئے ہیں۔ اِس بنا پر آپؐ نے ایک لفظ میں کھانے کی حرمت بھی بیان کر دی اور دیگر صورتوں میں اِستعمال کی اجازت بھی دے دی، الگ لفظ بولنے کی ضرورت نہ رہی۔

رہی یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کی بابت فرمایا ہے کہ تم نے اس کا چمڑا کیوں نہ اُتار لیا اور چربی وغیرہ کے بابت کچھ نہیں فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصُول کا مسئلہ ہے کہ وقائع الاعیان لا یحتج بھا علی العموم (نیل الاوطار جلد ۳ باب انعقاد الجمعہ باردالعین صنا) یعنی خاص واقعہ سے عام استدلال صحیح نہیں، کیوں کہ خاص واقعہ میں کئی طرح کے احتمال ہوتے ہیں اور جہاں احتمال ہو وہاں استدلال صحیح نہیں ہوتا، اسی لئے مشہور ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

اور یہاں اسی طرح ہے کیوں کہ چربی تو موٹے تازے حیوان پر ہوتی ہے، خدا جانے وہ بکری بیچاری کس حالت میں مری ہوگی، اس لئے احتمال ہے کہ چربی کے نہ ہونے کی وجہ سے آپؐ نے چربی کا ذکر نہ کیا ہو یا چربی ہو، لیکن چمڑہ چونکہ بے فائدے کی شے ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر اکتفا کی، خاص کر معمولی

چربی کے لئے مُردار کی اتنی چیر پھاڑ کون کرتا ہے، چوہڑے چمار بھی نہیں کرتے، مسلمان کیا کریگا؛ ہاں چمڑا بڑے فائدہ کی شے ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کیطرف توجہ دلائی اور بکری کے مُردار ہونے پر شبہ پر ایسا لفظ بول دیا جس سے اس بات کی اجازت نکل آئی کہ اگر ماکول اللحم مُردار کی کسی دوسری شے کی بھی کسی وقت ضرورت ہو تو کھانے کے علاوہ کسی اور صورت سے فائدہ اٹھا لیا جائے۔

اور بہت سے علماء اس طرف گئے ہیں کہ مُردار کے بال، ہڈی، ناخن، کھُر یہ سب کچھ پاک ہے، امام ابو حنیفہؒ کا یہی مذہب ہے اور ایک قول امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا بھی یہی ہے اور امام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ جلد اوّل ص۲۹ میں فرمایا ہے۔ وھو الصواب (یعنی یہی قول حق ہے) پھر جہاں اور دلائل دیئے ہیں، ایک دلیل "انما حرم اکلھا" بھی دی ہے۔ بلکہ امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث میں دباغت کا ذکر سفیان بن عیینہؒ (جو زہریؒ تابعی کے شاگرد ہیں) کی غلطی ہے کیوں کہ زہریؒ وغیرہ اس حدیث کی وجہ سے چمڑے سے انتفاع، قبل از دباغت بھی جائز قرار دیتے تھے۔ گویا نجاست کی حالت میں چمڑے کو خواہ پہنو خواہ نیچے بچھاؤ یا کسی اور طرح سے فائدہ اٹھاؤ، یہ سب کچھ ان کے نزدیک درست ہے اور دلیل یہی ہے انما حرم اکلھا ہے۔ رہی یہ بات کہ چمڑہ کے علاوہ مُردار کی دیگر اشیاء چربی کی بیع جائز ہے یا نہیں؛ سو حدیث میں ہے عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنھما انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول عام الفتح وھو بمکۃ ان اللہ ورسولہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام فقیل یا رسول اللہ ارأیت شحوم المیتۃ انہ تطلی بھا السفن وتدھن بھا الجلود ویستصبح بھا الناس فقال لا ھُو حرام، ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند ذالک قاتل اللہ الیھود ان اللہ لما حرم علیھم شحومھا اجملوہ ثم باعوہ فاکلوہ ثمنہ۔ متفق علیہ (بلوغ المرام، کتاب البیوع) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے سال فرماتے سُنا اور آپ مکہ میں تھے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے شراب اور مُردار اور خنزیر اور بتوں کے فروخت کرنے کو حرام کیا ہے، عرض کیا گیا اے رسول خدا، مُردار کی چربی کے متعلق کیوں کہ اس سے کشتیاں اور چمڑے چکنے کئے جاتے ہیں۔ اور لوگ اس کو چراغ میں جلاتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: نہیں بلکہ وہ حرام ہے، پھر اسی وقت رسول خدا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود کو قتل کرے اللہ تعالےٰ نے باوجودیکہ اس کو حرام کیا لیکن انہوں نے اس کو پگھلا کر فروخت کرنا اور قیمت کھانی اختیار کی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مُردار کی چربی اور دیگر اشیاء کی بیع حرام ہے نہ کہ انتفاع۔ یعنی چمڑے کے

ط یاد رہے کہ اس حدیث میں لفظ "ھو حرام" میں ھو کا مرجع بیع ہے، چنانچہ امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار جلد ۵ میں اور علامہ یمنی نے سبل السلام شرح بلوغ المرام میں اس کی تصریح کی ہے

سوا مُردار کی کوئی شے بیچ کر پیسے برتنے دُرست نہیں ویسے فائدہ اُٹھانا درست ہے، حرمتِ بیع سے حرمت انتفاع ثابت نہیں ہوتی مثلاً قربانی عقیقہ وغیرہ کا گوشت کھا سکتے ہیں اور اس کی دیگر اشیاء برت سکتے ہیں، لیکن فروخت کر کے پیسے نہیں برت سکتے، اسی طرح کتے بلی کی خرید و فروخت منع ہے مگر ان سے فائدہ اُٹھانا درست ہے۔

پس ماکول اللحم جانور مر جائے تو اس کی چربی کی بیع منع ہے صابن وغیرہ میں استعمال درست ہے۔

(حافظ عبد اللہ روپڑی امرتسری)　(تنظیم اہلحدیث جلد ۱۷ شمارہ ۱۸)

سوال:۔ مٹی اور گوبر ملا کر گھر لیپنا یا اپلوں پر کھانا پکانا جائز ہے یا نہیں؟ کیا آپ کی نگاہ سے ممانعت کی کوئی دلیل گذری ہے؟　(سائل مولوی عمر الدین ضلع ملتان)

الجواب:۔ نہیں۔ اس کے متعلق میری نگاہ سے ممانعت کی دلیل کوئی نہیں گذری، اپلوں سے کھانا پکانے کو بعض لوگ مکروہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ماکول اللحم کا بول و براز شرعاً پاک ہے۔ ہمارے شیخ الشیوخ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ "الحیات بعد المماۃ" کے ص ۲۰۸ میں مرقوم ہے۔

وطہارت بول ابل و پشک آں و سرقین ماکول اللحم نزد امام مالکؒ و احمدؒ و دیگراں از سلف و بیع آں بلانکیر یافتہ شد۔ و نیز نزد ابو موسیٰ اشعری طاہر۔ چنانچہ از صنیع امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مستفاد مے شود۔ و نزد حنفیہ از امام محمدؒ ثابت است۔ چنانچہ از بحر الرائق وغیرہ واضح میشود۔ و بیع سرقین نزد حنفیہ بلانکیر در کتب فقہ مذکور است۔

یعنی اونٹ کا پیشاب اور اس کی مینگنیاں اور ماکول اللحم کا گوبر امام مالکؒ و امام احمد بن حنبلؒ و دیگر سلف مثل صحابی رسول ابو موسیٰ اشعریؓ وغیرہ کے نزدیک پاک ہے اور اس کی بیع بلانکیر جائز و درست ہے، جیسا کہ صحیح بخاری سے مستفاد ہوتا ہے۔ حنفیہ کے امام محمدؒ سے بھی اسی طرح ثابت ہے، جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ سے واضح ہوتا ہے۔ اور اپلوں کی خرید و فروخت بھی کتب فقہ حنفیہ میں بلانکیر درست ہے۔[۱]

الجواب صحیح۔ علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال　(صحیفہ اہلحدیث کراچی جلد ۳۲ ش ۱)

سوال:۔ جن ادویات میں شراب کی آمیزش ہو ان کو بغرضِ دفاع و دفاعِ استقامت استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض میں از حد کم مقدار ہوتی ہے، بعض میں زیادہ، ہر دو طریق میں اسکار (نشہ) نہیں لاتی۔

---

[۱] اہل ہنود کی طرح عقیدہ نہ رکھے کہ ان کے ہاں گائے کے بول براز کے بغیر کوئی چیز پوتر ہوتی نہیں۔

الجواب :۔ جس دوا میں شراب ہو اس کا استعمال جائز نہیں، نہ دوا کے طور پر، نہ غذا کے طور پر، کیونکہ مسلم میں حدیث ہے کہ طارق بن سوید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کی بابت سوال کیا تو آپؐ نے اس کو منع فرمایا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں صرف دوا کے لئے بناتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا وہ دوا نہیں داء (بیماری) ہے۔ (مشکوٰۃ باب الخمر و وعید شاربہا فصل اول ص۳۰۹) (تنظیم اہلحدیث جلد ۲۲ ش ۶)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ مٹی، تانبے، پیتل وغیرہ کے برتن کو پاخانہ پیشاب لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا دھونے مانجنے سے برتن پاک ہو جاتا ہے اگر نیچے نجاست لگ جائے تو کیا حکم ہے اور درمیان لگ جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الوهاب :۔ تانبے، پیتل وغیرہ کا برتن دھونے مانجنے سے پاک ہو جاتا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے صرف مٹی کے برتن میں بعض شبہ کرتے ہیں۔ "جب شراب کی حرمت نازل ہوئی، تو شراب کے مٹکے توڑے گئے" اس سے بعض کا خیال ہے کہ کچے برتن کو نجاست لگ جائے تو پھوڑ دیا جائے، کیونکہ شراب کی طرح پلیدی بھی اندر سرایت کر جاتی ہے۔

مگر یہ خیال غلط ہے اس لئے کہ شراب کے مشکوں کا پھوڑنا ایسا ہی ہے جیسے شراب کا سرکہ بنانے کی اجازت نہیں دی گئی، بلکہ بہا دی گئی۔ یعنی اس سے مقصود شراب کی شدتِ حرمت کا اظہار تھا۔ رہا پلیدی کی سرایت کا شبہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دھو کر اچھی طرح دھوپ میں خشک کر لیا جائے تو اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ ایسے مواقع پر شریعت میں تنگی نہیں۔ جیسے کپڑے سے حیض وغیرہ کا داغ نہ اترے تو معاف ہے۔ چنانچہ کتب حدیث میں موجود ہے۔ اسی طرح بدن میں مسامات کے رستے پلیدی سرایت کر جاتی ہے مگر شریعت نے صرف دھونے سے طہارت کا حکم لگایا ہے۔ زمین نجس ہو جائے تو اس پر صرف پانی بہا دینا کافی ہی ہے، اکھاڑنے کا حکم نہیں۔ پس مٹی کے برتن میں تنگی نہ ہونی چاہیئے۔ (عبداللہ امرتسری روپڑی) تنظیم اہلحدیث جلد ۲۳ ش ۹

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ چمچہ کو اگر کتا چاٹ جائے تو کیا وہ پاک ہو سکتا ہے؟ مٹی اور دوسرے برتنوں کے پاک کرنے کا کیا ہوتا ہے؟ (میجر عزیز پونچھ کشمیر)

الجواب :۔ پاک ہو سکتا ہے ایک دفعہ مٹی لگا کر پھر سات دفعہ دھو لیا جائے، جیسا کہ حدیث میں ہے۔ خواہ مٹی کا برتن ہو یا کسی اور دھات کا۔ (حضرت العلام) حافظ محمد صاحب مدظلہ العالی (الاعتصام ج ۲۰ ش ۳)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ کیا انسانی منی پاک ہے؟ اگر ناپاک ہے تو بتایئے کہ جس منی سے انبیاء علیہم السلام کی پیدائش ہوئی کیا وہ منی ناپاک تھی؟ دلیل سے واضح کیجئے۔ (محمد ظفر اقبال۔ گل گشت کالونی ملتان)

الجواب :۔ انسان کی منی پاک ناپاک ہونے کی بحث منتقی مع نیل الاوطار میں ملاحظہ کریں۔ اس میں سخت اختلاف کیا ہے۔ رہا یہ سوال کہ انبیاء اس سے کس طرح پیدا ہوئے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ "تغیر" سے چیز پاک ہو جاتی ہے۔ جیسے زمین کھاد، سبزی بن کر پاک ہو جاتی ہے۔ یہ جواب ان کی طرف سے ہے جو منی کو ناپاک کہتے ہیں۔ اور جو لوگ پاک کہتے ہیں ان پر کوئی اعتراض نہیں۔ "تنظیم اہلحدیث لاہور جلد ۱۶ شمارہ ۳۷"

تشریح :۔ پیشاب۔ پاخانہ اور منی جب تک اپنے مقام سے خارج نہ ہوں پلید نہیں ہیں۔ جس منی سے انسان کی پیدائش ہوتی ہے وہ خارج کے حکم میں نہیں، اپنے مقام سے خارج ہونے کے بعد پلید ہیں۔ تطہیر کی مختلف صورتیں حدیث میں مذکور ہیں۔ فافہم وتدبر حررہ علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال ۱۳۹۱ھ

سوال :۔ حقہ کا پانی پاک ہے یا ناپاک؟ کپڑے لگ جانے سے نماز ہو گی یا نہیں؟ بشیر الدین

الجواب :۔ اگر اوصاف ثلاثہ بوجہ نجاست کے متغیر ہو گئے ہوں تو ناپاک ہے، ناپاک کپڑے میں نماز نہیں ہوتی۔ (مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ الغفار المہاجری (فتاوی ستاریہ جلد ۱ ص ۸۱)

تشریح :۔ پانی حقہ پلید ہونے پر کوئی دلیل نہیں پانی بند رہنے کی وجہ سے اوصاف ثلاثہ متغیر ہوتے ہیں۔ نہ کہ نجاست کی وجہ سے جیسا کہ کنوئیں سے پانی نہ کھینچنے سے اوراق شجر گرنے کی وجہ سے پانی بدبودار ہوتا ہے۔ تو استعمال کو دل نہیں چاہتا ایسا ہی یہ ہے۔ فافہم وتدبر علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

مسائلِ قضاءِ حاجت ۱۔ قضاءِ حاجت کے لئے لوگوں کی نظروں سے دور ہونا چاہیئے ۲۔ مندرجہ ذیل جگہوں میں قضاءِ حاجت کے لئے بیٹھنا منع ہے ۔ لوگوں کے راستہ میں ۔ عام استعمال کے سایہ میں ، ۔ پانی کے گھاٹ پر ۔ پھلدار درخت کے نیچے ۔ بل (سوراخ) میں کیوں کہ وہاں جنّات اور زہریلی چیزیں رہتی ہیں ۔ جو انسان کے لئے باعثِ تکلیف بنتی ہیں ۔ غسل خانہ اور حمام میں (کیوں کہ باعثِ وسواس ہے) پیشاب کرنا منع ہے ۔ کھڑے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے ۳ ۔ قضاءِ حاجت کے وقت ایک دوسرے کے قریب ہو کر بیٹھنا اور باتیں کرنا خدا تعالیٰ کے غصے اور غضب کا باعث ہے ۔ ۴ ۔ پیشاب کے لئے نرم جگہ تلاش کرنی چاہیئے تاکہ پیشاب کی چھینٹوں سے محفوظ رہا جا سکے ، پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا کبیرہ گناہ اور عذابِ قبر کا سبب ہے ۔ ۵ پیشاب بیٹھ کر کرنا چاہیئے عذر اور ضرورت کے سوا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منع ہے ایک تو خلافِ سنّت ہے اور دوسرے پیشاب کی چھینٹوں سے ملوّث ہونے کا خطرہ ہے ، ہاں اگر کوئی معقول عذر ہو اور پیشاب کی چھینٹوں کا خطرہ نہ ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی جائز ہے ۶ ۔ قضاءِ حاجت سے پہلے مندرجہ ذیل دُعا کا پڑھنا سنّت ہے ۔ بِسْمِ اللّٰهِ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ ۔ شروع اللہ کے نام سے ، اے اللہ تحقیق میں پناہ پکڑتا ہوں ساتھ تیرے خبیث جنوں اور جنّیوں سے ۔ ۷ ۔ قضاءِ حاجت کے وقت زمین کے قریب ہو کر کپڑا اٹھانا چاہیئے ۸ ۔ پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا منع ہے ۔ بیت الخلا میں بوقتِ ضرورت جائز ہے ۔ ۹ ۔ قضاءِ حاجت کے وقت بائیں پاؤں پر بوجھ دے کر دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنا چاہیئے ۔ ۱۰ ۔ قضاءِ حاجت کی حالت میں دائیں ہاتھ سے شرم گاہ کو چھونا یا استنجا کرنا منع ہے ۱۱ ۔ پیشاب سے فارغ ہو کر پیشاب گاہ کو تین دفعہ نچوڑنا چاہیئے تاکہ پیشاب کا قطرہ خارج ہو جائے ۱۲ ۔ ہڈی اور گوبر سے استنجا کرنا منع ہے ۱۳ ۔ قضاءِ حاجت کے بعد تین یا پانچ ڈھیلے استعمال کرنا سنّت ہے ۱۴ ۔ ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا خدا تعالیٰ کو بہت محبوب ہے ۱۵ ۔ استنجا کے بعد مٹی سے بائیں ہاتھ کو صاف کر کے دھونا چاہیئے ۱۶ ۔ قضاءِ حاجت سے فارغ ہو کر مندرجہ ذیل دُعا کا پڑھنا سنّت ہے ۔ غُفْرَانَكَ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ اے اللہ میں اس وقت

ذکر الٰہی سے کوتاہی کرنے کی معافی مانگتا ہوں، سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو لے گیا مجھ سے تکلیف کو اور دی اس نے مجھے تندرستی۔ (ماخذ مشکوٰۃ شریف، بلوغ المرام) علی محمد سعیدی

سوال :۔ بلا عذر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ (سائل نور محمد ولد خدا بخش جی جودھپور)

الجواب :۔ اگر پیشاب کی چھینٹوں سے بچتے ہوئے کھڑے ہو کر پیشاب کیا جائے تو جائز ہے، حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے اکثر محدثین اس کے قائل ہیں ملاحظہ ہو ترمذی شریف و دیگر کتب شروح حدیث۔ حضرت العلام مولانا محمد یونس صاحب دہلوی

الجواب صحیح۔ علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال (اہلحدیث گزٹ دہلی جلد ۸ شمارہ ۲۱)

سوال :۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت میں حدیث پیش کریں؟ (خریدار الاعتصام)

الجواب :۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا عمر لا تبل قائما۔ (رواہ ترمذی) اے عمر کھڑے ہو کر پیشاب نہ کر، یہ حدیث ضعیف ہے، اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا جیسا کہ بخاری وغیرہ میں ہے، مگر آپ کی یہ عام عادت نہ تھی، بلکہ مائی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ جو شخص یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے، اس کی بات نہ مانو، آپ صرف بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔ (احمد، ترمذی) حضرت العلام حافظ محمد صاحب (الاعتصام جلد ۲ شمارہ ۳۱)

تشریح :۔ حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن فعلی حدیث قولی حدیث کی مؤید ہے لہٰذا حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنداً ضعیف ہے اور معنیً صحیح ہے۔ فافہم وتدبر

الراقم علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان مورخہ ۲-۱-۷۲

سوال :۔ پیشاب کرنے کے بعد پانی اور مٹی سے طہارت کرنا فرداً فرداً کفایت کرتا ہے یا مٹی استعمال کرنے کے بعد پانی سے طہارت کرنی اسی طرح پانی کے بعد مٹی استعمال کرنی ضروری ہے؟

الجواب۔ فرداً فرداً بھی کافی ہے۔ مٹی کے بعد پانی کا استعمال تو آیا ہے مگر پانی کے بعد مٹی کا ثبوت نہیں

الجواب صحیح علی محمد سعیدی خانیوال (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۲۰۲)

سوال :۔ اگر کسی شخص کو سلسل البول یا ریاح کا مرض ہو، برابر پیشاب کا تقاطر رہتا ہو یا ہر وقت ریاح خارج ہوتی رہتی ہو۔ ایسی صورت میں وضو کا قائم رہنا مشکل ہے لہٰذا ایسا شخص کس طرح نماز ادا کرے۔

الجواب :۔ ایسے شخص کے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرے اور اس وقت کی نماز فرض و سنتیں اس وضو سے ادا کرے دوسرے وقت کی نماز اس وضو سے نہیں پڑھ سکتا۔ ہدایہ جلد اوّل

الجواب صحیح۔ علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال (اہلحدیث گزٹ جلد ۸ شمارہ ۴)

سوال :۔ جس آدمی کو جریان ہو قبل پیشاب یا بعد پیشاب منی کے ایک دو قطرے بغیر دفق کے خارج ہو جاتے ہوں، تو اس پر غسل ہے یا صرف استنجا اور وضو سے نماز ہو جائے گی؟ سائل محمد یوسف خاں

الجواب :۔ غسل کی کوئی ضرورت نہیں صرف وضو کر لینا کافی ہے۔ مولانا محمد یونس دہلوی

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال (اہلحدیث گزٹ دہلی جلد ۹ شمارہ ۴)

سوال :۔ کاغذ کے ساتھ استنجا کرنے کا کیا حکم ہے؟ پیشاب اور پاخانے کا اثر اگر کاغذ سے دُور کر دیا جائے تو کیا وہ پانی کے قائم مقام ہو سکتا ہے اور اس طرح نماز پڑھنا درست ہو گا۔؟

الجواب :۔ ہاں کاغذ سے استنجا کرنا اور بول و براز کے محل کو صاف کرنا جائز اور درست ہے اس کے علاوہ ہر جامد اور خشک چیز سے استنجا کرنا درست ہے بشرطیکہ وہ طاہر ہو جیسا کہ پتھر، لکڑی، کپڑا اور مٹی وغیرہ سے استنجا کرنا درست ہے اور بول و براز کا محل اس سے پاک ہو جائے گا۔ البتہ ہڈی اور جانوروں کی لید اور گوبر سے استنجا کرنا درست نہیں ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ ان چیزوں سے استنجا کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ اس مقام کو صاف کر دے جہاں بول و براز کا اثر ہے اور کم از کم بول و براز والی جگہ کو تین دفعہ صاف کرنا ضروری ہو گا۔ اور یہ چیزیں پانی کے قائم مقام ہوں گی۔ جیسا کہ بہت سی روایات میں اس کی تفصیل آتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت سے فارغ ہو تو اسے تین پتھروں سے پاکیزگی حاصل کرنی چاہیئے۔ یعنی تین پتھروں سے استنجا کرنا چاہیئے اور یہ اس کے لئے کافی ہو جائے گا۔ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور اسے امام احمدؒ، ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے روایت

کیا ہے اور حافظ دار قطنیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

خزیمہ بن ثابت انصاری فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استنجا کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تین پتھروں سے استنجا کیا جائے مگر اس میں لید اور گوبر نہ ہو، اسکو امام احمدؒ، ابوداؤد اور ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ہڈی اور گوبر سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں ناپاک کرتی ہیں۔ اس حدیث کو امام دار قطنی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے۔ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ تین پتھروں سے کم میں استنجا کیا جائے اور منع فرمایا کہ گوبر اور ہڈی سے استنجا کیا جائے۔ اس سلسلہ میں بہت سی اور روایات بھی ہیں مگر اختصار کی خاطر انہی روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

واللہ اعلم از شیخ عبدالعزیز بن باز مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب مترجم مولانا محمد شریف اشرف

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال تنظیم اہلحدیث جلد ۲۳ شمارہ ۶

سوال :۔ اگر کسی کا ایک سالہ لڑکا گود میں پیشاب کر دے اور اس کے پاس کوئی دوسرا کپڑا نہ ہو اور سردی کے موسم میں دھونے سے بیماری کا اندیشہ ہو تو کیا اسی کپڑے میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔

الجواب :۔ پڑھ سکتے ہیں، ایک حدیث کی رو سے تو دودھ پیتے بچے کے پیشاب پر چھینٹے مار دینا بھی جائز ہے اور اسی سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔ اہلحدیث سوہدرہ جلد ۳ شمارہ ۱۵

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ زید اگرچہ پیشاب میں بہت احتیاط کرتا ہے مگر وہ کہتا ہے کہ پھر بھی چھینٹے پڑ جاتے ہیں کیا اس پر اسے مواخذہ ہوگا۔ (علی محمد)

الجواب ۔ احتیاط کرنے سے تو چھینٹے نہیں پڑ سکتے جب دوسرے لوگ بھی احتیاط کرتے ہیں تو ان پر چھینٹے نہیں پڑتے صرف زید پر کیوں پڑتے ہیں اسے اس کے متعلق سبق لینا چاہیئے، کیوں کہ اس پر مواخذہ کا خطرہ ہے۔ (اہلحدیث سوہدرہ جلد شمارہ ۲۴) **تشریح** اِتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ کے مطابق اپنی پوری کوشش کرے گا تو لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کے مطابق مواخذہ نہ ہوگا۔ الراقم علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

سوال :۔ زید کو پیشاب کے بعد قطرہ آجاتا ہے کیا وہ پاجامہ کے نیچے نکر رکھ سکتا ہے اور نماز کے وقت نکر کا اتارنا ضروری ہے یا اس کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے ؟ (خریدار ۱۰۸)

الجواب :۔ اگر نماز میں قطرہ آنے کا خطرہ نہ ہو تو نکر اتار دے اور اگر قطرہ وقت بے وقت آتا رہتا ہو تو نکر سمیت نماز ہو جائے گی۔ ہاں علاج جاری رکھئے۔ (اہلحدیث سوہدرہ جلد ۲ شمارہ ۱)

تشریح :۔ ایسے مریض کو وضو کے بعد پانی کے چلو سے پاجامہ اور چادر کے اندر چھینٹے مارنے چاہئیں اس سے مرض میں بھی افاقہ ہوگا اور طہارۃ کے لئے بھی کفایت ہوگی۔ جیسے شیر خوار بچے کے پیشاب میں پانی کے چھینٹوں سے کفایت کی گئی ہے۔ الراقم علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

قضاءِ حاجت کے احکام

:۔ مندرجہ ذیل احادیث کے مطالعہ کے وقت اب سے چودہ سو برس پہلے کے عرب کے حالات اور وہاں کی عادات اور اس دور کے تمدن کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔"

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا اللاعنین قالوا وما اللاعنان یارسول اللہ قال الذی یتخلی فی طریق الناس اوفی ظلھم (مسلم) ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کہ لعنت کا سبب بننے والی دو باتوں سے بچو، صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت وہ دو باتیں کیا ہیں ؟ آپ نے فرمایا کہ ایک یہ کہ آدمی لوگوں کے راستہ میں قضاء حاجت کرے اور دوسرے یہ کہ ان کے سایہ میں ایسا کرے۔

راستہ اور سایہ سے بچنا :۔ لوگ جس راستہ پر چلتے ہوں یا سایہ کی جگہ میں آرام کے لئے بیٹھتے ہوں اگر کوئی گنوار آدمی وہاں حاجت کرے گا تو لوگوں کو اس سے اذیت اور تکلیف پہنچے گی، اور وہ اس کو برا بھلا کہیں گے، اور لعنت کریں گے، لہٰذا ایسی باتوں سے بچنا چاہیئے اور سنن ابی داؤد میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس مضمون کی ایک حدیث مروی ہے، اس میں راستے اور سایے کے علاوہ ایک تیسری جگہ موارد کا بھی ذکر کیا ہے جس سے مراد وہ مقامات ہیں جہاں پانی کا کوئی معقول انتظام ہو اس کی وجہ سے لوگ وہاں آتے جاتے ہوں۔ اصل مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کا بس یہ ہے کہ اگر گھر سے باہر جنگل وغیرہ میں ضرورت پیش آئے۔ تو ایسی جگہ تلاش کرنی چاہیئے جہاں لوگوں کی آمد و رفت نہ ہو، اور ان کے باعث تکلیف نہ بنے۔

عن جابر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد البراز انطلق حتی لایراہ احد (ابوداؤد)

ترجمہ :۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستور تھا کہ جب

آپ قضاحاجت کے لئے باہر جانا ہوتا، تو اتنی دور اور ایسی جگہ تشریف لے جاتے، کہ کسی کی نظر آپ پر نہ پڑ سکتی۔

قضاحاجت کے لئے دور جانا:۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں شرم وحیا اور شرافت کا جو مادہ ودلیعت رکھا ہے اس کا تقاضا ہے کہ انسان اس کی کوشش کرے کہ اپنی اس قسم کی بشری ضرورتیں اس طرح پوری کرے، کہ کوئی آنکھ اس کو نہ دیکھے، اگرچہ اس کے لئے اس کو دور سے دور جانے کی تکلیف اٹھانی پڑے یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تھا اور یہی آپ کی تعلیم تھی۔ عن عبد الله بن مغفل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لايبولن احدكم في مستحمه ثم يغتسل فيه او يتوضأ فيه فان عامة الوسواس منه (ابوداؤد) ترجمہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ تم میں سے کوئی ہرگز ایسا نہ کرے کہ اپنے غسل خانے میں پہلے پیشاب کرے پھر اس میں غسل یا وضو کرے کیوں کہ اکثر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔

غسل خانے میں پیشاب کی ممانعت:۔ ایسا کرنا بہت ہی غلط اور بڑی بے تمیزی کی بات ہے کہ آدمی اپنے غسل کرنے کی جگہ میں پہلے پیشاب کرے اور پھر وہیں غسل یا وضو کرے ایسا کرنے کا ایک برا نتیجہ یہ ہے کہ اس سے پیشاب کی چھینٹوں کے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ اس آخری جملہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا تعلق اسی صورت سے ہے جب غسل خانہ میں پیشاب کے بعد غسل یا وضو کرنے سے ناپاک جگہ کی چھینٹوں کے اپنے اوپر پڑنے کا خطرہ ہو، ورنہ اگر غسل خانہ کی بناوٹ ایسی ہے، کہ اس میں پیشاب کے لئے الگ جگہ بنی ہوئی ہے، یا اس کا فرش ایسا بنایا گیا ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد پانی بہا دینے سے اس کی پوری طہارت ہو جاتی ہے تو پھر اس کا حکم یہ نہیں۔

عن عبد الله بن سرجس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لايبولن احدكم في جحر (ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ تم میں سے کوئی کبھی ہرگز کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرے۔

سوراخ میں پیشاب کرنا۔ جنگل میں اور اسی گھروں میں جو سوراخ ہوتے ہیں وہ عموماً حشرات الارض کے ہوتے ہیں، اگر کوئی گنوار آدمی یا نادان بچہ کسی سوراخ میں پیشاب کرے، تو ایک تو اس میں رہنے والے حشرات الارض کو بے ضرورت اور بے فائدہ تکلیف ہوگی، دوسرے یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ سوراخ سانپ بچھو جیسی کسی زہریلی شے کا ہو اور وہ اچانک نکل کر کاٹ لے، ایسے واقعات بکثرت نقل بھی کئے گئے ہیں۔ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جو امت کے ہر طبقہ کے لئے اصل مربی اور معلم ہیں) سوراخ میں پیشاب کرنے سے ان ہی وجوہ سے بتاکید منع فرمایا ہے۔

عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذہ الحشوش محتضرۃ فاذا اتی احدکم الخلاء فلیقل اعوذ باللہ من الخبث والخبائث ۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قضا حاجت کے ان مقامات میں خبیث مخلوق شیاطین وغیرہ رہتے ہیں، پس تم سے کوئی جب بیت الخلاء جائے تو چاہیئے کہ پہلے یہ دُعا کرے، کہ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں، خبیثوں اور خبیثنیوں سے۔

قضاء حاجت کے وقت دعا پڑھنا: جس طرح ملائکہ کو طہارت و نظافت اور ذکر اللہ سے اور ذکر و عبادت سے خاص مناسبت ہے اور وہیں ان کا جی لگتا ہے، اسی طرح شیاطین جیسی خبیث مخلوقات کو گندگیوں سے اور گندے مقامات سے خاص نسبت ہے اور وہی ان کے مراکز اور دلچسپی کے مقامات ہیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو یہ تعلیم دی کہ قضائے حاجت کی مجبوری سے جب کسی کو ان گندے مقامات پر جانا ہو تو پہلے وہاں رہنے والے خبیثوں اور خبیثنیوں سے شر سے اللہ سے پناہ مانگے، اس کے بعد وہاں قدم رکھے، ہم عوام کا یہ ہے کہ نہ ذکر و عبادت کے مقام میں فرشتوں کی آمد اور ان کا نزول محسوس کرتے ہیں اور نہ گندے مقامات پر ہم شیاطین کے وجود کا احساس کرتے ہیں۔ لیکن صادق و مصدوق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے اور اللہ کے بعض بندے اس کے خاص فضل سے ان حقیقتوں کو کبھی کبھی خود بھی اس طرح محسوس کرتے ہیں، اور اس سے ان کے ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔

عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج من الخلاء قال غفرانک (ترمذی ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستور تھا۔ کہ جب آپ حاجت سے فارغ ہو کر بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے غفرانک (اے اللہ تیری پوری مغفرت کا طالب و سائل ہوں۔

قضاء حاجت کے بعد دُعا کا فلسفہ:۔ قضاء حاجت سے فارغ ہونے کے بعد آپ کی اس مغفرت طلبی کی متعدد توجیہیں کی گئی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ لطیف اور دل کو لگنے والی توجیہہ اس عاجز کے نزدیک یہ ہے کہ انسان کے پیٹ میں جو گندہ فضلہ ہوتا ہے، وہ ہر انسان کے لئے ایک قسم کے انقباض اور گرانی کا باعث ہوتا ہے، اور اگر وہ وقت پر خارج نہ ہو تو اس سے طرح طرح کی تکلیفیں اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں، اور اگر طبعی تقاضے کے مطابق پوری خارج ہو جائے تو آدمی ایک ہلکا پن اور ایک خاص قسم کا انشراح محسوس کرتا ہے، اور اس کا تجربہ ہر انسان کو ہوتا ہے اسی طرح سمجھنا چاہیئے، کہ صحیح احساس رکھنے والے عارفوں کے لئے گناہوں کا بالکل یہی

حال گناہوں کا ہے، وہ ہر طبعی انقباض اور دنیا کے ہر اندرونی اور بیرونی بوجھ اور ہر گرانی سے زیادہ گناہوں کے بوجھ اور ان کی گرانی اور اذیت کو محسوس کرتے ہیں، اور گناہوں کے بارے اپنی پیٹھ کے ہلکا ہونے کی فکر ان کو بالکل ویسی ہی صورت ہوتی ہے، جیسی کہ ہم جیسے عام انسانوں کو پیٹ اور آنتوں کے گندے فضلہ کے خارج ہو جانے کی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس بشری تقاضے سے فارغ ہوتے اور انسانی فطرت کے مطابق طبیعت ہلکی اور منشرح ہوتی تو مذکورہ بالا احساس کے مطابق اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے، کہ جس طرح تو نے اپنے کرم سے اس گندے فضلہ کو میرے جسم سے خارج کر کے میری طبیعت کو ہلکا کر دیا اور مجھے راحت و عافیت عطا فرمائی، اسی طرح میرے گناہوں کی پوری پوری مغفرت فرما کر میری روح کو پاک، صاف اور گناہوں سے بوجھ سے میری پیٹھ کو ہلکا کر دے۔ (قوانین فطرت سوہدرہ جلد ۷ شمارہ ۱۴)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ ایک شخص جب بھی استنجا کرنے کے لئے مسجد کے غسل خانے میں داخل ہوتا ہے۔ تو وہ پیشاب کر دیتا ہے اسے بعض دفعہ منع بھی کیا گیا ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ میں مجبوری کی بنا پر ایسا کرتا ہوں۔ آیا اس کا یہ فعل ٹھیک ہے یا نہیں؟ (سائل عبد الحمید عابد پنڈی گھیپ)

الجواب:۔ غسل خانہ میں پیشاب کرنا اچھا نہیں۔ (الاعتصام لاہور جلد ۱۹ شمارہ ۱۵)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

باب السواك

فضائل مسواک:۔ اسلام ایک فطری مذہب ہے اس میں ایک ایسی جامعیت پائی جاتی ہے کہ جس میں دین اور دنیا کی تمام بھلائیت سمٹ کر آجاتی ہے ظاہر ہیں اس کے فوائد اور نتائج سمجھنے سے قاصر ہیں لیکن اطبا رقدیم اور جدید اس پر متفق ہیں کہ اکثر امراض دانتوں کی خرابی یا مسوڑھوں کی خرابی کے سبب پیدا ہوتے ہیں جو انسان کو ختم کر دیتے ہیں اسی وجہ سے بعض بیمہ کمپنیوں نے اپنے گاہکوں کے دانتوں کی حفاظت کے لئے معالج اور ڈاکٹروں کو مقرر کر رکھا ہے تاکہ ان کے گاہکوں کی موت دانتوں کی خرابی کی وجہ سے واقع نہ ہو (صحت و ثبات ص۲۱) دانتوں کی صفائی کا اثر جسمانی صحت پر پڑتا ہے اسی لئے یورپ میں ہر فوجی سپاہی کے دانت صاف کرنے کے برش کا روزانہ معائینہ کیا جاتا ہے جیسا کہ توپ اور بندوق کا (صحت و ثبات ص۲۱) موجودہ ڈاکٹروں اور حکما نے بھی تسلیم کیا ہے کہ دانتوں کی صفائی امراض پھیپھڑوں کے لئے اکسیر اعظم ہے اس لئے دانتوں کی حفاظت کے لئے کئی قسم کے ٹوتھ پیسٹ یا ٹوتھ پوڈر اور منجن تیار ہو چکے ہیں۔ اسلام نے ایک ایسا بہترین برش تعلیم فرمایا ہے جو کہ ہر جگہ ہر وقت حاصل ہو سکے پھر اس میں خالق المخلوقات نے ایسی تاثیر پیدا کر رکھی ہے جو کہ تمام امراض کے لئے شفا ہے اسی لئے پیشوائے اسلام حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کو بہت دوست رکھتے اس کو کبھی ترک نہ فرماتے جب رات کو نیند سے بیدار ہوتے تو مسواک کرتے جب گھر میں داخل ہوتے تو مسواک کرتے جب وضو کرتے تو مسواک کرتے جب نماز کو کھڑے ہوتے مسواک کرتے پھر وقت وفات حالِ نزع کے بھی مسواک کی، حدیث میں آیا ہے اگر امت پر گراں نہ ہوتا تو میں مسواک کو ان پر فرض قرار دیتا جیسا کہ نماز کے لئے وضو فرض ہے۔

فوائد ۱۔ مسواک کرنے سے منہ کی بدبو اور عفونت دور ہو جاتی ہے ۲۔ مسواک کرنے سے اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے ۳۔ منہ کی صفائی سے فرشتے خوش ہوتے ہیں ۴۔ مسواک کرنے سے شیطان خفا ہوتا ہے۔ ۵۔ مسواک کرنے سے جنت میں درجات بلند ہوتے ہیں ۶۔ مسواک کرنا تمام انبیاء کی سنت ہے ۷۔ مسواک کرنے سے ایمان اور نیکیاں بڑھتی ہیں۔ ۸۔ مسواک سے فصاحت زیادہ ہوتی ہے۔ ۹۔ مسواک کرنے سے معدہ کی اصلاح ہوتی ہے ۱۰۔ بلغم اور کھانسی کو روکتی ہے ۱۱۔ مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے ۱۲۔ آنکھوں کی بصارت کو تیز کرتی ہے ۱۳۔ موت کے علاوہ ہر مرض کی شفا ہے ۱۴۔ موت کے وقت کلمہ شہادت یاد دلاتی

ہے ۱۵. روح کے نکلنے کو آسان کرتی ہے ۱۶. مسواک سے نماز پڑھنا ستّر گنا زیادہ ثواب ہے ۱۷. مسواک کرنے سے لڑائی میں کفار پر فتح حاصل ہوتی ہے ۱۸. مسواک کرنے سے فخر و غرور دور ہو جاتا ہے۔

(منبہات، کشف الغمہ، ترمذی شریف، رسائل ملا علی قاری حنفی رح) علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ

احکامِ مسواک

احکامِ مسواک:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسواک کرنے کو بہت دوست رکھتے تھے اور کبھی اس کو ترک نہ فرماتے، رات کو جب نیند سے اٹھتے تو مسواک کرتے جب گھر جاتے مسواک کرتے جب وضو کرتے مسواک کرتے جب نماز پڑھتے مسواک کرتے پھر وقت وفات کے حال نزاع میں بھی مسواک کی اور فرماتے تھے لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ رواہ مالک واحمد والشیخان والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رواہ احمد ابوداود والنسائی عن زید بن خالد دوسری روایت میں مع کل وضوء آیا ہے تیسری روایت کا لفظ یہ ہے عند کل صلوٰۃ ومع کل وضوء بسواک۔ عباس بن عبد المطلب نے رفعاً کہا ہے لولا ان اشق علی امتی لفرضت علیھم السواک عند کل صلوٰۃ کما فرضت علیھم الوضوء رواہ الحاکم مکحول کا لفظ مرسلاً یوں ہے لامرتھم بالسواک والطیب عند کل صلوٰۃ رواہ سعید بن منصور یعنی اگر امت پر گراں نہ ہوتا تو میں ان کو حکم کرتا کہ وہ ہر نماز کے بعد مسواک کریں اور خوشبو ملیں اور عطر لگائیں اور حدیث عائشہ میں فرمایا ہے السواک مطھرۃ للفم مرضاۃ للرب رواہ احمد والنسائی وابن حبان والحاکم والبیہقی ابن عباس نے مجلاۃ للبصر زیادہ کیا ہے رواہ الطبرانی دوسرا لفظ ان کا رفعاً یہ ہے السواک یطیب الفم ویرضی الرب رواہ الطبرانی واسنادہ حسن رافع بن خدیج رفعاً کہتے ہیں کہ السواک واجب وغسل الجمعۃ واجب رواہ ابونعیم حدیث ابن جزء میں سواک کو فطرت فرمایا ہے رواہ ابونعیم ابوہریرہ کہتے ہیں مسواک مرد کی فصاحت کو زیادہ کر دیتی ہے۔ رواہ العقیلی وابن عدی والخطیب عائشہ کا لفظ یہ ہے السواک شفاء من کل داء الا السام والسام الموت رواہ الدیلمی یعنی مسواک کرنا ہر بیماری کی شفا ہے مگر موت ابن عباس کہتے ہیں حضرت ہم کو ہمیشہ حکم مسواک کرنے کا دیتے یہاں تک کہ ہم ڈرے کہ کہیں اس مقدمہ میں ان پر وحی نہ اتر آئے رواہ احمد حدیث ابوایوب میں فرمایا ہے کہ چار چیزیں سنن مرسلین سے ہیں۔ حیاء و تعطر و نکاح و سواک رواہ احمد والترمذی والبیہقی اور یہ حدیث عائشہ کی کہ صلوٰۃ بسواک افضل من سبعین صلوٰۃ بغیر سواک رواہ ابو یعلی والحاکم وغیرھما صحیح نہیں ہے ابن القیم رح نے کہا ہے کہ یہ حدیث نہ صحاح میں ہے نہ کتب سنن میں بیہقی نے کہا اس کی سند قوی نہیں ہے اس کے سب طرق

ضعیف ہیں[ص۱] ۔ بالجملہ نماز ساتھ مسواک کے پڑھنا سنت مؤکدہ ہے ابن خنظلہ کہتے ہیں حضرت نے ہم کو حکم دیا کہ ہر نماز کے لئے ہم وضو کریں طاہر ہوں یا غیر طاہر پھر جب ہم پر یہ بات گراں گذری تو ہم کو حکم دیا کہ ہم نماز کے لئے مسواک کیا کریں رواہ احمد وغیرہ ابن عباس نے کہا ہے حضرت ہر دو رکعت نماز پڑھ کر مسواک کرتے تھے یعنی نماز شب میں رواہ النسائی بطولہ زید بن خالد جہنی نماز مسجد میں آکر پڑھا کرتے ان کے کان پر مسواک بجائے قلم کے گوش کاتب پر رکھی ہوتی جب نماز کو کھڑے ہوتے تو مسواک کرتے رواہ ترمذی بطولہ وصححہ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا ہے تم مسواک کو لازم پکڑو مسواک بہت اچھی چیز ہے حفر[ص۲] یعنی زردی دندان کو دور کرتی ہے بلغم کو نکالتی ہے۔ آنکھ کی جوت کو جلا دیتی ہے مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے بدبو دہن کو لے جاتی ہے معدہ کی اصلاح کرتی ہے درجات جنت کو بڑھاتی ہے فرشتے حمد کرتے ہیں اللہ راضی ہوتا ہے شیطان خفا ہو جاتا ہے رواہ عبد الجبار الخولانی فی تاریخہ حدیث ابو سعید خدری میں فرمایا ہے غسل جمعہ کا ہر محتلم پر فرض ہے اور مسواک اور لگانا خوشبو کا جو میسر ہو رواہ مسلم بعض اہل علم نے لکھا ہے افواھکم طرق الکلام ربکم فنظفوھا مختار مسواک میں یہ ہے کہ درخت اراک کی ہو اگرچہ سعد یہ اشنان وخرخہ رخشن وغیرہ اشیاء منظف بھی جائز ہے علماء نے کہا ہے فضائل مسواک میں سے ایک یہ فضیلت ہے کہ وہ مرتے وقت یاد شہادت کی دلا دیتی ہے اور روح کے نکلنے کو آسان کر دیتی ہے۔ (عشرہ کاملہ ص۲ تا ۴)

الجواب صحیح   علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ مسواک اگر گھستے گھستے بالکل چھوٹی رہ جائے اور قابلِ گرفت نہ رہے تو اس کو کیا کرنا چاہیئے اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ اس کو زمین میں گاڑ دینا چاہیئے کہ قیامت کے دن اس کا سایہ اُس شخص پر ہو گا۔ یہ مسئلہ صحیح ہے، یا مصنوعی۔ بینوا توجروا

الجواب :۔ یہ مسئلہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ محض مصنوعی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ حمید الرحمٰن عفی عنہ   سید محمد نذیر حسین   فتاویٰ نذیریہ ص۱۲۶ ۱۲۷ جلد ۱

الجواب صحیح   علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ مسواک کرنا جیسا کہ وقت وضو کرنے کے مستحب ہے، اسی طرح وقت ہر نماز پڑھنے کے قبل بھی مستحب ہے، یا نہیں؟ (سائل)

ص۱ عن ابن عباس یرفعہ لان اصلی رکعتین بسواک احب الی من ان اصلی سبعین رکعۃ بغیر سواک رواہ ابو نعیم فی کتاب السواک باسناد جید وعن جابر مرفوعا رکعتان بالسواک افضل من سبعین رکعۃ بغیر سواک رواہ ابو نعیم ایضا باسناد حسن (ترغیب منذری)

ص۲ بالفارسیت خفگی دندان ۱۲

الجواب: مستحب ہے چنانچہ رد المختار کے صفحہ ۱۱۸ میں لکھا ہے انہ مستحب فی جمیع الاوقات ویؤکد استحبابہ عند قصد الوضوء فسن ویستحب عند کل صلوٰۃ الاوممن صرح باستحبابہ عند الصلوٰۃ ایضاً الحلبی فی شرح المنیۃ الصغیر وفی ھدیۃ ابن العماد ایضاً وفی التتارخانیۃ عن التتمۃ ویستحب السواک عندنا عند کل صلوٰۃ ووضوء یعنی بہ تحقیق مسواک کرنا مستحب ہے سب وقتوں میں اور موکد ہے مستحب ہے اس کا وقت ارادہ کرنے وضو کے پس مسنون یا مستحب ہے نزدیک ہر نماز کے الخ اور جنہوں نے تصریح کی ہے ساتھ مستحب ہونے مسواک کے وقت نماز کے ان میں سے ایک حلبی ہے شرح منیہ میں ہے ہدایہ ابن العماد میں بھی اور تتارخانیہ میں تتمہ سے نقل کیا ہے کہ مستحب ہے مسواک کرنا نزدیک ہمارے وقت ہر نماز اور وضو کے الخ

اور عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں ملک العلماء مولانا محمد عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے، ووقتہ فی الوضوء عند المضمضۃ ویستحب ایضاً عند کل صلوٰۃ یعنی اور وقت مسواک کرنے کا وضو میں وقت کلی کرنے کے ہے اور نیز مستحب ہے۔ وقت ہر نماز کے الخ (رسالہ محدث لاہور جلد ۱ شمارہ ۵)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

باب الحیض والنفاس

سوال: مستورات حائضہ ہونے کی صورت میں قرآن پاک کے علاوہ کوئی ایسی کتاب جس میں کچھ قرآن مجید کی آیات یا احادیث ہوں، یا ان کے مطالب لکھے گئے ہوں پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: قرآن مجید کی آیت نہ پڑھیں، باقی مضامین اور ترجمہ قرآن مجید کا پڑھ سکتی ہیں، کیوں کہ تراجمہ قرآن نہیں اور اس کو قرآن پڑھنا منع ہے۔ نہ کوئی اور چیز۔ (تنظیم اہلحدیث جلد ۱۶ شمارہ ۳۲)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال: کیا حائضہ عورت اعتکاف بیٹھ سکتی ہے؟ بابو عبدالجبار کیمبل پور

الجواب: ایسی حالت میں نہ بیٹھنا چاہیئے، کیوں کہ صلوٰۃ و تلاوت سے محرومی رہیگی، ہاں دورانِ اعتکاف میں

یہ عارضہ ہوجائے تو اعتکاف نہ توڑنا چاہیئے، منہیات سے قطع نظر صرف ذکر الٰہی اور تفکرات صنائع قدرت میں مشغول رہیے۔
الحدیث سوہدرہ جلد ۱۵ شمارہ ۸

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ حائضہ عورت سے سطحی میل ملاپ اور اس کے ہاتھ سے پکی ہوئی اشیاء کھانے کا عند الشرع کیا حکم ہے، ہاں اس کے ساتھ ہی قواعد طبیہ اور اصول حکمت کا بھی لحاظ رہے۔

الجواب:۔ جائز ہے، حدیثوں سے ثابت ہے قرآن شریف میں جماع سے منع ہے فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ طبی حکم بھی یہی ہے کہ حیض میں جماع کرنا فریقین کو مضر ہے۔ (فتاوی ثنائیہ جلد اول صہ ۶۰۲)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ کنواری بالغہ یا شادی شدہ لڑکی اپنے سسرال میں اول مرتبہ جب حیض میں مبتلا ہوتی ہے تو گھر والے اسے امور خانہ داری سے الگ تعلق رکھتے ہیں اور گھر کے رشتہ داروں کے ساتھ خلط ملط بھی نہیں ہونے دیتے گویا اس کے ساتھ ترکِ موالات کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ گھر کے چھوٹے بڑے اور بچے بھی حائضہ کو نہیں چھوتے، گویا ایام حیض میں اسے اچھوت سمجھتے ہیں، جب حیض سے فارغ ہوجاتی ہے، تو حائضہ کے ناخن ترشواتے ہیں غسل کرواتے ہیں اور محلہ والوں کے لڑکے لڑکیوں کو بلا کر ان کے بیچ میں حائضہ کو بٹھاتے ہیں اور کوئی شیریں چیز کھلاتے ہیں۔ اور اس کی گود میں ایک لڑکا دیتے ہیں۔ ملکی اصطلاح میں اس رسم کو گود بھرانا کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں جس گھر میں حائضہ رہتی ہے اس گھر کو اچھی طرح لیپتے ہیں اور گدڑی۔ تکیہ۔ بستر وغیرہ غرضیکہ جس چیز کو حائضہ چھوتی ہے اس کو دھوتے ہیں۔ یہ رواج ہنوز ان اطراف میں جاری ہے۔ آپ اس پر قرآن و حدیث کی رو سے روشنی ڈالیں، کیا یہ رواج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تھا؟

الجواب:۔ یہ رسم اسلامی نہیں بلکہ یہود ایسا کیا کرتے تھے چنانچہ حدیث شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ان الیهود کانوا اذا حاضت المرأة فیهم لم یواکلوها ولم یجامعوهن فی البیوت الحدیث (ابوداود وغیرہ) کہ یہودی لوگ حیض والی عورت کے ساتھ نہ کھاتے اور نہ گھر میں اکٹھے رہتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رسم بند فرمادی، ہاں اتنا فرمایا۔ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ یعنی حیض کی حالت میں عورتوں سے جماع نہ کرو۔ فتاوی ثنائیہ جلد ۲ صہ ۱۱۲

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ ایک عورت نے حیض آنے کے تین روز بعد غسل کیا۔ شوہر کے پوچھنے پر بیان کیا کہ میں پاک ہو گئی، بعد ملاپ خون نظر آیا۔ اس صورت میں اس گناہ پر کفارہ کیا ہے؟

الجواب :۔ بحکم حدیث ایک درم یعنی آج کل کے حساب کے مطابق ۴/۱ کفارہ کافی ہوگا۔ ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

شرفیہ :۔ یہ کفارہ ۴/۱ نصف بعد انقطاع حیض نہیں بلکہ بحالت حیض ہے، دم احمر میں دینار، دم اصفر میں نصف دینار۔ ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ صہ ۵۶ (ابوسعید شرف الدین دہلوی) فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ صہ ۱۱

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

سوال :۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر حیض والی عورت آخر دن میں پاک ہو تو ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں پڑھے، اور اگر رات میں پاک ہو تو مغرب اور عشا دونوں نمازیں ادا کرے اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب :۔ جو کچھ ظاہر سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ اس حکم کی بنا دونوں وقتوں کے اشتراک پر ہے احتیاط پر عمل کرنے کو یعنی آخر دن سے مراد اول وقت عصر کا ہے کہ ظہر کا آخر وقت ہے اور رات سے مراد عشا کا اول وقت ہے کہ مغرب کا وقت کا آخر ہے پس جو ان وقتوں میں پاک ہو احتیاطاً دونوں نمازیں ادا کرے کیوں کہ شرکت وقتین کے خیال سے کہہ سکتے ہیں کہ اُس نے دونوں کو پالیا تو دونوں وقتوں کی نماز ادا کرنی چاہیئے اور حدیثوں سے ظاہر یہی بات ہے کہ اُس نماز کو ادا کرے جس نماز کے وقت میں پاک ہوئی۔ مجموعہ فتاویٰ جلد دوم صہ ۲۶

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

باب الوضو

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمیع امور نیک مثل وقت وضو یا کھانے پینے یا وقت جماع وغیرہ کے سوائے شروع سورہ قرآن شریف کے پوری بسم اللہ یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنی سنت ہے یا فقط بسم اللہ ہی پر اکتفا کیا جائے اور درصورت پوری بسم اللہ پڑھنے کے بدعت ہو جاتی ہے یا نہیں۔ بینوا تؤجروا۔

الجواب: میرے فہم میں یہ سب تشددات ہیں الفاظ ماثورہ پر اگر کچھ الفاظ حسنہ زیادہ ہو جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے کہ عبداللہ بن عمر رض فرماتے تھے کہ تلبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی قدر تھا لبیك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك اور عبداللہ بن عمر رض اس پر یہ کلمات زیادہ کرتے تھے لبيك وسعديك والخير بيديك لبيك والرغباء اليك والعمل بہت مواضع میں ثابت ہے کہ صحابہ کرام اور علمار اسلام الفاظ ماثورہ پر درود شریف اور دعوات میں بعض الفاظ زیادہ کرتے تھے اور یہ تعامل بلا نکیر جاری رہا۔ نماز میں بھی اگر ادعیہ ماثورہ پر زائد دعا پڑھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں دیکھو صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں ہے ایک شخص نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتا تھا قومہ میں یہ دعا پڑھی ربنا ولك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه جس وقت آپ نماز سے فارغ ہو گئے آپ نے فرمایا یہ کلمات کس نے پڑھے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تین دفعہ فرمایا صحابہ ساکت ہو گئے اور پڑھنے والا ڈر گیا کہ شاید آپ میرے پڑھنے سے ناراض ہو گئے آپ نے فرمایا من القائل فانه لم يقل باسا کس نے یہ کلمات کہے ہیں اس نے کوئی بری بات نہیں کہی پھر وہ شخص بولا انا قلتها لم اردبها الا خيرا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت بضعة وثلاثين ملكا يبتدرونها ايهم يكتبها اول یعنی تیس ۳۰ سے کچھ زیادہ فرشتے اس کے لکھنے کیواسطے آئے تھے ہر ایک چاہتا تھا کہ میں اس کو پہلے لکھوں، اس سے ثابت ہوا کہ ماثورہ پر زیادت جائز ہے کیوں کہ یہ دعا اس شخص نے اپنی طرف سے ماثورہ پر زیادتی کی تھی اگر یہ تعلیم نبوی ہوتی تو خوف کس بات کا تھا جس سے وہ سکوت کرتا رہا اور جواب نہ دے سکا۔ اسی طرح ایک شخص نے نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چھینک کر یہ دعا پڑھی الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا

علیہ کما یحب ربنا ویرضیٰ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر دو دفعہ پوچھا یہ پڑھنے والا کون تھا کوئی نہ بولا تیسری دفعہ پھر پوچھا آخر وہ شخص بولا کہ یا رسول اللہ میں نے پڑھا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد ابتدرھا بضعۃ وثلثون ملکا ایھم یصعد بھا۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ اوپر تیس فرشتے دوڑے ان کلمات کے لئے کہ کون اوپر لے جاویگا۔ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی۔ حدیث میں تو فقط چھینک کے واسطے اس قدر وارد ہے الحمد للہ علی کل حال، یہ زیادت اس شخص نے اپنی طرف سے کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحسین فرمائی اس کے نظائر بکثرت ہیں اگر کل کا استیعاب کیا جاوے تو ایک مستقل کتاب بنے گی۔ غرضیکہ اس قسم کے زیادات بدعت سے نہیں بلکہ فمن تطوع خیرا فھو خیرلہ میں داخل ہیں۔ فقط عبدالجبار عفی عنہ **سید محمد نذیر حسین**

ھوالموفق:۔ اس مسئلہ کی تحقیق عون المعبود شرح ابی داؤد صفحہ ۹۰۴ جلد ۴ میں بسط کے ساتھ کی گئی ہے من شاء زیادۃ التحقیق فلیراجع الیہ۔ کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۴۸ الجواب صحیح علی محمد سعیدی

سوال:۔ اگر وضو کرتے ہوئے کچھ دنیاوی باتیں آپس میں لوگ کریں تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ نماز پڑھتے ہوئے خاموش رہنے کا حکم ہے نہ کہ وضو کرتے ہوئے۔ لہٰذا وضو کرتے ہوئے کلام کرنا جائز ہے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ گزٹ اہلحدیث جلد ۹ شمارہ ۱۰

تشریح:۔ بوقت ضرورت جائز ہے بلا ضرورت توجہات وضو میں خلل انداز ہیں۔ اس لیے احتیاط اچھی ہے۔

الراقم علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ اگر موذن بغیر وضو اذان دیوے تو جائز ہے یا نہیں؟ سائل عبدالغفار از باول محلہ حسن پور

الجواب:۔ جائز ہے مگر افضل نہیں جیسا کہ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے مگر افضل بیٹھ کر ہے۔

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال (فتاویٰ ستاریہ جلد اول ص ۸)

سوال:۔ اگر آدمی کسی غسل خانہ میں جہاں ننگے جسم نہایا جاتا ہے نہا کر نکلے اور ننگے جسم ہی وضو کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ جائز ہے اور اس وضو سے نماز بھی پڑھ سکتا ہے ہاں وضو کے بعد استنجا گاہ پر ہاتھ نہیں لگانا چاہیئے۔ الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال اہلحدیث سوہدرہ جلد ۲ شمارہ ۲۹

وضو کا فلسفہ :۔ اعضائے وضو کی ترتیب کی حکمت ، جسم اور روح کی صفائی

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ وضو کے فوائد روحانی نکتہ نگاہ سے ۔

اللہ تعالیٰ عز اسمہ نے ہر قدرتی شے میں ایک خاص تاثیر ودیعت رکھی ہے پانی مصداق ارشاد خداوندی وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ہر شے کو زندہ کرنے والا ہے حتیٰ کہ لوہے اور فولاد میں بھی زندگی پیدا کرتا ہے اور وہ یوں آہنگر لوہے یا فولاد کا کوئی آلہ بناتا ہے تو وہ اس کو پانی سے پان دیتا ہے جس سے اس کو حدت اور تیزی پیدا ہو جاتی ہے بس یہی اس کی زندگی ہے ۔ بعینہٖ یہی حالت انسانی جسم کی ہے ۔ غسل اور وضو سے قوائے انسانی میں جلا اور چمک پیدا ہوتی ہے ، عقل کا مادہ ترقی پذیر ہوتا ہے پس عقل و ہوش کی قائمی اور زیادتی ہی ایمان کی فراوانی ہے اور حفظِ نماز کا راز مضمر ہے ۔ یاد رہے وضو جہاں ازدیاد عقل کا موجب ہے وہاں نفس پر بھی اثر انداز ہوتا ہے ، وضو کیا ہے نفس کو اس کی بدعنوانیوں اور شرارتوں سے روکنے کا واحد ذریعہ جب کہ اعضاء وضو کو دھونے سے اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ متوضی ان تمام گناہوں سے توبہ کر رہا ہے جو ان اعضاء سے سرزد ہو چکے ہیں اور ساتھ ہی یہ دعا کر رہا ہے ۔ کہ اے مولیٰ کریم جس طرح میں نے اپنے ہاتھ منہ اور پاؤں کو دھویا ہے ایسے ہی تو میرے اس اعمال نامہ کو اپنی باران رحمت سے دھو ڈال ، جو انہی اعضاء کے گناہوں سے مرتکب ہو چکا ہے ۔

وضو کی ترتیب :۔ قرآن پاک میں وضو کے متعلق جو ترتیب منصوص بیان کی گئی ہے اس میں ایک لطیف پیرایہ میں ترکِ ذنوب کی تعلیم پائی جاتی ہے ۔ وہ یوں کہ سب سے پہلے چہرہ کو دھونے کا حکم ہے جس میں آنکھ منہ اور ناک داخل ہے ان میں سے اوّل کلی کے ذریعے زبان کو صاف کیا جاتا ہے ۔ یہ اس لئے کہ زبان ہی جسم کا اعلیٰ حصہ ہے اور زبان ہی اس کا ارذل حصہ ہے ، لقمان حکیم کو جب اس کے مالک نے کہا کہ قصاب کی دکان سے اعلیٰ گوشت لائیں تو پھر زبان کا گوشت خرید کر لائے پھر کہا کہ اب ادنیٰ تر گوشت لائیں پھر بھی آپ زبان ہی کا گوشت لائے سوال کرنے پر بتایا کہ اگر زبان نیکی کیطرف راغب ہو تو خداوند قدوس کی حمد و ثنا میں مصروف رہ کر اعلیٰ کہلائے گی اگر بدی کیطرف مائل ہو گی تو پھر غیبت و بدگوئی کے لئے وقف ہو کر ارذل متصور ہو گی ، نبی اکرم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس نے زبان کی حفاظت کی میں بہشت کیلئے اس کا ضامن ہوں پس ثابت ہوا کہ وضو میں سب سے پہلے زبان کو دھونے سے غرض یہ ہے کہ متوضی توبہ زبان کو تمام امور پر مقدم خیال کر کے بارگاہ الٰہی میں اسکی حفاظت کی التجا کرے ، ناک دھونے میں کبر و غرور اور مشمومات ممنوعہ سے مجتنب رہنے کا ایما ہے ، چشم شوئی کا مقصد وحید یہ ہے کہ آنکھ کو نظر بد سے روکا جائے ہاتھ دھونے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل و

کرم سے دست درازی اور تعدی کے علاوہ ان تمام گناہوں چوری وغیرہ سے بچائے جو ہاتھوں سے سرزد ہوتے ہیں۔ القصہ ہاتھ دھونے کا مختصر فلسفہ یہ ہے کہ متوضی تمام گناہوں سے ہاتھ دھو رہا ہے کان اور سر کے مسح سے یہ غرض ہوتی ہے کہ خدا تعالےٰ ان کو سرکشی سے بچائے اور کانوں کو ممنوعات شرعی اور غیبت کے سننے سے محفوظ رکھے، وضو میں سب سے آخر پاؤں دھوتے ہیں پاؤں کو سب سے پیچھے دھونے میں یہ راز ہے کہ جب انسان کسی گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو سب سے پہلے آنکھ دیکھتی ہے دل سوچتا ہے اور زبان اقرار کرتی ہے کان برائی کا پروگرام سنتے ہیں۔ جب جسم انسانی کے یہ ارکان کسی برائی کا فیصلہ کر کے آمادہ ہو جاتے ہیں تو پھر پاؤں چلنے کا کام کرتے ہیں گویا پاؤں واقعی اعضائے رئیسہ کے خادم و غلام ہیں۔ یہ افعال کی اس ترتیب طبعی کے لحاظ سے پاؤں کو آخیر میں دھویا جاتا ہے۔ اے رب العالمین اے ارحم الراحمین میں تیری رضا کے لئے پاؤں دھو رہا ہوں تو اپنا فضل وکرم کر تو میرے تن اور من کو اپنی طرف پھیرے اور ایسا پھیر دنیا وما فیہا نظر میں نہ لائے سوائے تیرے کسی اور طرف رجوع نہ کرے تاکہ ان پاؤں کو بدی کیطرف نہ چلنا پڑے۔ خلاصہ یہ کہ اعضاء وضو کے دھونے سے ان کے ترک ذنوب کیطرف اشارہ ہے چنانچہ ہر اندام کو تین بار دھونے کا یہ فلسفہ ہے کہ مومن توبہ کے ارکان ثلثہ کی پابندی کر رہا ہے یعنی ندامت گناہ، ترک گناہ، گناہ سے اجتناب کرنے کا حتمی اقرار کیا جا رہا ہے۔

از مولانا عبدالرحمٰن صاحب فضل آبادی (تنظیم اہلحدیث روپڑ جلد ۸ شمارہ ۱۶)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ برہنہ ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ نہیں ٹوٹتا کیوں کہ برہنہ ہونا نواقض وضو میں سے نہیں ہے۔ اہلحدیث دہلی جلد ۹ شمارہ ۲۱

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ ستر کے چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں ہے؟

الجواب:۔ محدثین کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے کیوں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا افضیٰ احدکم بیدہ الی فرجہ ولیس بینہما ستر ولا حائل فلیتوضأ (طبرانی۔ دار قطنی، شافعی) یعنی جب کسی کا ہاتھ شرمگاہ پر پہنچے اور ان دونوں کے درمیان کوئی پردہ اور آڑ نہ ہو تو وہ وضو کرے، یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لئے ہے لفظ فرج کے معنی مطلق شرمگاہ کے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے

ایّمارجل مسّ فرجه فلیتوضأ وایّما امرأة مسّت فرجها فلتتوضأ (احمد بیهقی) یعنی جو مرد اپنی شرم گاہ کو چھوئے وہ وضو کرے اور جو عورت اپنی شرمگاہ کو چھوئے وضو کرے۔ شرم گاہ پیشاب اور پاخانہ دونوں کی جگہ کو کہتے ہیں۔

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال ۔ (اخبار اہلحدیث دہلی جلد ۹ شمارہ ۲۱)

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان بغیر وضو کے کہنی کس طرح ہے، قرآن و حدیث سے جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔ بینوا و توجروا۔

الجواب:۔ عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا یؤذن الا متوضئ۔ یعنی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اذان دے مگر وضو والا۔

یہ تو حدیث ہے اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کے قول ابوہریرہؓ موجود ہے لاینادی بالصلوٰة الا متوضی یعنی نماز کی اذان نہ دے مگر وضو والا۔ پھر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے باب الیسا قائم کیا ہے۔ جس میں صریح کراہت ثابت ہوتی ہے۔ کتاب سبل السلام صفحہ میں اس مسئلہ کو آپ دیکھیں من حدیث ابن عباسؓ بلفظ ان الاذان متصل الصلوٰة فلا یؤذن احدکم الا وهو طاهر وهو دلیل علی اشتراط الطهارة للاذان من الحدث الاصغر ومن الحدث الاکبر بالاولی ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ الامام ضامن والمؤذن مؤتمن بڑے تعجب کی بات ہے جو مولوی صاحبان اسقدر حدیثیں و قول دیکھ کر بھی فتویٰ دیتے ہیں کہ بغیر وضو اذان کہنی جائز ہے۔ ذرا غور فرمایئے نبی علیہ السلام سے تو صریح النص ثابت ہو چکا ہے کہ بغیر وضو اذان نہ کہنی چاہیئے۔ آپ صاحبان جو بغیر وضو کے اذان جائز کہتے ہیں۔ کوئی ایسی صریح النص حدیث پیش کریں اگرچہ ضعیف ہو۔ دلالۃ النص جو آپ صاحبان بیان فرماتے ہیں وہ بالکل دلیل نہیں ہو سکتی ایسے تو آپ کو حنفی علماء فاتحہ خلف الامام کے متعلق بہت سی حدیثیں پیش کرتے ہیں آپ کیوں نہیں مانتے پھر ایسا مسئلہ کوئی بھی آپ ثابت نہیں کر سکتے جس میں اول سے اختلاف نہ ہو۔ ہمارا تو مذہب ہے خذوا ما اٰتٰکم الرسول وما نهٰکم عنه فانتهوا۔ اس سے زیادہ دلیل اور کیا ہو سکتی ہے پھر آپ لفظ المؤذن مؤتمن کیطرف غور سے نظر کریں۔ امین وہ ہوتا ہے جو کہ امانت میں کسی کی خیانت نہ کرے موذن کو وضو کرنا وقت معلوم کرنا صحیح لفظوں سے اذان کہنی تکمیل امانت اذان سے اس کے ذمے کئے ہوئے ہیں۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے وقت سے پہلے صبح کی اذان دے دی تھی۔ آپؐ نے دوبارہ حکم دیا تھا کہ پھر وقت پر اذان دیں۔ اور اپنا عذر بھی بیان کریں کہ بندہ سو گیا تھا جناب من اذان نماز

کی ایک جزو اعظم ہے بغیر اذان کے ایک دفعہ بھی ثابت نہیں کہ نبی علیہ السلام نے کہیں جماعت کرائی ہو صحابہ کرام کے اختلاف کیطرف آپ صریح النص کے ہوتے ہوئے مت خیال کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے کہ تمام عمر پانی نہ ملے تو تیمم ہر گز نہ کریں۔ حضرت ابن عباس رضؓ کا مذہب ہے کہ منی تھوک جیسی ہے، کیسے جلیل القدر صحابی ہیں مگر ان مسئلوں میں بالکل بھول گئے ہیں۔ کیا یہ ہمارے لئے دلیل ہو سکتے ہیں۔ جب ایسے صحابہ کا قول ہمارے لئے حجت نہیں تو ایک مولوی صاحب کا فعل مسئلہ میں کیسے حجت ہو سکتا ہے اہلحدیث کا مذہب بھی یہ ہے کہ بغیر قرآن و حدیث کے کسی اور چیز کو دلیل شرعی نہیں مانتے۔ کتبہٗ محمد عثمان عفی عنہ کوہاریانوالہ مورخہ ۲۳ رجمادی الثانی ۱۳۵۳ھ

مفتی کے فتویٰ پر تعاقب:۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:۔ مزاج شریف آپ کا فتویٰ نظر سے گزرا دیکھنے میں محض تعصب ثابت ہوا اس لئے حقیقت کا انکشاف ضروری معلوم ہوا۔ مسائل میں کلام کرنے سے پہلے میں آپکی چند لفظی اغلاط پیش کرتا ہوں۔

۱۔ حدیث ابن عباس رضؓ میں ان الاذان متصل بالصلوٰۃ کی بجائے متصل الصلوٰۃ لکھا ہے۔

۲۔ وھو دلیل علی اشتراط الطھارۃ للاذان میں للاذان الف کی مد کے ساتھ لکھا ہے باب تفعیل کی مصدر سلام کیطرح اذان بغیر مد چاہیئے ایسی غلطی مفتی کو نہیں چاہیئے۔

۳۔ اول حضرت بلال رضؓ کو ظ کے ساتھ لکھا۔ اسی طرح حضرت عمر رضؓ اور ابن عباس رضؓ کو ظ کے ساتھ لکھا ہے۔ (داجی) مفتی آپ جیسے مقرر کرنے چاہئیں جو صحیح لکھیں اسی پر اکتفا نہیں ؏ آگے چل کے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔

۴۔ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ فانتھوا میں خذوا کو مقدم کیا اور ف اور ہ ضمیر کو حذف کیا اور فانتھوا کے الف کو جو واؤ جمع کے بعد ہوتا ہے حذف کیا۔ آج تک کسی مفتی نے کسی فتویٰ میں آیت نہیں الٹی تھی اس بارے میں آپ سبقت لے گئے دوبارہ علم صرف اور قرآن پاک پڑھنا چاہیئے کیوں کہ اب بحث خط بالکل بھول گئے۔ آپکو علم کا فخر ہے اس کی شامت پڑ گئی۔ کسی شاعر نے خوب لکھا ہے ؎

جناب بحر کو دیکھو کہ کیسے سر اٹھاتا ہے ⁂ تکبر وہ بری شے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے۔

آپ نے اندھا دھند لکھ دیا ہے یہ خبر نہیں کہ میرے فتوے کو دیکھنے والے دیکھیں گے اور خوب دل کھول کر ہنسی اڑائیں گے ایسے اور کئی جگہ لغزش کھائی ہے لیکن چھوڑتا ہوں اب آپ نے جو دلائل دیئے ہیں اب ان کیطرف لوٹتا ہوں اول آپنے ترمذی کی حدیث پیش کی ہے کہ اس کے متعلق امام ترمذی خود فیصلہ کر چکے ہیں، لکھتے ہیں:۔

قال ابو عیسیٰ وھذا اصح من الحدیث الاول ھذا کا اشارہ قول ابی ہریرہؓ کیطرف ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ایسی ضعیف ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اس سے بہتر اور راجح ہے لیکن درحقیقت یہ قول بھی ضعیف ہے جیسے مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ اپنی شرح تحفۃ الاحوذی کے صفحہ ۱۷۹ میں لکھتے ہیں۔ الموقوف ضعیف من وجہ واحد وھو الانقطاع موقوف ایک وجہ سے ضعیف ہے اور وہ منقطع ہونا ہے۔ تیسری دلیل امام ترمذی کے ترجمہ باب سے استدلال کیا ہے اگر ترجمہ بابوں سے ناجائز نکالیں گے تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ سنیئے باب کراھیۃ فضل طھور المراۃ اور باب کراھیۃ رد السلام غیر متوضی اور ماجاء فی کراھیۃ النوم قبل الوتر اگر کراہیت سے ناجائز سمجھو گے تو اس جگہ بھی بابوں سے ناجائز کا فتویٰ دو۔ چوتھی حدیث ابن عباسؓ کی ہے سو یہ بھی ضعیف ہے اگر نہیں تو صحت بیان کریں (پانچویں) الامام ضامن والمؤذن مؤتمن محض اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے امین سے جو مراد لیا ہے۔ متقدمین میں سے کوئی نہیں لیتا۔ امین سے مراد مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ اپنی کتاب تحفۃ الاحوذی کے صـ۱۸۴ میں لکھتے ہیں قیل المراد انہ امین علی مواقیت الصلوٰۃ وقیل امین علی حرم الناس لانہ یشرف علی المواضع العالیۃ کہا گیا ہے کہ موذن نماز کے اوقات پر امین ہے اور کہا گیا ہے کہ لوگوں کے حرموں پر امین ہے کیوں کہ اونچی جگہ پر چڑھ کر اذان دیتا ہے جس سے لوگوں کے گھروں پر جھانک سکتا ہے یہ لکھ کر خود فیصلہ کرتے ہیں قلت ویؤید الاول حدیث ابی محذورۃ مرفوعاً المؤذنون امناء اللہ علی فطرھم وسحورھم اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الھیثمی فی الزوائد اسنادہ حسن پہلی صورت کو حدیث ابو محذورہ کی تائید دیتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ موذن لوگوں کی افطاری اور سحری پر امین ہے نیز اگر مشکوٰۃ پر غور کرتے تو اپنی طرف سے امین کی مراد نہ لیتے اور وضو کو امین کی مراد میں داخل نہ کرتے۔ عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ خصلتان معلقتان فی اعناق المؤذنین للمسلمین صیامھم وصلوٰتھم رواہ ابن ماجہ۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کی دو خصلتیں موذنوں کے ذمہ میں روزے اور نمازیں روایت کیا ابن ماجہ نے۔ الحدیث یفسر بعضہ بعضاً کی رو سے امین کا مطلب حل ہوا اب خود گھڑنے کی کوئی ضرورت نہ رہی۔ قال الاشرف یستدل بقولہ الامام ضامن والمؤذن مؤتمن علی فضل الاذان علی الامامۃ لان حال الامین افضل من حال الضمین تم کلامہ یعنی اشرف نے کہا کہ حدیث الامام ضامن ہے اذان کی فضیلت پر سے اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ امامت سے اذان افضل ہے کیوں کہ امین کی حالت ضامن سے بہتر ہے آگے لکھتے ہیں۔ وردّ بان ھذا الامین بتکفل الوقت فحسب اس استدلال کی تردید کی گئی ہے کہ یہ امین صرف وقت کا محافظ ہے (مطلق امین ہے) میرے بزرگ اب بھی امین کی مراد میں وضو داخل کرو گے فحسب کی قید سے تو صرف امانت میں صرف وقت ہی داخل ہوا۔ آپ نے اذان کو جزو اعظم نماز کی

لکھا ہے اس کے لئے کسی متقدمین کی کتاب کا حوالہ لکھیں، یا مولانا مولوی فاضل وحافظ روپڑی یا فاضل امرتسری کی یا مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی یا جو آپ کے اور میرے اُستاد لکھنؤ کے میں موجود ہیں ان کی تحریر پیش کرکے ۵ روپے انعام کے مستحق ہوں یا دس روپیہ انعام رکھیں بغیر اذان کے نماز پڑھنے پر میں ثبوت دوں گا اور تحریر بھی پیش کردوں گا کہ کبھی بغیر اذان نماز جماعت کے ساتھ پڑھنی بھی جائز ہے ورنہ موٹی شے اکثر کھو کھلی ہوتی ہے لوگوں پر ڈھول کا پول ظاہر ہو جائیگا۔

آگے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تہمت لگائی ہے یا اپنی تنگ نظری کی اطلاع دی ہے اگر مشکوٰۃ کے صد ۵۴ باب التیمم میں جو حدیث عمار کی ہے اس پر غور کرتے اور بخاری کی حدیث کو یاد کرتے کہ ایک دفعہ فوج جنگ کو جا رہی تھی ایک جگہ پڑاؤ ڈالنے کے بعد سننے میں آیا کہ اس جگہ طاعون ہے تحقیق کے بعد ثابت ہوا کہ حدیث میں ہے کہ طاعون کی جگہ نہ جاؤ فوراً فوج کے ہمراہ واپس آگئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے متبع حدیث تھے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عمار جنبی کے لئے تیمم کی حدیث سُنائیں اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ا . . ر نہ کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ عمر رضؓ کو کسی وجہ سے حدیث میں شک تھا جب تسلی ہو گئی قائل ہو گئے امام شوکانی کہتے ہیں قال الشوکانی فی النیل. قد اجمع علی ذلک العلماء ولم یخالف فیہ احد من السلف والخلف الا ماجاء عن عمر بن الخطاب وعبداللہ بن مسعود وحکی مثلہ عن ابراھیم النخعی من عدم جوازہ للجنب قیل ان عمر وعبداللہ بن مسعود رجعا عن ذلک. جنبی کے لئے تیمم پر علماء کا اجماع ہے سلف اور خلف میں کسی نے اس کا انکار اور خلاف نہیں کیا حضرت عمر و عبداللہ بن مسعود سے خلاف روایت آئی ہے اور ابراہیم نخعی سے بھی اس کی مثل حکایت کی گئی ہے کہا گیا ہے کہ حضرت عمر و عبداللہ بن مسعود نے رجوع کر لیا ہے۔

آپ کا لکھنا کہ تمام عمر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیمم کے قائل تھے غلط ہوا اگر رجوع نہ مانیں تو کسی کا قول صحیح حدیث کے خلاف نہ مانا جائے گا۔ بغیر وضو اذان کہنے والا کونسی صحیح حدیث کے خلاف کرتا ہے وہ تو جواز میں سلف کا تابع ہے۔

اب رہا ابن عباس رضؓ کا قول منی تھوک کے برابر ہے اس میں آپ نے حضرت ابن عباس رضؓ کی بھول بتلائی ہے سو یہ غلط ہے بھول آپ کی ہے حضرت عباس رضؓ کی بھول نہیں جیسے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ذھب کثیرون الی ان المنی طاھر روی ذلک عن علی ابن ابی طالب وسعد بن ابی وقاص وابن عمر وعائشۃ وداؤد واحمد فی اصح الروایتین وھو مذھب الشافعی واصحاب الحدیث وقد غلط من اوھم ان الشافعی منفرد بطہارتہ۔ بہت علماء منی کے پاک ہونے کی طرف گئے ہیں۔ حضرت علی رضؓ، سعد بن ابی وقاص رضؓ، ابن عمر رضؓ، عائشہ سے مروی ہے اور امام احمد سے اصح روایت یہی ہے اور امام شافعیؒ اور اصحاب حدیث کا مذہب بھی یہی ہے اور جس نے امام شافعی کو اس مسئلہ میں اکیلے

کہا ہے اس کی غلطی ہے اسی طرح حافظ رحمہ اللہ کا مطلب فتح الباری سے سمجھا جاتا ہے طوالت کے خوف سے عبارت چھوڑ دی گئی ہے اگر حضرت ابن عباس کو کہیں کہ آپ بھول گئے تو ان سب کو بھی بھول گئے کہنا پڑے گا ....

اب میں اپنی تحقیق بغیر وضو کے اذان کہنے کے متعلق لکھتا ہوں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے فکرھہ بعض اھل العلم الخ بعض اہل علم نے اس کو مکروہ لکھا ہے اس کی شرح میں مولوی عبدالرحمٰن مبارکپوری صـ ۱۷۹ میں لکھتے ہیں وھو قول عطا قال البخاری فی صحیحہ قال عطا الوضوء حق وسنۃ انتھی قال الحافظ وصلہ عبدالرزاق عن ابن جریج قال قال لی عطا حق وسنۃ مسنونۃ ان لا یؤذن المؤذن الا متوضا ھو من الصلوٰۃ ھو فاتحۃ الصلوٰۃ وذکر العینی فی شرح البخاری الشافعی مع احمد فی الرخصتین حیث قال قال صاحب الھدایۃ من اصحابنہ وینبغی ان یؤذن ویقیم علی طاھر لان الاذان والاقامۃ ذکر شریف فیستحب فیہ الطھارۃ فان اذن علی غیر وضوء جاز وبہ قال الشافعی واحمد وعامۃ اھل العلم وعن مالک ان الطھارۃ شرط فی الاقامۃ دون الاذان. عطاء کا یہی قول ہے اور امام بخاری صحیح بخاری میں کہتے ہیں عطاء نے کہا وضو حق اور سنت ہے۔ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) کہتے ہیں عبدالرزاق نے اس کو ابن جریج سے روایت کیا ہے۔ عطاء نے کہا موذن بے وضو اذان نہ دے اذان نماز سے ہے یعنی نماز کی ابتداء ہے اور علامہ عینی نے نقل کیا ہے اذان اور اقامت وضو کے ساتھ لائق ہیں۔ کیوں کہ یہ شریف ذکر ہیں ان کیلئے طہارت مستحب ہے اگر کوئی بے وضو اذان دیدے تو جائز ہے امام شافعی۔ امام احمد اور اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وضو اقامت میں شرط ہے نہ اذان میں۔

اس سے ثابت ہوا کہ کراہیت تحریمی نہیں تنزیہی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اذان نماز کی جزو اعظم نہیں بلکہ اصغر بھی نہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ انہوں نے استحباب سمجھا ہے مولوی عبدالرحمٰن صاحب امام ترمذی کے قول ورخص فی ذلک بعض اھل العلم الخ پر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔ وھو قول ابراھیم النخعی کما فی صحیح البخاری وھو قول مالک والکوفیین لان الاذان لیس من جبلۃ الارکان فلا یشترط فیہ ما یشترط فی الصلوٰۃ من الطھارۃ ولا من استقبال القبلۃ کما لا یستحب فیہ الخشوع الذی ینافیہ الالتفات وجعل الاصبع فی الاذن کذا فی فتح الباری۔ یعنی بے وضو اذان کا جواز ابراہیم نخعی اور امام مالک اور اہل کوفہ کا ہے کیوں اذان رکن نہیں پس جو نماز میں طہارت اور قبلہ رو ہونے کی شرط ہے اس میں شرط نہیں جیسے اس میں خضوع مستحب نہیں کیوں کہ ادھر ادھر جھانکنا خشوع کے منافی ہے اور کان میں انگلی بھی اس کے منافی ہے اس سے ثابت ہوا کہ اذان کے لئے وضو شرط نہیں کیوں کہ یہ رکن نہیں جب رکن نہیں تو جزو کیسے ہو سکتا ہے اور وضو کے بغیر اذان کہنا ناجائز کیسے ہو سکتا ہے۔ آگے مولانا موصوف خود فیصلہ کرتے ہیں۔ قلت العمل علی حدیث الباب وھو الاولی فان الحدیث وان کان ضعیفا لکن لہ شاھد من حدیث وائل میں کہتا ہوں کہ اذان کیلئے

وضو کرنے کی حدیث پر عمل بہتر ہے اگرچہ یہ ضعیف ہے لیکن اس کے لئے وائل کی حدیث مؤید ہے۔
وائل کی حدیث کئی طرح سے ہے لیکن سب میں راوی عبدالجبار ہے جس کے متعلق امام نوویؒ لکھتے ہیں
نقل النووی اتفاق ائمۃ الحدیث علی انہ لم یسمع من ابیہ انتہیٰ اس بات پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ عبدالجبار
نے اپنے باپ سے نہیں سُنا۔ اوّل تو وہ روائتیں خود ضعیف ہیں اور پھر شاہد بھی ضعیف ....
مثل مشہور ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارہ کیا بچا سکتا ہے .... ان شاہدوں سے تقویت نہیں ہوسکتی اگر تقویت
مان بھی لیں تو بھی ناجائز ثابت نہیں ہوگا، متقدمین کی عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ وُہ سب فضیلت کے قائل ہیں
اصول حدیث کو غور سے دیکھیں تو کسی امر کو ضعیف حدیث سے ناجائز قرار نہیں دے سکتے ....
ضعیف حدیثیں جواز اور فضیلت ثابت کرسکتی ہے عدم جواز نہیں کرسکتے ...... جو ضعیف حدیثوں
سے مسئلہ ثابت کرکے اس پر زور دیتا ہے اس پر انہوں نے بہت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں میرے محترم دل سے
تعصب کا پردہ دُور کرکے پڑھیں تاکہ حقیقت کو پہنچیں۔ مولانا وحید الزمان خان صاحب مرحوم ...... ہدیۃ المہدی کی جلد ۳
کے صفحہ ۲۸۸ میں بعد ان احادیث کے ذکر کرنے کے آپ بعد نماز تھوڑی دیر مصلیٰ پر ٹھہرتے تھے لکھتے ہیں:۔
وبھذا یظھر جھل من القوم الدعا برفع الایدی .... بعد الصلوٰۃ المکتوبۃ وطعن علی تارکہ فان التارک لہ
مستحق للمدح ومتبع ...... للسنۃ الخ اور اسی سے اس شخص کی جہالت ظاہر ہوگئی جب فرضوں کے بعد ہاتھ اُٹھا
کر دُعا کرنا لازم کر رکھا ہے اور اس کے تارک پر طعن کرتا ہے حالانکہ تارک مدح کا مستحق اور سنت کا متبع ہے۔
اور اسی کتاب میں آگے جاکر فرماتے ہیں۔ انتعجب من اھل عصرنا سیما من الاحناف انھم یلتزمون الدعا بعد
الصلوٰۃ برفع الایدی ومن لم یدع کذلک فیعیبون علیہ وھذا جھل عظیم بالسنۃ۔ .... اور اس زمانہ کے
احناف پر تعجب ہے اور انہوں نے فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھاکر دُعا لازم کر رکھی ہے اور جو اس طرح دُعا نہ مانگے اس پر
عیب لگاتے ہیں۔
جس طرح ضعیف حدیثوں سے دُعا ہاتھ اٹھاکر مانگنی ثابت ہے اسی طرح اذان وضو کے ساتھ کہنی بھی مان
لیں تو مستحب ہی ثابت ہوگی۔ مستحب پر لازم کرنے والا جہل عظیم بالسنۃ کے ملقب ہے لہٰذا وضو کے ساتھ اذان
پر التزام کرنے والے کو بھی یہی لقب دینا مناسب ہے۔
استحباب کے متعلق ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔ من اعتقد المندوب ضروریا فقد
اخذ من الضلالۃ جو شخص مستحب ضروری سمجھے کراس نے گمراہی سے ایک حصہ لیا۔

درمختار جو مذہب حنفی کی معتبر کتاب ہے اس میں ہے سجدة شکر مستحبة ولکنها تکرہ بعد الصلوٰة لان الجهلة یعتقدون سنة او واجبة وکل مباح یودی الیه مکروہ الظاهر انها تحریمیة لانها تدخل فی الدین ما لیس منه سجدہ شکر مستحب ہے لیکن نماز کے بعد مکروہ ہے اس لئے کہ جہاں اس کو سنّت یا واجب خیال کرتے ہیں۔ جب حنفی المذہب کے متقدمین مفتی سجدہ شکر جیسی چیز کو دین میں ضروری سمجھنے کی وجہ سے حرام کہہ رہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا پر زور دینے والا جاہل عظیم کے ساتھ معبر ہے تو آپ سمجھ لیں وضو کے ساتھ اذان کہنے پر التزام کرتے والا کون سے جرم کا مستحق ہے بس ایک شاعر کا شعر لکھتا ہوں اور ختم کرتا ہوں ؎

سنبھل کر رکھنا قدم میکدہ میں مولوی صاحب ٭ یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں۔

(از تنظیم اہلحدیث (روپڑ) جلد ۱۳ نمبر ۲)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان بغیر وضو کے ہو سکتی ہے۔ یا وضو کے ساتھ کہنی چاہیئے اور بغیر وضو کے وبال کے متعلق کوئی حدیث آئی ہے؟ السائل حکیم محمد یعقوب عثمانی۔ عثمان والا ضلع لاہور

الجواب: اذان کے لئے وضو ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں دو حدیثیں آتی ہیں، جو دونوں صحیح نہیں ویسے باوضو کہنا بہتر ہے اس لئے کہ ذکر الٰہی کے لئے وضو ہونا اچھا کام ہے۔ بلا وضو اذان سے وبال کے سلسلے میں کوئی ایسی روایت نظر سے نہیں گزری۔ جسے قابل اطمینان کہا جائے۔ الاعتصام جلد ۱۳ نمبر ۵

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

سوال: درود شریف بطور وظیفہ بغیر وضو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: بغیر وضو درود شریف بطور وظیفہ پڑھ سکتا ہے۔ الاعتصام جلد ۲ شمارہ ۳۱/۳۲

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال حافظ محمد گوندلوی امیر جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان

سوال: سجدہ تلاوت بغیر وضو کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: سجدہ تلاوت میں وضو ہونا چاہیئے۔ الاعتصام جلد ۲ شمارہ ۶ حافظ محمد گوندلوی

الجواب صحیح علی محمد سعیدی

سوال :۔ ایک حدیث میں ہے کہ اعضائے وضو کو تین بار سے زیادہ دھونے والا حد سے گزرنے والا، زیادتی کرنے والا ہے اب اگر کوئی اعضاء وضو کو چار، چھ، آٹھ دس مرتبہ دھوئے تو اس کا وضو حدیث کے مطابق ہو گا یا نہ۔ اس وضو سے اس کی نماز ہو گی یا نہ، اگر نماز نہ ہو گی تو مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہو گا۔

الجواب :۔ جو امام مسجد اعضاء وضو کو تین تین بار سے زائد چار، چھ، آٹھ دس مرتبہ دھوئے اگر اس کا ایسا کرنا اس وجہ سے ہے کہ وہ شکی اور وسواسی ہے اور محض اپنے اطمینانِ قلب کے لئے ایسا کرتا ہے تو اس کا وضو درست ہو جائے گا۔ اور اس کی اور اس کے مقتدیوں کی نماز صحیح ہو گی۔ لیکن ایسے امام کو ہدایت کرنی چاہئے کہ وہ اعضاء وضو کو تین تین بار کامل طور سے دھو کر بس کر دے اور تین بار سے زائد ہرگز نہ دھوئے، اگر اس ہدایت پر عمل نہ کرے تو خیر! ورنہ ایسے امام کو معزول کر کے کسی دوسرے شخص کو امام بنانا چاہیئے جو شکی اور وسواسی نہ ہو اور اگر اس شخص کا ایسا کرنا اس وجہ سے ہے کہ وہ اعضاء وضو کو تین تین بار سے زائد دھونے کو جائز سمجھتا ہے تو ایسا شخص بلا شبہ مخالف سنت ظالم و عاصی ہے ایسے شخص کو ہرگز امام نہ بنانا چاہیئے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسالہ عن الوضوء فاراہ ثلثا ثلثا ثم قال ھکذا الوضوء فمن زاد علی ھذا فقد اساء و تعدی وظلم (رواہ النسائی وابن ماجہ)

یعنی ایک دیہاتی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر وضو کے بارے میں سوال کیا آپ نے وضو کے ہر فعل کو تین مرتبہ کر کے دکھلایا اور فرمایا جس نے اس پر زیادتی کی وہ گنہگار اور ظالم ہے روایت کیا اس کو نسائی اور ابن ماجہ نے۔ جامع ترمذی میں ہے۔

وقال احمد و اسحاق لا یزید علی الثلاث الا رجل مبتلی (ترمذی ص۸)

قال القاری فی المرقات ای بالجنون مظنۃ انہ بالزیادۃ یحتاط لدینہ قال ابن حجر ولقد شاھدنا من الموسوسین من یغسل یدہ فوق المئین وھو مع ذلک یعتقد ان حدثہ ھو الیقین۔ انتہی

امام احمدؒ اور اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ پر زیادتی صرف مبتلا ہی کر سکتا ہے یعنی مجنون (سر پھرا) جو احتیاط نہیں کرتا ہے، علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم نے وہمیوں کو دیکھا ہے کہ وہ ہاتھ کو سو مرتبہ سے زائد دھونے کے باوجود ناپاک سمجھتے ہیں۔ (املاہ محمد عبد الرحمٰن مبارکپوری)

تنظیم اہلحدیث جلد ۱۷ شمارہ ۱۲

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ کیا عورت ناخن پالش ناخنوں پر لگا کر وضو کر کے نماز پڑھ سکتی ہے ؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ناخن پالش لگا کر وضو کرے تو وضو نہیں ہوتا ؟

الجواب :۔ ناخن پالش مہندی کی قسم سے ہے مہندی کا رنگ بھی دو تین دفعہ لگانے گاڑھا اور موٹا ہو جاتا ہے ۔ جو بالاتفاق جائز ہے ۔ ایسا ہی ناخن پالش کو سمجھ لینا چاہیئے ۔ (از حضرت العلام حافظ صاحب محدث ؒ)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال (تنظیم اہلحدیث جلد ۱۷ ش ۳۳)

سوال :۔ جو وضو نماز جنازہ کے لئے کیا گیا ہو اس سے دوسری نماز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ جنازہ کے وضو سے نماز درست ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے نمازِ ظہر کے لئے وضو کرے ، تو اس سے نماز عصر جائز ہے ۔ یا نفل کے لئے وضو کرے تو فرض جائز ہیں اسی طرح جنازہ کا وضو سمجھ لینا چاہیئے بلکہ اگر قرآن مجید پڑھنے کے لئے وضو کرے تو اس سے بھی نماز پڑھ سکتا ہے پھر جنازہ کے وضو سے دوسری نماز کیوں نہیں پڑھ سکتا ، قرآن مجید تو نماز نہیں ، جنازہ نماز ہے ۔

اصل میں یہ مسئلہ کچھ اور ہے اس کو لوگوں نے کچھ اور ہی بنا لیا ہے ۔ حدیث میں ہے " جو میت کو غسل دے وہ غسل کرے جو جنازہ اٹھائے وہ وضو کرے " اس کو عام لوگوں نے یوں بنا لیا کہ جنازہ کے وضو سے دوسری نماز نہیں پڑھنی چاہیئے کیونکہ عموماً وضو کے بعد جنازہ اٹھانے کا اتفاق ہو جاتا ہے ۔

حالانکہ اس میں نماز جنازہ اور دوسری نماز کا کوئی فرق نہیں ۔ جیسے جنازہ اٹھانے کے بعد عام نماز کے لئے وضو کرنا چاہیئے ویسے ہی جنازہ اٹھانے کے لئے نمازِ جنازہ کے لئے وضو کی ضرورت ہے ۔

اس بارے میں جنازے اور نماز کا ایک ہی حکم ہے ، پھر یہ حکم کوئی ضروری نہیں بلکہ استحبابی ہے ۔ یعنی جنازہ اٹھانے کے بعد نماز جنازہ کے لئے وضو کرنا ضروری نہیں ۔ مستحب ہے اسی طرح غسل میت کے بعد غسل بھی ضروری نہیں مستحب ہے ۔ (حضرت العلام حافظ صاحب ؒ) (تنظیم اہلحدیث جلد ۱۷ ش ۴۶)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال : زید کہتا ہے کہ جنازہ کی نماز پڑھنے کے بعد وضو باطل ہو جاتا ہے ؟

الجواب :۔ جنازہ کا وضو جنازہ پڑھنے سے ٹوٹ نہیں جاتا اس سے نماز پڑھنی جائز ہے جو کہتا ہے کہ

جنازہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس کا قول غلط ہے۔ (فتاوی ثنائیہ جلد اوّل صـ ۵۳۸)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ سجدہ تلاوت بے وضو کرنا درست ہے؟ یا نہیں؟

الجواب:۔ سجدہ تلاوت جمہور کے نزدیک بے وضو درست نہیں اور عبداللہ بن عمر بے وضو سجدہ کیا کرتے تھے اور مشرکین نے بھی بے وضو سجدہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کیا چنانچہ بخاری میں ہے:۔

عن ابن عباس ان النبیؐ سجد بالنجم و سجد معه المسلمون والمشرکون والجن والانس رواہ البخاری پس

اس حدیث سے جواز سجدہ بے وضو نیز ثابت ہوتا ہے۔ (فتاوی نذیریہ صـ ۳۴۸ جلد اوّل) سید محمد نذیر حسین

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال: امام جماعت کرا رہا ہو اور اس کا وضو ٹوٹ جائے تو کیا کرے، کیا جماعت کھڑی رہے اور وہ وضو کر کے پھر وہیں آکھڑا ہو اور وہیں سے نماز شروع کر دے۔ (عبد الغنی دوست پورہ)

الجواب: اگر کوئی اور آدمی اس کی جگہ امامت کے فرائض سرانجام دے سکے تو دے سکتا ہے ورنہ اس کے ساتھ ہی سب مقتدی سلام پھیر دیں اور پھر امام صاحب وضو کر کے از سر نو نماز شروع کریں۔

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال (اہلحدیث سوہدرہ جلد ۹ شمارہ ۴۱)

سوال: وضو کر کے ہاتھ منہ کپڑے سے صاف کر لینا جائز ہے یا نہیں؟ (محمد طفیل کاموں کی)

الجواب:۔ جائز ہے ممانعت پر کوئی دلیل میری نظر سے نہیں گزری۔ (اہلحدیث سوہدرہ جلد ۸ ش ۱)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال: ایک شخص کو روزانہ بلا ناغہ احتلام ہوتا ہے وہ حج کر سکتا ہے یا نہیں؟ حالت احرام میں اسے شرعاً کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب:۔ کثرت احتلام کا عارضہ حیض کے حکم میں ہے اس لیے حضرت عائشہ کی حدیث کے مطابق

حاجی عمل کر سکتا ہے۔ حرم میں جاتے وقت نہا لے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص۵۱۱ جلد ۱)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ زید کو کثرت ریاح کی شکایت ہے نماز بھی بمشکل ریاح کو روک روک ادا کرتا ہے ایسی صورت میں قرآن کریم یا حدیث پاک کی تلاوت بلا وضو کر سکتا ہے یا نہیں؟ (ثناء اللہ جیو آنوی)

الجواب:۔ کر سکتا ہے وہ معذور ہے۔ (اہلحدیث سوہدرہ جلد ۵ شمارہ ۲۰)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ زید مرض احتلام میں مبتلا ہے اور اسے اکثر رات کو احتلام ہو جاتا ہے وہ بیمار بھی رہتا ہے اور سردی کی وجہ سے غسل نہیں کر سکتا۔ کیا ایسی حالت میں وہ نماز اور قرآن پڑھ سکتا ہے یا پڑھا سکتا ہے؟

الجواب:۔ اگر سخت مجبوری ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ مگر امامت کسی اور ہی کو کرنی چاہیے، دوپہر کو گرم پانی سے غسل کر سکتا ہے، تلاوت غسل کے بعد ہی ہونی چاہیے۔ اولیٰ اور افضل یہی ہے۔

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال (اہلحدیث سوہدرہ جلد ۶ شمارہ ۴۴)

سوال:۔ منہ اور ناک میں ایک ہی دفعہ پانی دینا دوران وضو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ جائز ہے اور مسنون ہے۔ رد المختار المعروف بشامی مطبوعہ مصر ۱۲۹۴ھ حاشیہ درمختار کے ص۱۲۰ میں ہے:۔ فی البحر عن المعراج ان ترک التکرار مع الامکان لا یکرہ واید ہ فی الحلیۃ بانہ ثبت عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ تمضمض واستنشق مرۃ کما اخرجہ ابوداؤد یعنی بحر الرائق میں معراج سے نقل کیا ہے کہ وضو میں دو بار یا تین بار دھونے کو چھوڑ دینا با وجود قدرت کے مکروہ نہیں اور تائید کی ہے اس کی حلیہ میں ساتھ اس بات کے کہ ثابت ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہ آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی دیا ایک ہی دفعہ، جیسا کہ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا۔ (محدث لاہور جلد ۱ شمارہ ۵) الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے دھوتی پہنے ہوئے وضو کیا اور بعد فارغ ہونے

وضو کے دھوتی اس کی ہوا سے اڑ کر کاندھے پر جا پڑی اور جانگ کھل گئی اب عرض یہ ہے کہ جانگ کے کھل جانے سے وضو اس کا باطل ہوا یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں دھوتی کے کھل جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے الانحطوا است قاریکم الحدیث جبکہ چوتڑ کے کھل جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا تو جانگ کے کھل جانے سے بدرجہ اولیٰ نہیں ٹوٹے گا۔ فتح الباری میں ہے وکذا من استدل بہ بان ستر العورۃ فی الصلوٰۃ لیس شرط الصحتہا بل ھو سنۃ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ عین الدین عفی عنہ سید محمد نذیر حسین فتاویٰ نذیریہ جلد اول صفحہ ۲

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ ہم لوگ چونکہ متبع امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور امام صاحب کے نزدیک ستر کو ہاتھ لگ جانے سے وضو ساقط نہیں ہوتا ہے پس ہم لوگ غسل میں اول وضو کر لیتے ہیں۔ پھر تمام بدن کو دھوتے ہیں پھر اس وضو سے نماز پڑھتے ہیں آیا یہ غسل اور وضو ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ والمستعان ہو اللہ العلے الوہاب بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ آپ صاحبان کا یہ کہنا کہ ہم لوگ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متبع ہیں محض ایک قول ہے جس کے معنی کچھ نہیں ہے کیوں کہ امام صاحب کا متبع وہ ہو سکتا ہے جو ان کے حکم پر چلے اور آپ اُن کے حکم پر چلتے نہیں یعنی وہ فرماتے ہیں کہ کسی کو جائز نہیں ہے کہ میرے کسی قول پر فتویٰ دے جب تک یہ معلوم نہ کرے کہ میں نے وہ قول کس دلیل سے کہا ہے دیکھو عقد الجید و فتح المبین وغیرہ جس کا مطلب یہ ہوا کہ دینیات میں عمل کا مدار میرے قول پر نہ رکھنا بلکہ دلیل یعنی قرآن و حدیث پر رکھنا اور آپ صاحبوں نے سارا مدار قول ہی پر رکھا ہے کہتے ہیں چونکہ ہم حنفی ہیں اس لئے یوں کرتے ہیں۔ چونکہ امام صاحب نے فلاں حکم دیا ہے اس لئے ہم یوں کرتے ہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے جس قول کو حدیث کے خلاف دیکھو اس قول کو چھوڑ دینا۔ آپ صاحبان حدیث کی مخالفت کے وقت ان کے قول کو نہیں چھوڑتے ہیں۔ بلکہ حدیث کو چھوڑتے ہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقلید کو مستحب بھی نہیں فرماتے۔ آپ صاحب اس کو فرض و واجب بتلاتے ہیں۔ پھر اس ضد اور عکس کا نام اتباع رکھنا سراسر زبردستی نہیں ہے تو اور کیا ہے ع ببین تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔

مسائل کا جواب مختصراً یوں ہے کہ ستر کو ہاتھ لگ جانے کے بارے میں دونوں طرف روایتیں موجود

ہیں۔ یعنی بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ اس سے وضو ساقط ہو جاتا ہے اور بعض میں آیا ہے کہ ساقط نہیں ہوتا ہے اور دونوں قسم کی روایتیں اچھی ہیں۔ ہاں اتنی بات ہے کہ وضو کے ساقط ہو جانے کے بیان والی حدیث چونکہ از روئے سند کے زیادہ قوی ہے ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے اور امام اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق، بخاری، ابوزرعہ، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، یحییٰ بن معین بیہقی، حازمی وغیرہم حفاظ و آئمہ رحمہم اللہ نے اس کو صحیح بتلایا ہے دیکھو ترمذی جلد اوّل صفحہ ۱۱۳ کتاب الوضوء اور دارقطنی صفحہ ۵۴ اور تلخیص الجبیر صفحہ ۴۴ا اور نیل الاوطار صفحہ ۱۹۲ جلد اوّل وغیرہ اور دوسری جانب کی حدیث میں کسی قدر ضعف ہے جیساکہ دارقطنی اور اس کی شرح مغنی صفحہ ۵۴ میں اور تلخیص ص۴۶ میں ہے کہ امام شافعی ابوحاتم ابوزرعہ دارقطنی، بیہقی ابن جوزی وغیرہم رحمہم اللہ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ دوسرے یہ کہ پہلی حدیث پر عمل کرنے میں احتیاط بھی ہے اس لئے اولیٰ اور افضل تو یہ بات ہے کہ اگر ستر کو ہاتھ لگ جائے تو پھر وضو کر لے اور اگر نہ کرے تو بوجہ دوسری حدیث کے جائز اور معاف ہے کچھ جائے اعتراض نہیں ہے۔

حررہ حمید اللہ عفی عنہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ سید نذیر حسین (فتاویٰ نذیریہ جلد ۱ ص ۲۴۸، ۲۴۹)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال: بدن کے کسی حصہ میں سے اگر خون نکلے تو وضو جاتا رہتا ہے یا نہیں؟

الجواب: سبیلین یعنی قبل و دبر سے اگر کوئی چیز خارج ہو تو وضو ٹوٹتا ہے ورنہ نہیں (صحیح بخاری) لیٹ کر سوجانا بھی چونکہ مظنہ لنخروج ہے اس لئے سبب سے مسبب کا احتمال ہے جن احادیث میں علاوہ سبیلین کے وضو ٹوٹنے کا حکم ثابت ہے وہ بطور احتیاط کے ہے یا لغوی وضو مراد ہے واللہ اعلم

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال (فتاویٰ ستاریہ جلد اوّل ص۳)

سوال: اگر کسی شخص کو وضو کر کے دیوار وغیرہ سے ٹیکا لگا کر نیند آجائے تو اس کا وضو ٹوٹا یا رہا؟

الجواب: ٹیکا لگانے سے وضو ٹوٹنے کی کوئی صریح دلیل نہیں، لیٹ کر سو جانے سے وضو کا ٹوٹنا حدیث سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ جلد اوّل ص۷۹)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ حقہ پینا شرعاً کیسا ہے اس کے پینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں ؟ (محمد بشیر گکڑ کے)

الجواب :۔ حقہ مکروہ ہے بلکہ اسراف و تبذیر کی دفعہ میں شمار ہو کر حرام کی حد تک پہنچ جاتا ہے ایسی بُری چیز کو باوضو پینا طہارت کی توہین ہے تقویٰ اسی میں ہے کہ حقہ پینے کے بعد وضو دوبارہ کیا جائے۔

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال (اہلحدیث سوہدرہ جلد ۵ اش ۲۱)

سوال :۔ بعض لوگوں کو تقطیر البول کا مرض ہوتا ہے اور بعض کی ہوا خارج ہوتی رہتی ہے ان کے لئے نماز کا کیا حکم ہے ؟ (عبدالرشید خاں)

الجواب :۔ نماز معاف تو نہیں ہوگی، پڑھنی ضروری ہے مگر اس کی صورت یہ ہے کہ ایسے بیمار لوگ وضو کر کے نماز شروع کر دیں اور ایک ہی وضو سے پوری نماز پڑھ لیں اگر درمیان میں وضو ٹوٹتا ہے تو ٹوٹا کرے اللہ تعالیٰ معاف کرے گا۔ پر دوسری نماز کے لئے تازہ وضو کرنا ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک استحاضہ کی مریضہ کو ایسے ہی حکم دیا تھا۔ (اہلحدیث سوہدرہ جلد ا ش ۲۰)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ سورج کی گرمی سے یعنی دھوپ سے جو پانی گرم ہو جاتا ہے۔ اس سے وضو ہو جاتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ مشکوٰۃ باب المیاہ میں ہے۔ عن عمر بن الخطاب قال لا تغتسلوا بالماء المشمس فانه يورث البرص (رواه الدارقطني) یعنی دھوپ سے گرم پانی کے ساتھ غسل نہ کرو کیونکہ وہ پھلبہری کو پیدا کرتا ہے دارقطنی میں بعض اور روایتیں بھی ہیں۔ جن کا مطلب یہی ہے لیکن یہ مسئلہ طبی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے اور طبی حیثیت سے اتفاقیہ استعمال چنداں مضر نہیں۔ اس لئے اگر اور پانی نہ ملے تو اس کا استعمال کر لینا حرج نہیں، جنگل میں جو ہڑوں، چھپڑوں کے پانی کے استعمال کی بابت مشکوٰۃ وغیرہ میں احادیث موجود ہیں، حالانکہ وہ عموماً دھوپ سے گرم ہو جاتا ہے۔ تنظیم اہلحدیث روپڑ جلد ۱۳ ش ۲۳ الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

سوال :۔ نماز جنازہ کے لئے جو وضو کیا گیا ہے تو اُس وضو سے پنجگانہ نمازوں میں سے کوئی نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ (مولوی جمیل علی)

الجواب :- جائز ہے اس واسطے کہ وضو میں نیت شرط نہیں چاہے جس نیت سے وضو کرے اُس وضو سے نماز ادا کرنا جائز ہے اور تیمم میں کہ نیت شرط ہے اُس میں بھی جائز ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے لَوْ تَیَمَّمَ لِصَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ وَسَجْدَۃِ التِّلَاوَۃِ اَجْزَأَہٗ اِنْ صَلّٰی بِہٖ مَکْتُوْبَۃً بِلَاخِلَافٍ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ - یعنی اگر نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت کے لئے تیمم کیا تو بلا خلاف علماء کے نزدیک جائز ہے کہ اُس تیمم سے فرض نماز پڑھے ایسا ہی محیط میں ہے فقط (فتاویٰ عزیزی مؤلفہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ص۳۶۱، ۳۶۲)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

سوال :- زید بیمار ح کے مرض میں ایسا گرفتار ہے کہ ایک رکعت تک بھی ریح ضبط نہیں کر سکتا ہے تو وہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرے اور بعد نماز کے جو کچھ اُس کا معمول ہے بارہ وظیفہ ہووے مثلاً منزل کلام اللہ کی پڑھتا ہو اور حدیث شریف پڑھتا ہو تو اُسی وضو سے یہ سب بھی پڑھے گا یا ان سب وظیفوں کے لئے تازہ وضو کرنا ہوگا۔ اور بعد نوافل کے مثلاً تہجد و اشراق و چاشت کے بعد جو کچھ ورد اور وظیفہ پڑھے گا معمول ہے اُسی سابق وضو سے ادا کرے گا۔ جو نوافل کے لئے وضو کیا تھا یا تازہ وضو کرنا ہوگا؟

الجواب :- پھر تازہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں اگر کوئی دوسرا ناقص وضو صادر نہ ہوا ہو تو وہی سابق وضو کافی ہوگا۔ (فتاویٰ عزیزی ص۳۶۲) الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال : جنازہ والے وضو کے ساتھ فرض اور نوافل نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب : جنازے کو نہ اٹھانے کی صورت میں یقیناً اس وضو سے فرض نماز ادا کر سکتے ہیں۔ اور اگر جنازے کو اٹھایا ہو تو پھر احتیاطاً اسی میں ہے کہ فرض کے لئے دوبارہ وضو کر لیں۔ (اہلحدیث لاہور جلد ۳ ش ۹)

تشریح : اگر مفتی صاحب اس تقسیم پر کوئی دلیل بیان فرما دیتے تو اطمینانِ قلب کے لئے کافی تھی، صحیح اور اطمینانِ قلب بات یہ ہے کہ جب تک سبیلین سے کوئی چیز خارج نہ ہو وضو نہیں ٹوٹتا۔ خواہ جنازہ اٹھایا ہو یا نہ اٹھایا ہو۔ ہذا ما ظہر لی واللہ اعلم

الراقم

علی محمد سعیدی

جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال۔ انتقاض وضو بتعمد کذب و نمیمہ و مانند آن از دیگر معاصی ثابت ست یا نہ؟

الجواب۔ ثابت نیست و استدلال قائلین آن کہ بحدیث مروی از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ است ان النبی صلعم رائی رجلا مسبلا ازارہ فی الصلوٰۃ فامرہ باعادۃ الوضوء والصلوٰۃ در سندش راوی مجہول ست پس استدلال بدان بر انتقاض وضوء مسبل ازار صحیح نباشد تا بغیر او از فاعلین کذب و مرتکبین سائر معاصی چہ رسد و نیز استدلال کردہ اند بقصۂ اعمیٰ کہ طبرانی در کبیر از ابی موسیٰ آوردہ گفت بینما النبی صلعم یصلی بالناس اذ دخل رجل فتردی فی حفرۃ کانت فی المسجد وکان فی بصرہ ضرر فضحک کثیر من القوم وہم فی الصلوٰۃ فامر النبی صلعم من ضحک ان یعید الوضوء والصلوٰۃ و در اسناد این قصہ محمد بن عبد الملک بن مروان واسطی ست ابوداؤد گفتہ انہ لم یکن بحکم العقل و بیہقی آنرا از ابو العالیہ مرسلاً روایت کردہ وگفتہ اما ہذا فحدیث مرسل و مراسیل ابی العالیۃ لیست بشیئ کان لا یبالی عمن اخذ و شافعی فرمودہ حدیث ابی العالیۃ الریاحی ریاح وابن عدی گفتہ اکثر مانقم علی ابی العالیۃ ہذا الحدیث وقد جزم جماعۃ من الحفاظ انہ لم یصح فی کون الضحک ینقض الوضوء شیئ و شوکانی در فتاویٰ گفتہ واقول حاشا لاصحاب رسول اللہ صلعم الذین ہم خیر القرون ان یضحکوا فی صلاتہم لا سیما علی مثل ہذہ القضیۃ التی تقتضی البکاء لا الضحک فای سبب لسائر الناس فی رجل ضریر تردی فی حفرۃ فکیف للصحابۃ المؤمنین بالصادق المصدوق انتہی بیہقی گفتہ لیس فی شیئ من الروایات انہ امر بالوضوء واخرج البیہقی ایضاً عن ابی الزناد قال کان من ادرکت من فقہائنا الذین ینتہی الیہم منہم سعید بن المسیب وعروۃ بن الزبیر والقسم بن محمد وابوبکر بن عبد الرحمٰن وخارجۃ بن زید وعبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ وسلیمن بن یسار فی مشیخۃ جلۃ سواہم یقولون فیمن رعف غسل عنہ الدم ولم یتوضأ وفیمن ضحک فی الصلوٰۃ اعاد صلوٰتہ ولم یعد منہ وضوءہ انتہی گویم این ہر ہفت فقیہ ہمان اند کہ در ایام تابعین دوران فتیا بر ایشان بود شاعر در حصر ایشان گفتہ ؎

الا کل من لا یقتدی بائمۃ	فقسمتہ ضیزیٰ عن الحق خارجۃ
فخذہم عبید اللہ عروۃ قاسم	سعید ابوبکر سلیمان خارجۃ

وہمراہ ایشان درین باب غیر ایشان اند چنانکہ لفظ فی مشیخۃ جلۃ سواہم بدان مشعر است غرضیکہ عدم نقض وضو از ینہا اجماع تابعین ست و اگر کسی مخالف ایشان میکرد تا گزیر آن را بیان میکردند شوکانی گفتہ وہیہات ان مخالفت ہولاء الجبال غیرہم واجماعہم یدل علی اجماع الصحابۃ ولو قال صحابی من کبارہم او صغارہم ما خفی ذلک علی ہولاء

الائمۃ من التابعین فہذا الحکم اجمع علیہ الصحابۃ والتابعون لاینبغی ان یخالفہم مخالف انتہیٰ واما ناقض وضو بودن کذب وغیبت ونمیمہ ونحو آن پس دلیلی برآن از کتاب وسنت نیست وقصہ مسبل آزار وقصہ اعمی صلاحیت استدلال بر قصہای مذکورہ ندارد فکیف کہ بدان استدلال بر غیبت ونمیمہ کنند وواجب نکردہ ست او تعالےٰ بر فاعل معصیت مگر توبہ وفی ہذا الکفایۃ وقد اوضح شیخنا وبرکتنا القاضی محمد بن علی الشوکانی رضی اللہ عنہ فی مضفاتہ ہذہ المسائل باکثر مما ہنا واللہ ولی التوفیق۔ دلیل الطالب صہ ۲۳۱/۲۳۲

ترجمہ سوال عمداً ارتکاب کذب وغیبت وغیرہا من المعاصی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں ؟

الجواب کوئی ثبوت نہیں ہے اور جو قائل ہیں وہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال پکڑتے ہیں۔ کہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز کی حالت میں دیکھا کہ وہ اپنی چادر ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے تھا تو آپ نے اسکو وضو اور نماز ہر دو کے اعادہ کا حکم فرمایا، چونکہ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے بنابریں نقض وضو وصلوٰۃ مسبل ازار ثابت نہیں ہوتا چہ جائیکہ مرتکب جھوٹ اور غیبت کا نقض وضو ثابت ہو۔

نیز بعض لوگ اس قصہ سے بھی استدلال پکڑتے ہیں جو کہ طبرانی کبیر میں لائے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے مسجد میں ایک گڑھا تھا ایک نابینا آدمی آیا اور اس میں گر گیا اکثر لوگ نماز کی حالت میں ہنس پڑے آپ نے سب کو وضو اور نماز پڑھنے کا حکم فرمایا۔ اسکی سند میں بھی محمد بن عبدالمالک بن مروان واسطی ہے جس کے متعلق ابوداؤد فرماتے ہیں کہ وہ صحیح العقل انسان نہیں ہیں اور امام بیہقی نے اس کو ابوالعالیہ سے مرسل روایت کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ ابوالعالیہ کی مرسل روایت لاشئی محض ہیں اور وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ کس سے روایت لے رہا ہوں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ کہ ابوالعالیہ کی حدیث ریاح ہے (ہوائی) (جو ویسے ہی کسی سے اڑائی۔) ابن عدی کا فرمان ہے کہ ابوالعالیہ کی اس حدیث کا اکثر نے انکار کیا ہے، حافظوں کی ایک جماعت نے حتمی کہا ہے کہ ہنسی سے وضو کا ٹوٹ جانا صحیح نہیں ہے۔ امام شوکانی رضی اللہ عنہ نے فتاویٰ میں فرمایا ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ سے ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ نماز میں ہنسیں، خاص کر ایسے قصہ میں جبکہ اندھا گڑھے میں گرے جو کہ رونے کا مقام ہے عام لوگ بھی ایسا نہیں کر سکتے، چہ جائے کہ اصحاب رضوان جو کہ صادق مصدوق کے ساتھی ہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ جس میں اس بارہ وضو کرنے کا حکم ہو۔

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

سوال:۔ هل الواجب فی القدمین الغسل ام المسح؟

الجواب:۔ اختلف قول اهل العلم فی هذه المسئلة قديماً وحديثاً والحق فيهما ما حققه شيخنا وبركتنا الشوكانی رحمه الله فی وبل الغمام قال الحق ان الدليل القرآنی قد دل على جواز الغسل والمسح لثبوت قراءة النصب والجر ثبوتاً لا ينكر وقد تعسف القائلون بالغسل فحملوا الجر على الجوار وانه ليس للعطف على مدخول الباء فی مسح الراس بل هو معطوف على الوجوه قائلاً جاور مجروراً فجر وتعسف القائلون بالمسح فحملوا قراءة النصب على العطف على محل الجار والمجرور فی قوله برؤسكم كما ان قراءة الجر عطف على لفظ المجرور وكل ذلك ناشئ عن عدم الانصاف عند عروض الاختلاف ولو وجد احد القائلين باحد التاويلين اسماً مجروراً فی رواية ومنصوباً فی اخرى مما لا يتعلق به الاختلاف ووجد قبله منصوباً لفظاً ومجروراً لما شك ان النصب عطف على المنصوب والجر عطف على المجرور واذا تقرر هذا كان الدليل القرآنی قاضياً بمشروعية كل واحد منهما على انفراده لا على مشروعية الجمع بينهما وان قال به قائل فهو من الضعف بمكان لان الجمع بين الامرين لم يثبت فی شیء من الشريعة انظر الاعضاء المتقدمة على هذا العضو من اعضاء الوضوء فان الله سبحانه شرع فی الوجه الغسل فقط وكذلك فی اليدين وشرع فی الراس المسح ولكن الرسول صلى الله عليه وسلم قد بين للامة ان المفروض عليهم هو غسل الرجلين لا مسحهما فتواترت الاحاديث عن الصحابة فی حكاية وضوءه صلى الله عليه وسلم وكلها مصرحة بالغسل ولم يات فی شیء منها المسح الا فی مسح الخفين فان كانت الاية مجملة فی الرجلين باعتبار احتمالها للغسل والمسح فالواجب الغسل بما وقع منه صلى الله عليه وسلم من البيان المستمر جميع عمره وان كان ذلك لا يوجب الاجمال فقد ورد فی السنة الامر بالغسل وروداً ظاهراً ومنه الامر بتخليل الاصابع فانه يستلزم الامر بالغسل لان المسح لا تخليل فيه بل يصيب ما اصاب ويخطى ما اخطا والامر بتخليل الاصابع اخرجه احمد من حديث ابن عباس والدارقطنی من حديث ابی هريرة ومن حديث عائشة والترمذی والحاكم من حديث لقيط بن صبرة واخرجه ايضاً ابوداؤد والنسائی من حديثه ومن الاحاديث المستلزمة للامر بالغسل قوله صلى الله عليه وسلم ويل للاعقاب من النار وويل للعراقيب من النار اخرجه مسلم من حديث ابی هريرة واحمد وابن ماجة من حديث عائشة وابن ماجة ايضاً من حديث جابر والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجة من حديث ابن عمر واحمد والبخاری ومسلم ايضاً من حديث ابی هريرة ولو كان المسح مشروعاً لما وقع منه صلعم ذلك لان المسح لا يصيب كل موضع ولا سيما المواضع الخفية كالاعقاب العراقيب ومن ذلك ايضاً احاديث الاعرابی الذی امره صلعم باعادة الوضوء لما رأى عقبه جافاً يلوح فمنها عند

ابی داؤد عن بعض الصحابة وعن انس وعند مسلم وابی داؤد عن جابر قال اخبرنی عمر بن الخطاب رضی الله عنه ان رجلا توضأ فترك موضع ظفر علی قدمه فابصره النبی صلے الله علیه وسلم فقال ارجع فاحسن وضوئك فرجع فتوضأ ثم صلی وبهذا یتقرر ان الحق ما ذهب الیه الجمهور من وجوب الغسل وعدم اجزاء المسح واما مسح الخفین فهو بدل عن الغسل لا عن المسح ومما یدل علی وجوب الغسل حدیث هذا وضوء لا یقبل الله الصلوة الا به واخرجه الطبرانی من حدیث معاویة بن قرة عن ابیه عن جده والدارقطنی من حدیث ابن عمر وابی هریرة وزید بن ثابت وابن ماجه من حدیث ابن عمر وابن العاص وابی بن کعب وابن السکن من حدیث انس وابن ابی حاتم من حدیث عائشة وفی جمیع الطرق المذکورة مقال لکنها یقوی بعضها بعضا وقد استدل بهذه الحدیث من قال بوجوب الترتیب لان الوضوء الذی قال فیه النبی صلعم هذه المقالة کان مرتبا ویدل ما اخرجه احمد وابوداؤد وابن ماجة وابن خزیمة وابن حبان عن ابی هریرة مرفوعا اذا توضأتم فابدؤا بمیامنکم قال ابن دقیق العید هو خلیق بان یصح ولا یعارض المرفوع ما روی عن بعض الصحابة من انه بدأ بشماله فی الوضوء لکن تمام الحدیث واذا لبستم فابدؤا بمیامنکم فمن قال بوجوب البداءة بالمیامن فی الوضوء لزمه فی اللبس وقد حققنا الکلام علی هذا فی شرح المنتقی فلیرجع الیه ومن جملة ما استدل به القائل بوجوب الترتیب ان الایة مجملة باعتبار ان الواو لمطلق الجمع علی ای صفة کان نبین النبی صلی الله علیه وسلم للامة ان الواجب من ذلك هیئة مخصوصة هی المرویة عنه وهی مرتبة انتهی قال فی السیل الجرار قد اطال اهل العلم الکلام علی القراءتین فی قوله سبحانه وتعالی وارجلکم ولا شك ان ظاهرهما انه یجزی الغسل وحده والمسح وحده وهما قراءتان صحیحتان لکنه لم یثبت عن النبی صلی الله علیه وسلم المسح للرجلین قط بل الثابت عنه فی جمیع الروایات انه کان یغسل رجلیه وثبت عنه ما یدل علی ان الغسل لهما متعین کما فی حدیث انه صلعم توضأ ثم قال بعد فراغه من الوضوء هذا وضوء لا یقبل الله تعالی الصلوة الا به وکان ذلك الوضوء مع غسل الرجلین وقال للاعرابی توضأ کما امرك الله ثم ذکر له صفة الوضوء وفیه غسل الرجلین وثبت عنه فی الصحیحین وغیرهما انه قال ویل للاعقاب من النار قال ذلك لما رأی جماعة واعقابهم تلوح ولهذا وقع الاجماع علی الغسل قال النووی ولم یثبت خلاف هذا عن احد یعتد به وقال ابن حجر فی الفتح انه لم یثبت عن احد من الصحابة خلاف ذلك الا عن علی وابن عباس وانس رضی الله عنهم وقد ثبت الرجوع منهم من ذلك وبالجملة فاستمراره صلعم علی الغسل وعدم فعله المسح اصلا الا فی المسح علی الخفین

وصد ورالوعید منه علی من لم یغسل وتعلیمه لمن علمه انه یغسل رجلیه وقوله هذا وضوء لا یقبل الله تعالیٰ الصلوٰة الا به یدل علی ان قرأة الجر منسوخة او محمولة علی وجه من وجوه الاعراب کالجر علی الجوار او محمولة علی المسح علی الخفین الثابت ثبوتا اوضح من شمس النهار حتی قیل انه روی من طریق اربعین من الصحابة وقیل من طریق سبعین منهم وقیل من طریق ثمانین منهما انتهیٰ وفی هذا المقدار کفایة لمن له هدایة ۔　　دلیل الطالب علی ارجح المطالب ص ۲۳۲-۲۳۵

الجواب صحیح　علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال صاحب حدث کہ اکل وشرب بعض ماکولات ومشروبات اُور اسبب زیادت حدث لاحق میگردد بروی ترک آں ماکول ومشروب بوجہ امداد علت حدث لازم است یا نہ ؟

الجواب : لازم نیست حتماً زیراکہ وی چیزی خوردہ کہ شرعاً خوردنش حلال ست وتقییدش بمثل این قید کہ اکل آن شئی چیزی را از فضلات بدن نیفزاید وارد نشدہ بلکہ انسان را جائز ست کہ ہر چہ او تعالیٰ باکل آن اذن فرمودہ ماوامیکہ دران ماکول چیزے کہ از وی حدوث علت تواند شد واز ان علت خشیت ہلاک نفس یا ضرر بدن بمرض باشد نبود تناول کند چہ حق تعالیٰ بندگان خود را از قتل نفس شان واز اکل وشرب مضرات ابدان نہی فرمودہ ست لاغیر وہر چہ چنیں باشد کہ از ان جان میرود یا گزندی بہ تن میرسد ماکول بود یا مشروب او تعالیٰ باکل یا شربش دستوری ندادہ بلکہ از ان نہی فرمودہ ومسئلہ سوال ازیں قبیل نیست چہ مفروض آنست کہ ایں مرد کہ از حالش سوال رفتہ مبتلی بایں علت ست واورا از استعمال این نوع مسئول عنہ جز مجرد زیادت علت حاصل دیگر نیست حالانکہ متقرر شدہ کہ ہیچ فرق میان خارج مطبق کثیر ومیان خارج فی وقت دون وقت نیست گو وقت انقطاعش معلوم (نبود آری اگر یکی تندرست ست وعلت سلس ندارد مگر چوں نوعی خاص را از بعض ماکولات ومشروبات استعمال میکند ایں علت بوی حادث میگردد پس دریں صورت اگر چنیں گویند کہ اورا اجتناب از ان نوع خاص واجب است بشرطیکہ غیر آن ماکول ومشروب را بدون مشقت تحصیل بر وجہی کہ آثم نبود می یابد بعید نباشد زیراکہ در شکم او ضرر رسیدہ ومرض حادث گردیدہ ست پس چہ قسم از ان پرہیز نتواند کرد واگر جزیں نوع کہ محدث علت است نوعی دیگر نمی یابد پس دریں صورت اورا اکل وشرب آن نوع جائز باشد بنا بر آنکہ حق تعالیٰ برای شخص مضطر اجازت انتفاع بشئی حرام کہ منصوص التحریم

وحرمتش بدلیل صحیح معلوم ست اکلاً وشرباً فرمودہ کما فی قولہ سبحانہٗ الا ما اضطررتم الیہ وجواز اکل وشرب چیزی کہ دراصل حلال باشد ولکن در بدن محدث مثل این احداث ست بفحوای خطاب ثابت شدہ وایں خطاب ازاں جنس ست کہ اہل علم بر معمول بہ بودنش متفق بودہ اند تا آنکہ کسانیکہ نفی عمل بقیاس میکنند یا نفی عمل بمفاہیم مینمایند نیز دریں حکم موافقت کردہ اند واگر ممکن بر غیر ایں نوع محدث علت داد مگر بسوال از مردم نہ بغیر آن پس دریں صورت ترک سوال واکل وشرب ازاں نوع محدث علت واجب باشد زیرا کہ صاحب علت بوجود این نوع ازاں اشخاص گردیدہ کہ سوال بر آنہا حرام است چنانکہ ادلہٗ واردہ در تحریم سوال غنی وقوی از مردم بران دلالت دارند مگر آنکہ چنین گویند کہ وی وجود آن نوع مضر غنی نمیگردد بلکہ وجودش در ملک وی ہمچو عدم ست و وی دریں حال واجد قوت یک یوم کہ محرم سوال بروی باشد نیست وایں مبنی بر تفسیر غنا ست کہ غنا مانع از سوال آنست کہ باخود قوت یکیوم داشتہ باشد علی ما فی ذلک من اضطراب الاقوال واختلاف المذاہب وبسط الکلام فی ہذا یطول بہ البحث ویخرجنا عن المقصود فہذان الاحتمالان للمجتہد فان ترجح منہما ما یرجح لہٗ بعد توفیۃ النظر حقہ فذالک واللہ اعلم۔ (دلیل الطالب ص۲۴۵)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،، وقع السوال عما رواہ ابوداؤد فی باب ما یجزئ من الماء فی الوضوء ولفظہ حدثنا ابن بشار قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا شعبۃ عن حبیب الانصاری قال سمعت عباد بن تمیم یحدث عن جدتی وھی ام عمارۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضا فاتی باناء فیہ قدر ثلثی المد انتہی وجہ السوال فی ھذا الحدیث ان حبیب بن زید بن خلاد ابن السائب بن خلاد بن سوید وخلاد لیس زوجا لام عمارۃ بل زوج ام عمارۃ زید ابن عاصم بن عمرو بن عوف بن مبذول وولدت لہ حبیبا وعبد اللہ بن زید بن عاصم ثم مات زید بن عاصم وتزوجھا بعدہٗ غزیۃ بن عمرو فولدت لہ تمیما وخولۃ فکیف تکون ام عمارۃ وھی نسیبۃ جدۃ لحبیب الانصاری افیدونا فی ذلک بما یزیل الابھام جزیتم خیرا والسلام والجواب اللہ الموفق للاصابۃ الصواب انہ صرح فی الخلاصۃ بان ام عمارۃ وھی نسیبۃ یروی عنھا حفیدھا عباد من تمیم انتہی وام عمارۃ المذکورۃ ھذہ ھی نسیبۃ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن غنم بن مازن ابن النجار فھی نجاریۃ وتزوجت بابن عمھا زید بن عاصم بن عمرو بن عوف بن مبذول فاولدھا حبیبا وعبد اللہ فھی وزوجھا وولدیھا من بنی النجار ثم تزوجھا بعد زید

بن عاصم غزیۃ بن عمرو فاولدھا تمیما وخولۃ فزوجھا الاخر ایضا من بنی النجار وھو غزیۃ بن عمرو فولدا ھا منہ وھما تمیم وخولۃ واما حبیب بن زید بن خلاد بن السائب بن خلاد بن سوید بن ثعلبۃ بن عمرو بن حارثۃ بن امرئ القیس خزرجی کما فی اسد الغابۃ وجدہ السائب بن خلاد بن سوید صحابی وکنیتہ ابو سھلۃ قال فی الخلاصۃ لہ خمسۃ احادیث وعنہ ابن خلاد وصالح ابن حیوان انتھی فعلم من ھذا ان ام عمارۃ وھی نسیبۃ تزوجت ایضا مرۃ ثالثۃ بخلاد بن السائب بن سوید بدلیل قول حبیب جدتی ام عمارۃ نص انھا جدۃ الحبیب بن خلاد الخزرجی بھذا الاعتبار لا لحبیب بن زید بن عاصم النجاری وھی ام عمارۃ جدۃ ایضا العباد بن تمیم النجاری لانھا تزوجت بغزیۃ بن عمرو فولدت لہ تمیما وخولۃ ثم ان تمیما تزوج ایضا فولد لہ عباد فصارت جدۃ لعباد بن تمیم النجاری ایضا فافھم ترشد ھذا ما ظھر واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین۔ (نور العین جلد اوّل ص ۶۵)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وقع السوال عن حدیث ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد توضاء وترک علی قدمہ موضع الظفر لم یصبہ الماء فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارجع فاحسن وضوءک رواہ ابن ماجۃ من حدیث عبد اللہ بن وھب عن جریر بن حازم عن قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ وابوداود قال ابوداود ھذا الحدیث لیس بمعروف ولم یروہ الا ابن وھب وحدہ وقد روی عن معقل بن عبد اللہ الجزری عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتھی وفی حدیث ابن عمر اخرجہ مسلم من حدیث معقل المذکور عن ابی الزبیر عن جابر قال اخبرنی عمر بن الخطاب ان رجلا توضاء فترک موضع ظفر علی قدمہ فابصرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارجع فاحسن وضوءک فرجع ثم صلے واخرجہ احمد مثلہ وزادہ ثم توضاء قال الحافظ ابن حجر فی التلخیص قال البزار لا نعلم احدا اسندہ عن عمر الا من ھذا الوجہ وقال ابو الفضل الھروی انما یعرف ھذا من حدیث ابن لھیعۃ ورفعہ خطاء فقد رواہ الاعمش عن ابی سفیان عن جابر عن عمر موقوفا وکذا رواہ ھشیم عن عبد الملک عن عطاء عن عبید بن عمیر عن عمر نحوہ فی قصۃ موقوفۃ وفی الباب عن انس ان رجلا جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد توضاء وترک علی قدمہ مثل الظفر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارجع فاحسن وضوءک رواہ احمد وابوداود وابن ماجۃ وابن خزیمۃ والدارقطنی وقال تفرد بہ جریر بن حازم

عن قتادة وهو ثقة انتهى قال الامام الشوكاني في نيل الاوطار حديث انس رواه ابن ماجة وابن خزيمة الا انه قال الحافظ ان ابا داؤد رواه من طريق خالد بن معدان عن بعض اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم بنحوه قال الحافظ البيهقي مرسل وكذا قال ابن القطان وفيه بحث وكان البحث في ذلك من وجهة ان خالد بن معدان لم يرسله بل قال عن بعض ازواج النبي صلى الله عليه وسلم فوصله وجهالة الصحابي غير قادحة قال الاثرم قلت لاحمد بن حنبل هذا اسناد جيد قال نعم نعقلت له اذا قال رجل من التابعين حدثني رجل من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم لم يسمه فالحديث صحيح قال نعم واعله المنذري بان فيه بقية وهو مدلس وفي المستدرك تصريح بقية بالتحديث واطلق النووي ان الحديث ضعيف الاسناد قال الحافظ وفي هذا الاطلاق نظر لهذه الطرق انتهى كلام الشوكاني في نيل الاوطار وهي في الواقع عبارة الحافظ ابن حجر في التلخيص بلفظها ولكن لا يخفى ان خالد بن معدان الذي رواه ابوداؤد انما هو حديث الامر باعادة الوضوء والصلاة وكذا رواه ابن ماجة من طريق بن لهيعة عن ابي الزبير عن جابر عن عمر لا في الامر باحسان الوضوء واعلال المنذري له بان في اسناده بقية بن الوليد انما هو من حديث الامر باعادة الوضوء والصلاة لا في الامر باحسان الوضوء وكذالك سوال الاثرم للامام احمد بن حنبل وجوابه المذكور انما هو في حديث الامر باعادة الوضوء والصلاة فليتامل وليراجع ملسلكه الحافظ ابن حجر والامام الشوكاني في شرح حديث الامر باعادة الوضوء والصلاة حديثا واحدا وقد اعاد الشوكاني في شرح حديث الامر باعادة الوضوء والصلوٰة سوال الاثرم للامام احمد وجوابه باللفظ السابق في حديث الامر باحسان الوضوء وهو مما يقوي الاشكال والجواب المزيل للاشكال والله اعلم بان يقال مودى الحديثين والمراد منهما واحد بدليل قول الحافظ ابن حجر في التلخيص ورواه ابوداؤد من طريق خالد بن معدان عن بعض اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم نحوه انتهى وهو ان المراد باحسان الوضوء غسل تلك اللمعة فقط التي في القدم والامر باعادة الوضوء في الحديث الاخر المراد به غسل ما تركه قال السيد العلامة محمد بن اسماعيل الامير في سبل السلام وسماه اعادة باعتبار ظن المتوضئ فانه صلى ظانا بانه قد توضاء وضوء المجزيا وسماه وضوءا لانه وضوء لغة انتهى ويحتمل ان المراد بالاحسان اعادة الوضوء مرة اخرى فيكون دليلا لمن يقول بوجوب الموالاة في الوضوء واما الامر باعادة الصلاة فلا بد منه على كلا الروايتين فاتحدت القصة وزال الاشكال ولله الحمد۔

(نور العین فتاویٰ شیخ حسین ج ۱ ص ۶۰ تا ۶۱)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم وقع السوال من بعض الفضلاء فیما رواہ ابوداؤد فی سننہ فی باب الرجل یصلی الصلوات کلھا بوضوء واحد حیث قال حدثنا محمد بن عیسیٰ قال حدثنا شریک عن عمرو بن عامر البجلی قال محمد بن یعنی ابن عیسیٰ ھو والد اسد بن عمرو الجواب واللہ الموفق للصواب اما قولہ عمرو بن عامر البجلی فلا ریب انہ وھم وان عامر بن عمرو کوفی انصاری لا بجلی والحدیث الذی اخرجہ ابوداؤد فی الباب المذکور اخرجہ البخاری فی باب الوضوء من غیر حدث والترمذی عن عمرو بن عامر قال الترمذی عمرو بن عامر الانصاری وقال الحافظ بن حجر فی فتح الباری عمرو بن عامر کوفی انصاری وقیل بجلی وصحح المزی ان البجلی لیس من رجال الستۃ کما ذکرہ الحافظ فی التقریب وصاحب الخلاصۃ وجعل علامۃ لفظ تمییز یعنی انہ لیس من رجال الستۃ فالوھم بانہ بجلی اما من شریک القاضی وتبعہ محمد بن عیسیٰ شیخ ابوداؤد وزاد انہ ابو اسد بن عمرو واما من محمد بن عیسیٰ شیخ ابوداؤد وظن انہ بجلی فوصفہ بذلک ثم زاد بعد وصفہ بانہ بجلی بانہ والد اسد ابن عمرو وتبعہ تلمیذہ ابوداؤد علی ذلک والعجب ممن صنف فی علم الرجال حیث لم ینتبھوا الھذا الغلط الصریح ولا شارح ابی داؤد الشیخ محمد بن شمس الحق فی شرح الذی سماہ عون المعبود علی ابی داؤد۔ واللہ عزوجل اعلم۔ (نور العین جلد اول صفحہ ۶۹)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان۔

سوال۔ مرد دائم الحدث برای نماز بسوی جماعت برآید اگرچہ حدث میکردہ باشد آنکہ نماز قبل حدث در خانہ خود بگذارد؟

جواب۔ دریں جا اولا مقدمہ تقدیم کنیم سپس بپاسخ مسئلہ پردازیم مقدمہ این ست کہ میان اہل علم کہ بالیشان اعتداد توان کرد خلافی دریں معنی نیست کہ ناقص وضو بودن ومبطل طہارت وموجب وضو شدن چیزی جز بشرع نتوان شناخت وحکم عقل ورای محض را درین باب مدخلی نیست پس چوں حکم شرع دربارہ کدام شئی بابطال حکم طہارت وایجاب اعادہ این بیاید قبول آن واذعان بدان بر ما واجب باشد اگرچہ علت آنرا اندر یابیم ووجہ آن فہم نکنیم چنانکہ حال مس ذکر واکل لحوم ابل ست کہ از شارع ناقص طہارت ومبطل وضو بودن این ہر دو امر ثابت شدہ وبار انمیرسد کہ دریں مقام بگوئیم علت درین حکم معقول یا غیر معقول ست وسبب دریں امر مفہوم یا غیر مفہوم ست ہم چنیں حال چیزیست کہ مشابہ ایں ہر دو ناقض بود از دیگر نواقض وضو کہ فہم علل

آن بعید و تعقل اسبابش صعب باشد بلکہ بعد ورود شرع چنین میگوئیم کہ ہکذا جاء نا عن اللہ سبحانہ او عن رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نقبلہ ونذعن لہ کما وجب علینا پس غسل اعضاء وضو کہ بعض بدن ست بودنش رافع حکم حدث چیزی ہست کہ حس بدان قائم و اثرش در رای العین موجود نیست ہم چنین اگر از شارع تصریح باین معنی بیاید کہ این شیئ مرئی الاثر خارج از فرج و نحو آن ناقض طہارت نیست ما را نمیرسد کہ بگوئیم چرا ناقض نشد و چگونہ مبطل طہارت نیست حالانکہ جسمی مدرک بجاسہ بصر و حاسہ لمس خارج از فرج بودہ ست بلکہ چنان بگوئیم کہ ہکذا جاء نا عن الذی جاء نا بتفصیل احکام الطہارۃ و بیان شروطہا و مقتضیہا و مانعہا و ما یصح بہ و ما لا یصح و نمیرسد کہ رجوع بمقتضای عقول خود بکنیم و عبرت بقبول افہام خویش نمائیم چہ این معنی در امثال این مدارک امری و راء شرع شریف ست و اذا جاء نہر اللہ بطل نہر معقل و چون این معنی متقرر شد پس باید دانست کہ ورود شرع بموردی بودہ ست کہ احدی از متشرعین بجحود آن نتواند پرداخت خون مستحاضہ باآنکہ دم خارج از فرج ست و فرج محل حدث ناقض طہارت و مبطل حکم آن نیست اگرچہ از وقت شروع در وضو تا فراغ از نماز باستمرار خارج گردد و معلومیت این امر از شرع بعلم ضروری ست بلکہ مجمع علیہ ست نزد جمیع اہل این ملت شریفہ و احادیث واردہ درین باب معروف ست بالجملہ این دم خارج برین صفت از احداث موجبہ وضو در حق زن مستحاضہ نیست لا ینکر ذلک منکر ولا یخالف فیہ مخالف و نماز این زن باآنکہ خون استحاضہ از وی خارج بخروج کثیر و منصب بانصباب شدید و مستمر باستمرار مطبق ست یا خارج بخروج یسیر و سائل بسیلان نزر و جاری بجریان قلیل ست و گاہی منقطع و گاہی خارج بودہ ست بی شبہ صحیح مجزی مقبول واقع بر منہج شرعی و مہیع محمدی و سبیل اسلامی ست و فرقی درین صور نیست و چیزی کہ بدان استدلال بر فرق میان این صور میتوان کرد درین شریعت سمحہ سہلہ بیضا زیادہ حاصل آنکہ درین زن مستحاضہ و دیگر زنان کہ مستحاضات نباشند در نفس فریضہ باین وضو فرقی درمیان نیست و آنکہ در احادیث آمدہ کہ زن مستحاضہ برای ہر نماز غسل تازہ بر آرد یا وضوی نو بنو بکند پس اگر این احادیث بصحت برسد غایۃ آن ست کہ از آن وجوب مبالغہ زن مذکور در رفع حدث بغسل ثابت شود و اینکہ زن مستحاضہ باین طہارت خود جز یک نماز نگذارد پس این منافی مدعا نیست زیرا کہ خروج دم ناقض طہارت نیست چہ این طہارت در ہمین نماز ست کہ آنرا از موردی ساختہ و نیست فرق میان او و میان دیگر زنان در جمیع احکام پس باید کہ نماز در اول وقت بگذارد چنانکہ سائر زنان نماز میگذارند و اتمام کند بغیر خود

چنانکہ غیر مستحاضہ امامت میکند و ہر کہ از فقہا زعم کردہ کہ وی نماز در آخر وقت ادا کند پس بریں زعم اثری از علم نیست و نہ ایں قول از اں وادی ست کہ اشتغال بر دو قدح دروی میتواں کرد چہ علی کل حال واضح البطلان و قول مجرد از برہان ست و احادیث ایجاب غسل و وضو برای ہر نماز در ما نحن فیہ غیر منتھض ست و اما حدیث عائشہ نزد ابی داود و ابن ماجہ بلفظ استحیضت زینب بنت جحش فقال لہا النبی صلعم اغتسلی لکل صلوٰۃ پس در سندش علت ہاست از اں جملہ آنکہ در رجالش محمد بن اسحاق ست و زعم منذری کہ بعض طرق او حسن ست صحیح نیست کما صرح بہ الشوکانی رح و ہم چنیں حدیث عائشہ نزد احمد و ابی داود بلفظ ان سہلۃ بنت سہیل بن عمرو استحیضت فاتت النبی صلعم فسألتہ عن ذلک فامرہا ان تجمع بین الظہر والعصر بغسل والمغرب والعشاء بغسل و الصبح بغسل کہ در سندش نیز ہماں محمد بن اسحاق است کہ روایت میکند از عبد الرحمن بن القاسم عن ابیہ و محمد بن اسحاق حجت نیست لاسیما چوں روایت حدیث بطور عنعنہ کند و عبد الرحمن از پدر خود سماعت ندارد حافظ ابن حجر گفتہ قد قیل ان ابن اسحاق وہم فیہ و ہم چنیں حدیث عروۃ بن الزبیر از اسماء بنت عمیس نزد ابی داود بلفظ قالت قلت یا رسول اللہ ان فاطمۃ بنت ابی حبیش استحیضت منذ کذا و کذا فلم تصل فقال رسول اللہ صلعم ہذا من الشیطان لتجلس فی مرکن فاذا رأت صفرۃ فی الماء فلتغتسل للظہر والعصر غسلاً واحداً و تغتسل للمغرب والعشاء غسلاً واحداً و تغتسل للفجر و تتوضأ فیما بین ذلک کہ در سندش سہیل بن ابی صالح ست و در احتجاج بحدیث وی خلاف و ہم چنیں حدیث حمنہ بنت جحش و فیہ فان قویت علی ان تؤخری الظہر و تعجلی العصر ثم تغتسلی حتی تطہری و تصلی الظہر والعصر جمیعاً ثم تؤخری المغرب و تعجلی العشاء ثم تغتسلین و تجمعین بین الصلوٰتین فافعلی و تغتسلین مع الصبح و تصلین قال وہذا اعجب الامرین الی اخرجہ الشافعی و احمد و ابوداود والترمذی و ابن ماجۃ والدارقطنی والحاکم و در سندش عبد اللہ بن محمد بن عقیل مختلف فیہ ست ابن مندہ گفتہ لایصح بوجہ من الوجوہ و ابن ابی حاتم گفتہ سألت ابی عنہ فوہنہ ولم یقو اسنادہ و ترمذی در کتاب علل گفتہ انہ سأل البخاری عنہ فقال ہو حدیث حسن و ہکذا صححہ احمد والترمذی لکن ابن عقیل روایتش از ابراہیم بن محمد بن طلحہ کردہ و در سماع او از وی نظر ست و خطابی گفتہ قد ترک العلماء القول بہذا الحدیث و قد ردہ ابن حزم بانواع من الرد و من جملۃ ذلک انہ علہ بالانقطاع بین ابن جریج و ابن عقیل و زعم ان بینہما النعمان بن راشد و ہو ضعیف و قد شارک ابن جریج فی روایتہ عن ابن عقیل ضعفاً و علی الجملہ حفاظ در کلام بریں حدیث تعلیلاً و رداً و تضعیفاً و تحسیناً اطالت بسیار کردہ اند و شوکانی رح در مؤلفات خود ایضاح کلام بریں مرام

ببسط تمام کردہ واگر گرفتہ شود کہ ایں حدیث صالح تمسک ست تاہم مقید خواہد بود بعدم وجود معارض انہض
ازوی حالانکہ درینجا معارض انہض موجود ست وہو ما ثبت فی الصحیحین وغیرہما من طرق عن عائشۃ بلفظ
فاذا اقبلت الحیضۃ فاترکی الصلوٰۃ فاذا ذہب قدرہا فاغسلی عنک الدم وصلی ہم چنین دربارہ تمییز بصفات
دم وتمییز بعادت ورجوع بسوی آں حدیثہا آمدہ وحدیث عدی بن ثابت عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلعم
قال فی المستحاضۃ تدع الصلوٰۃ ایام اقرائہا ثم تغتسل وتتوضا عند کل صلوٰۃ رواہ ابن ماجۃ والترمذی نیز
منتہض برای ایجاب نیست زیراکہ در سندش ابو الیقظان عثمٰن بن عمیر بن قیس کوفی ست ویقال لہ عثمٰن بن
ابی حمیدہ وعثمٰن بن ابی زرعہ یحییٰ بن معین گفتہ لیس حدیثہ لشئی وابو حاتم گفتہ ترک ابن مہدی حدیثہ ونیز
ابو حاتم گفتہ انہ ضعیف منکر الحدیث وکان شعبۃ لا یرضاہ وابو احمد حاکم گفتہ لیس بالقوی عندہم ولم یرضہ یحییٰ
بن سعید ونسائی گفتہ لیس بالقوی ودارقطنی گفتہ ضعیف وابن حبان گفتہ اختلط بآخرہ حتی لا یدری ما یقول لا یجوز
الاحتجاج بہ قال الترمذی سألت محمدا یعنی البخاری عن ہذا الحدیث فقلت عدی بن ثابت عن ابیہ عن جدہ عدی
بن ثابت ما اسمہ فلم یعرف محمد اسمہ وذکرت لمحمد قول یحییٰ بن معین ان اسمہ دینار فلم یعبأ بہ ودمیاطی گفتہ ہو عدی
بن ثابت بن ابان بن قیس بن الحطیم الانصاری ووہم من قال اسم جدہ دینار واما قول مجد الدین ابن تیمیۃ در
منتقی ان الترمذی قال بعد اخرج ہذا الحدیث انہ حسن پس وہم ست زیراکہ ترمذی تحسینش نکردہ بلکہ سکوت
در زیدہ وابن سید الناس در شرح ترمذی گفتہ سکت الترمذی عن ہذا الحدیث ولم یحکم لشئی ولیس من باب الصحیح
ولا ینبغی ان یکون من باب الحسن بعدہ کلام بر ضعف این حدیث کردہ ودر بیان آن اطالت نمودہ وہمچنین حدیث
عبد الرحمٰن بن القاسم عن ابیہ عن زینب بنت جحش انہا قالت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم انہا مستحاضۃ فقال تجلس
ایام اقرائہا ثم تغتسل وتوخر الظہر وتعجل العصر وتغتسل وتصلی وتوخر المغرب وتعجل العشاء وتصلیہما جمیعًا وتغتسل
للفجر اخرجہ النسائی ورجال اسناد این حدیث اگرچہ ثقات اند لیکن حدیث معلول است بعدم سماع عبد الرحمٰن
بن القاسم از پدر خودش وہمچنیں حدیث عائشۃ قالت جاءت فاطمۃ بنت ابی حبیش الی النبی صلعم فقالت انی
امرأۃ استحاض فلا اطہر افادع الصلوٰۃ فقال لہا لا اجتنبی الصلوٰۃ ایام محیضک ثم اغتسلی وتوضئی لکل صلوٰۃ ثم صلی
وان قطر الدم علی الحصیر قطرا اخرجہ احمد والترمذی والنسائی وابو داؤد وابن ماجۃ وابن حبان واین حدیث معلول ست
بآنکہ حبیب از عروہ بن الزبیر سماعت ندارد بلکہ سماع او از عروہ مزنی ست پس اسنادش منقطع باشد وحبیب
بن ابی ثابت مدلس ست وعروہ مزنی مجہول واصل حدیث نزد مسلم ست بدون قول او وتوضئی الی آخرہ

زیرا کہ این زیادت محفوظ نیست وقد رواہ غیر من ذکرنا کالدارمی والطحاوی ودریں باب ست از جابر مرفوعاً رواہ ابو یعلی باسناد ضعیف واز سودہ بنت زمعہ رواہ الطبرانی وآثار روایت شیخین در صحیحین کہ ان ام حبیبہ بنت جحش استحیضت فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاغتسلی ثم صلی فکانت تغتسل عند کل صلوٰۃ پس دریں حدیث انچہ دال باشد بر آنکہ آنحضرت صلعم ام حبیبہ را امر بغسل برای ہر نماز کردہ موجود نیست بلکہ وی بطور خود این غسل می برآورد شافعی گفتہ انما امرہا رسول اللہ صلعم ان تغتسل وتصلی ولیس فیہ انہ امرہا ان تغتسل لکل صلوٰۃ قال ولا اشک ان شاء اللہ تعالیٰ ان غسلہا کان تطوعا غیر ما امرت بہ وذلک واسع وکذا قال سفیان بن عیینۃ واللیث بن سعد وغیرہما نووی گفتہ لم یصح عن النبی صلعم انہ امر المستحاضۃ بالغسل الامرۃ واحدۃ عند انقطاع حیضتہا وہو قول صلعم اذا اقبلت الحیضۃ فدعی الصلوٰۃ واذا ادبرت فاغتسلی ولیس فی ہذا ما یقتضی تکرار الغسل قال واما الاحادیث الواردۃ فی سنن ابی داؤد والبیہقی وغیرہما ان النبی صلعم امرہا بالغسل فلیس فیہا شئی ثابت وقد بین البیہقی و من قبلہ ضعفہا انتہیٰ ونتوان گفت کہ اگرچہ در ہر واحد ازیں احادیث مقال ست کہ بسبب آن منتہض برای استدلال نمیتواند شد لکن بمجموع خود در خور انتہاض ست وبعض او شاہد بعض پس از جنس حسن لغیرہ خواہد بود وآن معمول بہ ست ومع ہذا البعض اہل علم تصحیح بعض این احادیث کردہ اند زیرہ کہ میگوئیم کہ تصحیح بعض مصححین وتحسین بعض محسنین بعض آنرا واقع بموقع نیست بلکہ وہم قائل باوست وشہادت بعض برای بعض وانتہاض مجموع آن برای استدلال وقتی باشد کہ سالم از معارض انہض ازان باشد وایں احادیث سالم از معارض نیست بلکہ معارض بحیز لیست کہ بلا خلاف صحیح ست وہو انہ لایجب علیہا الاغسل واحد عند ادبار وقت الحیضۃ ولا یلزم تجدید الغسل لکل صلوٰۃ او الصلوٰتین وکذلک لایلزمہا تجدید وضوء لکل صلوٰۃ او للصلوٰتین اگر گویند کہ اینجا معارضہ نیست زیرا کہ غسل متکرر ووضوء متکرر منافی غسل یکبار ووضوء یک بار نباشد وزیادت مقبول ست اگرچہ مزید اصح باشد ازوی گوئیم این تقریب وی تمام گردد کہ ائمہ بر عدم صحت چیزی ازان بیک بار نص نکردہ باشند وچون درین بات نص کردہ اند پس دلیل مذکور نا تمام باشد وہم چنین نتوان گفت کہ میان این احادیث جمع باید کرد وحمل تکریر غسل ووضو بر استحباب کما فعل بعض الائمۃ ومقرر ست کہ جمع مقدم بر ترجیح باشد زیرا کہ ہر چند تسلیم کنم کہ این جمع متحتم ست اما دریں جا وجوب غسل متکرر ووجوب وضوء متکرر نیست وہو المطلوب ودریافتہ کہ مطلوب ما درین جا

جز تقریر این مدعا نیست کہ دم استحاضہ از ان احداث نبودہ ست کہ بدان نقض وضو تواند شد بر ہر صفت
کہ باشد وبرین تقدیر فرق نیست درمیان مستحاضہ ودرمیان کسیکہ سلس البول یا سلس الغائط یا سلس الریح یا زخمی مستمر
خارج الدم او القیح دارد بر وجہی کہ احتراز از ان متعذر ست پس ہر کہ چیزی ازین علل با خود دارد وی ہمچو
مستحاضہ باشد بنا بر عدم فارق میان ہر دو بوجہ من الوجوہ وچون برائے او حکم مستحاضہ بثبوتی کہ ثابت
شدہ ہیچ شک واشکال دران نیست پس در مثل این مقام ایراد نفاۃ قیاس ازین اشکالات معتبر
نباشد زیرا کہ ہر ایراد واشکال وتشکیک کہ از الحاق لعدم فارق بچیزیکہ در غایت جلاء ووضوح باشد
مندفع ست کما یعرف ذلک فحول علماء الاصول واہل الرسوخ فی علم المعقول والمنقول ودال ست
بر عدم انتقاض طہارت صاحب علتی ازین علل آنچہ از کلیات این شریعت مطہرہ معلوم ست چہ اہلِ
علل مذکورہ وامثال الیشان وامثال الیشان زیر عموم شریعت مذکورہ مندرج اند وذلک مثل قولہ تعالیٰ
فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ درین آیۃ تقیید تقویٰ باستطاعت فرمودہ اند پس ہر چہ خارج از استطاعت باشد
زیر تکالیفی کہ بدان عباد را مکلف کردہ اند داخل نیست ومعلوم ست کہ اگر بانتقاض طہارت اہلِ علتی
این علل بشیٔ خارج کہ از ان احتراز ممکن نیست وبجدیکہ قدرت بر امساک آن ندارد قائل شویم تکلیف
بچیزِ غیر مستطاع باشد وصحابہ رضی اللہ عنہم از آیۂ موصوفہ تخفیف تکلیف فہم کردہ اند ولہذا چون آیۂ
واتقوا اللہ حق تقاتہ فرود آمد بر الیشان شاق گذشت وصاف گفتند کہ این معنی در قدرت ما نیست و
نہ داخل زیر استطاعت ماست پس او تعالیٰ کریمہ واتقوا اللہ ما استطعتم فرستاد در نزول این آیۂ شریفہ
حرجی کہ از نزول آیۂ متقدمہ می یافتند زوال پذیرفت وحزن خاطر الیشان بفرح مبدل گردید ومثل
این نص ست قول وی صلعم یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا واین احادیث ثابت در صحیح
ست ومثلہ حدیث صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلی جنب وحدیث امرت بالحنیفیۃ
السمحۃ السہلۃ وبالجملۃ ناظر حق نظر در کتاب عزیز وسنت مطہرہ می شناسد کہ این ہر دو اصل اصیل دین در
بسیاری از مواضع شرع مبین مصرح اند بتقیید تکالیف شرعیہ باستطاعت وعدم حرج وتیسیر وعدم
تعسیر وتبشیر وعدم تنفیر وہیچ تکلیف اشد وتعبد اصعب از ان نباشد کہ بندہ را تکلیف دہند بامریکہ طاقتش ندارد
وبران قادر نیست وزیر دست او نمی درآید ورحمت خدا کہ واسع ہر شئ وسابق بر غضب اوست مخالف
این تکلیف ومنافی این حرج شدید ومبائن این تعبد صعب ست ے

در میان قعر دریا تختہ بندم کردہ ؛ باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

وبالجملہ از مجموع ما تقدم متقرر شد کہ خون مستحاضہ واستمرار حدث کسیکہ حکمش حکم مستحاضہ ست وعدم انقطاع او مگر در بعض اوقات غیر معلوم مبطل طہارت نیست ونہ وضو بدان می شکنند ونہ بر صاحبش تاخیر صلوٰۃ تا آخر وقت نماز واجب ست ونہ اورا امامت کسیکہ مثل علت او با خود ندارد ممنوع ست ونہ اورا در تادیۂ نماز بجماعت حائل میتوان شد ودرین جا مقدمہ کہ اشارت بتقدیمش رفتہ منتہی شد واز ان جواب اجمالی سوال سائل متبین گردید واما جوابش بطریقۂ تفصیل پس میگوئیم کہ بالاگذشتہ کہ حدث دائم مطلقاً یا غالباً بروجہی کہ وقت انقطاعش معلوم نیست اصلاحدث نباشد ونہ از ان جنس ست کہ بروی شرعاً اطلاق اسم حدث بکنند ودرین حین تادیۂ صاحب علت صلوٰۃ خود را نزد خروج خارج مثل تادیۂ او مر آن نماز راست باوجود مصادفت انقطاع آن حدث در ہر نماز یا بعض صلوات وترک کردن او نماز جماعت را وعدول نمودنش بسوی نماز تنہا سبب ترک سنت مجمع علیہا ست وبایں ترک اجر کثیر وفضل عظیم وثواب جلیل از وی فوت گشتہ وہو ما فی قولہ صلعم صلوٰۃ الرجل فی جماعۃ تزید علی صلاتہ فی بیتہ وصلوٰتہ فی سوقہ بضعا وعشرین درجۃ وہو فی الصحیحین وغیرہما من حدیث ابی ہریرۃ وفیہما ایضاً من حدیث ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم صلوٰۃ الجماعۃ تفضل علی صلوٰۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ ودرین باب حدیثہا ست ودر بعض وی تصریح ست بآنکہ نماز جماعت بر صلوٰۃ فذ بست وپنج درجہ زیادت وفضیلت دارد پس کسیکہ رغبت در خیر وطلب ثواب وحرص بر اجر دارد چہ قسم مسامحت بر نماز تنہا میتواند کرد کہ درین صورت اورا ہمین یک درجہ خواہد بود وبست وشش درجہ از وی فوت گشت بآنکہ تنہا گذاردن او نماز را بر فرض انقطاع خارج از وی در حال نماز در مزید بر تادیۂ آن نماز منفرد وحالانکہ خارج در بر آمدن ست نیست وہکذا نماز او در جماعت وخارج منقطع است زیادہ بر تادیۂ او آن نماز انیست وخارج مطبق ست واین نیست مگر جور بر نفس بمحروم ساختنش از اجور متعددہ وبخس حظ بتفویت مثوبات متکاثرہ وعدم رغبت در خیر کثیر واجر عظیم بعدول کردن از ان بسوئی اجر نزر وثواب قلیل واین وقتی ست کہ از شارع جز مجرد مفاضلہ میان ہر دو نماز نیامدہ باشد فکیف کہ از آنحضرت صلعم بصحت رسیدہ ست کہ فرمود لقد ہممت ان آمر بالصلوٰۃ ثم آمر رجلا فیصلی بالناس ثم انطلق برجال معہم حزم من حطب الی قوم لا یشہدون الصلوٰۃ فتقام فاحرق علیہم بیوتہم بالنار واین حدیث در صحیح ست بطرق چند تا آنکہ رخصت نفرمود در تخلف از جماعت اعمی را کہ قائد ندارد اگر اذان میشنود و

این نیز در صحیح ست و تخلف را از نماز جماعت یکی منجملۂ علامات نفاق ساختہ و این ہم در صحیح وارد شدہ و این احادیث و امثالش دلیل اند برآنکہ جماعت نماز متاکد ست بابلغ تاکد و مشدد فیہ ست باعظم تشدید و نمی گویم کہ جماعت فرض عین ست بر ہر مصلی یا شرط ست کہ نماز بدون آن صحیح و جائز نباشد و چہ قسم چنیں میتوانم گفت و تفضیلی کہ میان نماز جماعت و صلوٰۃ منفرد بالا گذشتہ دلالت میکند بابلغ دلیل و ندا میکند باعظم ندا کہ صلوٰۃ مرد تنہا صحیح ست و از وی اسقاط وجوبش میکند و از فریضہ کہ بر ذمۂ اوست اجزا می نماید و ہم چنین حدیث صلوٰۃ الرجل مع الامام افضل من الذی یصلی وحدہ ثم ینام و نحو ذلک من الاحادیث کحدیث المسئی صلوتہ و من شابہ ممن صلی منفردا ولکن انچہ میگویم این ست کہ عدول بسوی صلوٰۃ انفراد باوجود عدم عذر مانع از نماز جماعت حال آنکہ باین تشدید شدید مشدد فیہ و باین تاکید مزید موکد الحکم ست جز از کسیکہ راغب از خیر و محروم کن نفس از ثواب کبیر و اجر عظیم ست نمی آید پس صاحب علل متقدمۃ الذکر اگر عذر ندارد مگر ہمیں مجرد ظن بآنکہ تادیۂ او نماز را تنہا با انقطاع حدث اکثر در ثواب و اعظم در اجر ست نسبت بتادیۂ آن نماز در جماعت با عدم انقطاع پس این ظن او باطل و این تصور او فاسد ست و سبب آن خطور ہمین معنی ست کہ آن خارج حدثی از احداث است پس بس حالانکہ چنین نیست کما قدمنا لک ۃ (دلیل الطالب ص ۲۳۷ تا ۲۴۵)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان۔

باب المسح

سوال :- ما قولكم ادام الله تعالى فيوضكم في المسح على الجوربة الشائعة في الامصار المنسوجة من الغزل او الصوف غير منعلة ولا ثخينة ومعلوم ان الحديث المروي في الباب عن النبي صلى الله عليه وسلم ضعيف و تحسين الترمذي وتصحيحه اياه لم يقبله الحفاظ كما هو مبسوط في تخريج الهداية للزيلعي وان قيس المسح عليهما على مسح الخفين لعلة التردد فم الحرج فهل يكفي مع كونه ظنيا في اسقاط الغسل المفروض بالقرآن والحديث المتواتر وهل يزاد على العلتين لكون الجوربين في حكم الخفين صفة الثخانة وعدم نفوذ الماء كما قيدها الائمة والاصل في باب الرجلين الغسل الثابت بالتنزيل والمسح على الخفين رخصة فهل الرخص الشرعية موقوفة على بيان الشارع صلى الله عليه وسلم ام لا ولكن الجواب مفصلا مع ماله وما عليه فقط

الجواب :- المسح على الجوربة المذكورة ليس بجائز لانه لم يقم على جوازه دليل صحيح وكل ما تمسك به المجوزون ففيه خدشة ظاهرة ومتمسكاتهم ثلث الحديث المرفوع وافعال الصحابة رضي الله عنه والقياس .

اما الحديث المرفوع فهو ما رواه الترمذي وغيره عن المغيرة بن شعبة قال توضأ النبي صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين والنعلين قال الترمذي هذا حديث حسن صحيح . واما الخدشة في الاستدلال به فهي ان هذا الحديث ضعيف لا يصح الاستدلال به قال ابو داود بعد روايته كان

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اونی یا سوتی جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں ؟ یہ تو معلوم ہے کہ جرابوں پر مسح کرنے کی حدیث ضعیف ہے اور امام ترمذی نے جو اس کو صحیح کہا ہے محدثین نے اسے قبول نہیں کیا اور اگر موزوں کے مسح پر اس کو علت مشترکہ کی بنا پر قیاس کیا جائے تو اس سے فرض غسل جو قرآن سے ثابت ہے ساقط ہو جائیگا یا نہیں ؟ اور ائمہ نے جو جراب کے لئے موٹا ہونے اور پانی کے نفوذ نہ کرنے کی قید لگائی ہے تو کیا اس سے زیادہ کسی اور علت کا اضافہ ہو سکتا ہے یا نہیں ، پاؤں کا دھونا فرض ہے اور موزے پر مسح رخصت ہے کیا رخصت شرعیہ شارع کے بیان پر موقوف ہے یا نہیں ، جواب مفصل عنایت فرمائیں ۔ **الجواب** مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے کیوں کہ اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور مجوزین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں خدشات ہیں ، استدلال تین چیزوں سے کیا گیا ہے ،

عبد الرحمن بن المهدی لا یحدث بهذا الحدیث لان المعروف عن المغیرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الخفین وروی هذا ایضا عن ابی موسی الاشعری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه مسح علی الجوربین ولیس بالمتصل ولا بالقوی انتهی قال البیهقی فی سننه ان ابا محمد یحیی بن منصور قال رایت مسلم بن الحجاج ضعف هذا الخبر عن المغیرة فقالوا امسح علی الخفین وقال لا یترك ظاهر القران بمثل ابی قیس و هذیل قال بذكرہ هذه الحکایة عن مسلم لابی العباس محمد عبد الرحمن الدغولی فسمعته یقول سمعت علی بن محمد ابن شیبان یقول سمعت ابا قدامة الرخسی یقول قال محمد بن عبد الرحمن بن المهدی قلت لسفیان الثوری لو حدثتنی بحدیث ابی قیس عن هذیل ما قبلته منك فقال سفیان الحدیث ضعیف ثم اسند البیهقی عن احمد بن حنبل قال لیس یروی هذا الحدیث الا من روایة ابی قیس الاودی وابی عبد الرحمن بن المهدی ان یحدث بهذا الحدیث وقال هو منکر واسند البیهقی ایضا عن علی بن المدینی قال حدیث المغیرة بن شعبة فی المسح رواه عن المغیرة اهل المدینة واهل الکوفة واهل البصرة ورواه هذیل من شرحبیل عن المغیرة الا انه قال ومسح علی الجوربین فخالف الناس واسند ایضا عن یحیی بن معین قال الناس کلهم یروونه علی الخفین غیر ابی قیس انتهی وقال البیهقی فی المعرفة واما المسح علی الجوربین والنعلین فقد روی ابو قیس الاودی عن هذیل بن شرحبیل عن المغیرة بن شعبة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی جوربیه ونعلیه وذاك حدیث منکر ضعفه سفیان الثوری وعبد الرحمن بن مهدی واحمد بن حنبل ویحیی بن معین وعلی المدینی ومسلم بن الحجاج والمعروف عن المغیرة حدیث المسح علی الخفین وروی عن جماعة من الصحابة انهم فعلوه انتهی۔

حدیث مرفوع، فعل صحابہ اور قیاس، حدیث مرفوع تو وہ ہے جس کو ترمذی نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جراب اور جوتے پر مسح کیا، ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اس پر اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، عبد الرحمن یہ حدیث روایت نہیں کیا کرتے تھے کیوں کہ مغیرہ سے مشہور روایت موزے پر مسح کرنے کی ہے ابو موسیٰ اشعری نے بھی جراب پر مسح کرنے کی روایت نقل کی ہے لیکن اسکی سند متصل نہیں، امام مسلم نے اس کو ضعیف کہا ہے مغیرہ بن شعبہ سے جتنے لوگوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے انہوں نے موزے پر مسح بیان کیا ہے صرف ابو قیس اودی اور ہذیل بن شرحبیل نے جراب کا لفظ بیان کیا ہے لیکن یہ دوسرے راویوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے، عبد الرحمن بن مہدی نے سفیان ثوری سے کہا اگر آپ مجھے ابو قیس عن ہذیل کی حدیث سنائیں تو میں اس کو آپ سے قبول نہیں کرونگا، سفیان نے کہا وہ حدیث واقعی ضعیف ہے علی بن مدینی نے کہا مغیرہ کی حدیث کو مدینہ، کوفہ اور بصرہ والوں نے روایت کیا ہے سب موزہ کا ذکر کرتے ہیں

ﻫ وقال ابو قیس الاودی وهذیل بن شرحبیل لا یحتملان وخصوصا مع مخالفتهما الاجلة الذین رووا هذا الخبر

فان قلت قد اجاب عن ھذہ الخدشۃ الشیخ الامام تقی الدین ابن دقیق العید بقولہ ومن یصحہ یعتمد بعد تعدیل ابی قیس علی کونہ لیس مخالف لروایۃ الجمھور مخالفۃ معارضۃ بل ھو امر زائد علی ما رووہ ولا یعارضہ ولا سیما وھو طریق مستقل بروایۃ ھزیل عن المغیرۃ لم یشارک للمشھورات فی سندھا۔ قلت قد ظھر لک مما تقدم ان کل من روی حدیث المغیرۃ بن شعبۃ فی المسح من اھل المدینۃ واھل الکوفۃ واھل البصرۃ رواہ بلفظ انہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الخفین الا ھزیل بن شرحبیل فانہ روی بلفظ انہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الجوربین والنعلین فخالف الناس کلھم ولا شک ان روایۃ ھذا معارضۃ ونافیۃ لما رووہ لانہ یثبت من ھذہ الروایۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الجوربین والنعلین دون الخفین ویثبت من روایتھم انہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الخفین دون الجوربین والنعلین فکیف یصح قول ابن دقیق العید ان روایتہ لیست مخالفۃ لروایۃ الجمھور مخالفۃ معارضۃ واما قولہ بل ھو امر زائد علی ما رووہ ولا یعارضہ فھذا ایضا لیس بمستقیم لانھم رووہ بلفظ انہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الخفین ولم یزد ھزیل بن شرحبیل علی ھذا اللفظ لفظ والجوربین والنعلین حتی یقال انہ روی امرا زائدا علی ما رووہ بل روی مکان لفظ علی الخفین لفظ علی الجوربین والنعلین فتفکر علا انہ قد اتفق علی تضعیف روایۃ ھزیل بن شرحبیل امثال سفیان الثوری وابن مھدی وابن معین واحمد وابن المدینی ومسلم وابی داود والنسائی فبعد اتفاق ھولاء الاجلۃ لا یجدی ما قالہ ابن دقیق العید نفعا واما تحسین الترمذی وتصحیحہ فقال النووی علی ما فی فتح القدیر کل منھم رای من ھولاء الاجلۃ) لو انفرد قدم علی الترمذی مع ان الجرح مقدم علی التعدیل انتھی۔

صرف ابوقیس جراب کا تذکرہ کرتے ہیں، بیہقی نے کہا یہ حدیث منکر ہے اسکو سفیان ثوری اور عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، امام مسلم نے ضعیف کہا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابن دقیق العید نے اس کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے اور کہا ہے کہ ابوقیس کی روایت دوسروں کے مخالف نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ تو ایک امر زائد بیان کر رہے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس روایت کے یہ الفاظ ہوتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر اور جرابوں پر اور جوتی پر مسح کیا تو ایک امر زاید تھا لیکن اس نے تو موزے کے بجائے جراب اور جوتی کا ذکر کیا ہے تو یہ امر زاید نہیں ہے بلکہ ثقات کی مخالفت ہے، باقی رہا ترمذی کا اس کو حسن صحیح کہنا تو امام نووی نے کہا کہ جن لوگوں نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے ان میں سے ہر ایک امام ترمذی سے مقدم ہے اور پھر یہ اصول بھی ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔

فان قلت روایۃ ہذیل لیست بمنافیۃ لروایتہم حتی تترک روایتہ وتوخذ روایتہم فان المراد بالجورب فی روایۃ الخف الکبیر الذی یکون من الادیم فان لفظ الجورب یطلق علیہ ایضا بل بہ فسر العلامۃ الشوکانی حیث قال فی باب المسح علی الخفین الخف نعل من ادم یغطی الکعبین والجرموق اکبر یلبس فوقہ والجورب اکبر من الجرموق ثم قال فی باب المسح علی الجوربین قد تقدم ان الجورب الخف الکبیر انتہی وکذلک فسر بہ محمد بن اسماعیل الامیر فی "سبل السلام" وقال الطیبی الجورب لفافۃ الجلد وہو خف معروف من نحو الساق فلما جاء اطلاق لفظ الجورب علی الخف الکبیر ایضاً تعین ان یراد ہو فی روایتہ وروایتہم۔ قلت ان کان قولک ہذا صحیحا فہو لنا لا لک لانہ یثبت من ہذا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یمسح علی الجوربین وہذا ہو مقصودنا وان کان قولک ہذا غیر صحیح فہو غیر صحیح۔ والحاصل ان الحدیث المرفوع فی المسح علی الجوربین لیس بصحیح فلا یصح احتجاج المجوزین بہ وہہنا خدشۃ اخری وہی ان مطلوب المستدلین بہذا الحدیث انہ یجوز الاقتصار علی مسح الجوربین والظاہر من الحدیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یقتصر علیہما بل ضم الیہما مسح النعلین قال الطیبی معنی قولہ والنعلین ہو ان یکون قد لبس النعلین فوق الجوربین وقال الشیخ معنی الحدیث ان یکون قد لبس النعلین فوق الجوربین کما قالہ الخطابی وقال لم یقتصر علی مسحہما بل ضم الیہما مسح النعلین فعلی من یدعی جواز الاقتصار علی مسحہما الدلیل کذا فی ہامش الترمذی ولو سلم انہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الجوربین منفردین عن النعلین ومسح علی النعلین منفردین عن الجوربین یلزم ان یجوز الاقتصار علی مسح النعلین ایضا والقائلون بجواز الاقتصار علی المسح علی الجوربین لیسوا بقائلین علی جواز الاقتصار علی مسح النعلین۔

اگر یہ کہا جائے کہ لفظ جراب مختلف المفہوم ہے، موزے کے اوپر جو لفافہ پہنا جاتا ہے اس کو جرموق کہتے ہیں اور جرموق پر جو پہنا جاتا ہے اس کو جراب کہتے ہیں تو ممکن ہے جراب سے مراد کا وہ لفافہ مراد ہے جو جرموق پر پہنا جاتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل تو ہماری ہوگی نہ کہ تمہاری اور پھر یہ بھی خیال کرنا چاہیئے کہ جراب پر مسح کرنے والوں کا مقصد تو یہ ہے کہ صرف جراب پر مسح کرنا جائز ہے، حالانکہ اس حدیث میں جراب اور جوتی پر مسح کا ذکر ہے یعنی جراب کے اوپر جوتی پہنے ہوئے آپ نے مسح کیا صرف جراب پر مسح نہیں کیا۔

یہاں ایک اور بھی خدشہ ہے کہ جراب سوتی بھی ہوتی ہے اور اونی بھی، موٹی بھی اور باریک بھی اور وہ بھی جس کے

وھھنا خدشة اخریٰ ذکرھا صاحب غایة المقصود وھی ان الجورب یتخذ من الادیم وکذا من الصوف وکذا من القطن ویقال لکل من ھذا انه جورب ومن المعلوم ان ھذہ الرخصة بھذا العموم التی ذھبت الیھا تلك الجماعة لاتثبت الابعد ان یثبت ان الجوربین اللذین مسح علیھما النبی صلی اللہ علیه وسلم کانا من صوف او قطن سواء کانا منعلین او ثخینین فقط ولم یثبت ھذا قط فمن این علم جواز المسح علی الجوربین غیر المجلدین بل یقال المسح یتعین علی الجوربین المجلدین لا غیرھما لانھما بمعنی الخف والخف لا یکون الامن الادیم نعم لو کان الحدیث قولیا بان قال النبی صلی اللہ علیه وسلم امسحوا علی الجوربین لکان یمکن الاستدلال بعمومه علی کل نوع من انواع الجورب واذ لیس فلیس. فان قلت لما کان الجورب من الصوف ایضاً احتمل ان الجوربین اللذین مسح علیھما صلی اللہ علیه وسلم کانا من صوف او قطن اذ لم یبین الراوی. قلت نعم الاحتمال فی کل جانب سواء یحتمل کونھما من صوف وکذا من ادیم وکذا من قطن لکن ترجح الجانب الواحد وھو کونه من ادیم لانه یکون حینئذ فی معنی الخف ویجوز المسح علیه قطعا واما المسح علی غیر الادیم فثبت بالاحتمالات التی لم تطمئن النفس بھا وقد قال النبی صلی اللہ علیه وسلم دع ما یریبك الی ما لا یریبك اخرجه احمد وغیرہ۔

واما افعال الصحابة فاخرج عبد الرزاق فی مصنفه اخبرنا الثوری عن منصور عن خالد بن سعد قال کان ابو مسعود الانصاری یمسح علی الجوربین له من شعر ونعلیه وسندہ صحیح واخرج ایضاً فیه اخبرنی الثوری عن الزبرقان عن کعب بن عبد اللہ قال رأیت علیاً ؓ عن الاعمش عن ابراھیم ان ابن مسعود کان یمسح علی خفیه ویمسح علی جوربیه واخرج ایضاً فیه اخبرنا الثوری عن الاعمش عن اسمٰعیل بن رجاء عن ابیه قال رأیت البراء بن عازب یمسح علی جوربیه ونعلیه واخرج ایضاً فیه اخبرنا معمر عن

نیچے چمڑا لگا ہوتا ہے، تو جب تک کسی خاص لفظ سے پتہ نہ چلے کہ وہ جراب جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا وہ چمڑے والی نہ تھی، تب تک مقصود مجوزین ثابت نہیں ہو سکتا کیوں کہ چمڑے والی جراب تو موزہ ہی کے حکم میں ہے، اگر کہا جائے کہ دوسری جراب کا بھی تو احتمال ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس میں جب صراحت نہیں ہے تو نفس مطمئن نہیں ہو سکتا اور حضور نے فرمایا ہے شک والی چیز کو ترک کر دو۔

باقی رہا صحابہ کا عمل تو ان سے مسح جراب ثابت ہے اور تیرہ صحابہ کرام کے نام صراحتہ معلوم ہیں کہ وہ جراب پر

٭ بال فمسح علی جوربیه ونعلیه ثم قام یصلی واخرج ایضاً فیه اخبرنا

قتادة عن انس بن مالك انه كان يمسح على الجوربين وقال ابو داود في سننه مسح على الجوربين علي بن ابي طالب و ابن مسعود والبراء بن عازب وانس بن مالك وابو امامة وسهل بن سعد وعمرو بن حريث وروى ذالك عن عمر بن الخطاب وابن عباس وقال ابن القيم في حاشيته على سنن ابي داود وقال ابن المنذر يروى المسح على الجوربين عن تسعة من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم علي وعمار وابي مسعود الانصاري وانس وابن عمر والبراء وبلال وعبد الله بن ابي اوفى وسهل بن سعد وزاد ابو داود وابو امامة وعمرو بن حريث وعمر وابن عباس فهولاء ثلاثة عشر صحابيا والعمدة في الجواز على هولاء رضي الله عنهم لا على حديث ابي قيس انتهى.

واما الخدشة في استدلال بها فلانها افعال الصحابة رضي الله عنهم وللاجتهاد فيه مسرح فلا تنتهض للاحتجاج بها وههنا خدشات اخر نظهر لك مما سياتي.

واما القياس فهو انه لما جاز المسح على الخفين جاز على الجوربين ايضا قياسا عليهما فانه لا يظهر بين الجوربين والخفين فرق مؤثر يصح ان يحال الحكم عليه.

واما الخدشة في الاستدلال به فهي ان العلة ههنا ليست بمنصوصة فلا يعلم بيقين ان العلة الواقعية في جواز المسح على الخفين ماهي والقياس بالعلة الغير المنصوصة ليس الا ظنيا محضا فكيف يترك بمثل هذا القياس ما ثبت بالقران وما ثبت بالحديث المتواتر من غسل الرجلين والمسح على الخفين و اما القول بانه لا يظهر الفرق بين الجوربين والخفين فرق مؤثرا الخ فممنوع كما لا يخفى على المتامل.

والحاصل انه لم يقم على جواز المسح على الجوربة المسئولة عنها دليل لا من الكتاب ولا من السنة ولا من الاجماع ولا من القياس الصحيح كما عرفت والثابت من الكتاب غسل الرجلين ورخص رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسح على الخفين ولم يثبت منه الرخصة في المسح على الجوربين فكيف يجوز المسح عليهما.

مسح کیا کرتے تھے یعنی حضرت علیؓ، عمارؓ، ابو مسعود انصاریؓ، انسؓ، ابن عمرؓ، براء بن عازبؓ، حضرت بلالؓ، عبداللہ بن ابی اوفیؓ، سہل بن سعدؓ، ابو امامہؓ، عمرو بن حریث، عمرو بن عباسؓ اگرچہ یہ مرفوع کی بجائے ان کے عمل سے استدلال کیا جائے، تو یہ اس سے بہتر ہے لیکن ان کے عمل میں ایک اور شبہ پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ یہ فعل ایک ایسا کام ہے جس میں اجتہاد کو دخل ہے اور جس میں اجتہاد کو دخل ہو صحابی کا وہ فعل مرفوع حکمی نہیں کہلا سکتا، باقی رہا قیاس کا مسئلہ کہ جب موزہ پر مسح جائز ہے تو قیاساً

فان قال المجوزون لما ثبت ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسحوا علی الجوربین ثبت ان علی جواز المسح علیھما دلیل فان شان الصحابۃ رضی اللہ عنھم اجمعین اعلی من ان یعملوا عملا لیس علیہ دلیل فبما جوز اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسح علیھما جوزنا نحن ایضا وان لم نعلم انہ ماھو۔ قلنا علام تمسکھم اما علی ما تمسک بہ الصحابۃ رضی او علی مجرد افعالھم فان کان الاول فما ھو فما لم نعلم انہ ماھو کیف ھو کیف نترک ما علمنا من القرآن والاحادیث الصحیحۃ الثابتۃ بما لم نعلم وان کان الثانی فقد علمت ما فیہ من الخدشۃ ثم لا ندری ان الصحابۃ علی ای نوع من انواع الجورب مسحوا لان الرواۃ انما حکوا انھم مسحوا علی الجوربین ولم یبین اکثرھم صفۃ الجوربین الذین مسحوا علیھما ومن المعلوم ان الفعل المثبت لا عموم لہ ولا ندری ایضا ان الصحابۃ الماسحین علی الجوربین کانوا قائلین بجواز المسح علی کل نوع من انواع الجورب او علی بعض دون بعض ولا ندری ایضا انھم کانوا قائلین بجواز المسح علی الجوربین مع النعلین او کانوا قائلین بجواز الاقتصار علی مسح الجوربین والظاھر من فعل ابی مسعود الانصاری وعلی والبراء بن عازب رضی اللہ عنھم انھم کانوا یمسحون علی الجوربین مع النعلین فما لم یتحقق ھذہ الامور ولم یتبین کیف یصح الاستدلال بافعالھم رضی اللہ عنھم علی جواز المسح علی کل نوع من انواع الجورب او علی نوع معین منھا۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین (فتاوی نذیریہ ص ۳۲۳ ج ۱ ق)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

جراب پر بھی جائز ہونا چاہیئے کیوں کہ ان دونوں میں کوئی فرق مؤثر نہیں ہے اس پر شبہ یہ ہے، کہ اگر مسح موزہ کی کوئی علت منصوص ہوتی تو اس علت کی بنا پر جراب کے مسح کو اس پر قیاس کر لیا جاتا، لیکن یہاں کوئی علت منصوص نہیں ہے ممکن ہے ہم کوئی اور علت سمجھیں اور حقیقت میں کوئی اور ہو، اگر سوال کیا جائے، کہ صحابہ کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کریں، تو آخر کسی دلیل کی بنا پر ہی صحابہ نے جراب پر مسح کیا ہو گا اگرچہ وہ ہم کو معلوم نہیں، تو ہم بھی اس وجہ سے مسح کر لیں گے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صحابہ سے کوئی نقلی دلیل ہے تو وہ کہاں ہے کیسی ہے، جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے ہم قرآن اور متواتر حدیث کے مضمون کو کیوں چھوڑ دیں اور اگر صحابہ کے فعل سے استدلال کیا جائے تو اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ اس میں اجتہاد کو دخل ہے اور پھر یہ بھی تو معلوم نہیں، کہ صحابہ کونسی جراب پر مسح کیا کرتے تھے جب تک ان تمام باتوں کی وضاحت نہ ہو جائے ہم کتاب اللہ کے مضمون کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ واللہ اعلم ۱۲

مسئلہ جرابوں پر مسح کرنا حدیث صحیح سے ثابت نہیں اور مغیرہ کی حدیث جو ترمذی میں ہے مسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الجوربین والنعلین وہ حدیث ضعیف ہے نصب الرایہ میں ہے وذکر البیھقی[1] حدیث المغیرۃ ھذا وقال انہ حدیث منکر ضعفہ سفیان الثوری وعبد الرحمن بن مھدی واحمد بن حنبل ویحیی بن معین قال النووی کل واحد من ھولاء لو انفرد قدم علی الترمذی مع ان الجرح مقدم علی التعدیل قال واتفق الحفاظ علی تضعیفہ ولا یقبل قول الترمذی انہ حسن صحیح انتھی اور ابوموسیٰ کی حدیث جو ابوداؤد میں ہے:۔ توضأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومسح علی الجوربین والنعلین ابوداؤد[2] آپ اس حدیث میں لکھتے ہیں لیس[3] بالمتصل ولا بالقوی بفرضِ صحت اس حدیث کے یہ جرابیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا معلوم نہیں کہ چمڑے کی تھیں یا اون کی یا سوت کی کیونکہ لغت میں جورب کا اطلاق جیسا سوتی اونی پر ہوتا ہے اسی طرح چمڑے کے بنے ہوئے پر بھی ہوتا ہے قال الطیبی[4] الجورب لفافۃ الجلد وھو خف معروف من نحو الساق وقال الشوکانی فی النیل الخف نعل من ادم یغطی الکعبین والجرموق اکبر منہ یلبس فوقہ والجورب اکبر من الجرموق۔ اور شیخ عبد الحق دہلوی لمعات میں فرماتے ہیں الجورب[5] خف یلبس علی الخف الی الکعب للبرد ولصیانۃ الخف الاسفل من الدرن والغسالۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کے مسح کرنے سے جوربین پر یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ مطلق جوربین پر مسح جائز ہے کیوں کہ یہ معلوم نہیں کہ وہ جرابیں چمڑے کی تھیں یا اور چیز کی ہاں اگر کوئی قولی حدیث ایسی ملے جس میں حکم ہو کہ امسحوا علی الجوربین پھر تو مطلق جرابوں پر مسح اوس سے ثابت ہو جاوے گا واذ لیس فلیس ہاں اگر جرابیں اون اور سوت کی ایسی سخت ہوں کہ سختی میں چمڑے کی برابری کریں پس وہ چمڑے کا حکم رکھتی ہیں اور ان پر مسح جائز ہے واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ عبد الجبار الغزنوی عفی عنہ

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال — مجموعہ فتاویٰ مولوی عبد الجبار ص ۱۰۲

سوال:۔ کیا جرابوں پر مسح کر کے وضو مکمل ہو سکتا ہے جبکہ پاؤں وضو کر کے جرابیں پہنی گئی ہوں؟

الجواب:۔ جرابوں پر مسح کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک سوتی یا اونی جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے اگر ان پر نیچے اوپر یا کم از کم نیچے تلوے پر چمڑا چڑھا ہوا ہو تو ان کے نزدیک مسح کرنا جائز ہے کیوں کہ وہ ایسی جرابوں کو موزوں کا حکم دیتے ہیں۔ (ہدایہ)

اس کے خلاف امام سفیان ثوریؒ، امام عبد اللہ بن مبارکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاق

[1] اور بیہقی نے مغیرہ کی اس حدیث کو بیان کر کے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے سفیان ثوری اور عبد الرحمن بن مہدی اور احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ امام نوویؒ نے کہا کہ ہر ایک ان میں سے اگر اکیلا بھی بیان کرے تو بھی ترمذی سے بڑھ کر ہے باوجود اس کے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اور کہا کہ حفاظ حدیث نے اس حدیث کے ضعیف کرنے پر اتفاق کیا ہے اور امام ترمذی کا قول کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے مقبول نہیں ۱۲ عبد الودود غلو

بن راہویہؒ کے نزدیک جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ اتنی موٹی اور مضبوط ہوں کہ بغیر باندھے پنڈلی پر ٹھہر سکیں اور ان میں چلنے پھرنے میں کوئی دقت نہ ہو ان آئمہ کے نزدیک ایسی جرابیں موزے کے حکم میں ہیں ان پر چمڑا چڑھا ہوا ہو یا نہ چڑھا ہوا ہو، احناف میں سے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن حدیث شریف میں جوربین پر مسح جوربین مطلقاً آیا ہے ان قیود کا ذکر نہیں، ملاحظہ ہو حدیث میں آتا ہے :۔ عن المغیرۃ بن شعبۃ توضأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومسح علی الجوربین والنعلین۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث صحیح حسن)

حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا آپ کے بعد صحابہ کرام بھی جرابوں پر مسح کرتے رہے ہیں امام ابوداؤد فرماتے ہیں :۔ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت براء بن عازب، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوامامہ، حضرت سہل بن سعد اور حضرت عمرو بن حریث جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے، حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی یہی عمل مروی ہے (ابوداؤد باب المسح علی جوربین) اس اطلاق اور صحابہ کرام کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اونی، سوتی، ریشمی اور چرمی ہر قسم کی جرابوں پر بلا قید مسح کرنا جائز ہے اور یہی صحیح ہے بشرطیکہ وضو کر کے پہنی ہوں ورنہ وضو مکمل نہیں ہوگا، پاؤں دھونے پڑیں گے، امام ابن تیمیہ نے اسی مسلک کو ترجیح دی ہے ملاحظہ ہو فتاویٰ جلد اول - (الاعتصام لاہور جلد ۱۸ ش ۳۱)

(تشریح) مسح جراب کے متعلق فتاویٰ نذیریہ اور غزنویہ کے حوالے آپ گذشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں صحیح مسلک یہ ہے کہ رقیق جراب پر مسح کرنے میں احتیاط کرنی چاہیئے جیسا کہ مولانا عبیداللہ مبارکپوری نے مرعاۃ شرح مشکوٰۃ میں طول طویل بحث کے بعد فیصلہ احتیاط پر کیا ہے ، الراقم علی محمد سعیدی خانیوال ۔

سوال :۔ جراب پر مسح کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب :۔ جراب پر مسح بہت سے صحابہ سے ثابت ہے اور مرفوع حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے مگر اس میں بعض محدثین نے کلام کیا ہے۔ (از حضرت العلام شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد صاحب مدظلہ العالی) الاعتصام جلد ۱۹ ش ۴۹

تشریح مسح جراب کے متعلق فتاویٰ نذیریہ اور غزنویہ کے حوالہ سے آپ گذشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں صحیح مسلک یہ ہے کہ رقیق جراب پر مسح کرنے میں احتیاط چاہیئے جیسا کہ مولانا عبیداللہ مبارک پوری نے مرعاۃ شرح مشکوٰۃ میں طویل بحث کے بعد فیصلہ احتیاط پر کیا ہے۔ الراقم علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

موزوں پر مسح :۔ مسح علی الخفین بھی احادیث متواترہ سے ثابت ہے حافظ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں (وقد صرح جمع من الحفاظ بان المسح علی الخفین متواتر وجمع بعضھم رواتہ

فجاوزوا الثمانین ومنھم العشرۃ وفی ابن شیبۃ وغیرہ عن الحسن البصری حدثنی سبعون من الصحابۃ بالمسح علی الخفین جلال الدین سیوطی الازھار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ میں لکھتے ہیں کہ حدیث مسح علی الخفین متواتر ہے محقق ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے اخاف الکفر علی من لم یر المسح علی الخفین اور عینی شرح صحیح بخاری میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہلسنت و جماعت ہونے میں یہ شرط ہے کہ مسح علی الخفین کا قائل ہو اور عینی شرح صحیح بخاری میں ہے لاینکرہ الا المبتدع الضال ہاں خوارج اور روافض کے نزدیک مسح علی الخفین جائز نہیں جیسا کہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے۔

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان (فتاویٰ غزنویہ صـ ۳)

سوال فقہاء حنفیہ کے نزدیک چوتھائی داڑھی کا مسح کرنا فرض ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت نے ٹھڈی کے نیچے بھی تر فرمایا اگر چوتھائی داڑھی کا مسح کرنا فرض ہے تو ٹھڈی کے نیچے تر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

الجواب:۔ چوتھائی داڑھی کا مسح کرنا فرض ہے اور ٹھڈی کے نیچے تر کرنا سنت ہے اور بہتر یہ ہے کہ فرض پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ سنت پر عمل کیا جاوے یعنی ٹھڈی کے نیچے تر کیا جاوے ٹھڈی کے نیچے منہ کی حد میں داخل نہیں اس واسطے اس کا دھونا فرض نہیں اور ایسا ہی جس کی داڑھی گھنی ہو تو اس کے لئے سنت ہے کہ داڑھی کے بال سے جس قدر منہ چھپا ہو وہ بھی دھووے تو ان دونوں امر میں کچھ تعارض نہیں کہ چوتھائی داڑھی کا مسح کر لیوے تو فرض ادا ہو جاوے گا۔ اور وضو درست ہو جاوے گا مگر سنت ادا نہ ہو گی تو چاہیئے صرف مسح پر اکتفا نہ کیا جاوے بلکہ ٹھڈی کے نیچے دھویا جاوے۔ (فتاویٰ عزیزی صـ ۲۷۳ جلد اوّل)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ اعضاء وضو میں سے کسی عضو کو بوجہ تکلیف اور خوف زیادتی مرض کے پانی نہ لگا سکیں تو زید کہتا ہے کہ ایسی حالت میں صرف تیمم کافی ہے کیوں کہ ارشاد خداوندی ہے کہ اگر تم بیمار ہو تو تیمم کر لو۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ اگر انسان کا ایک عضو بیمار ہو تو بدن بیمار ہوتا ہے وان اشتکی عینہ اشتکی کلہ الخ لہذا امر مذکور ان کنتم مرضیٰ میں داخل ہے اور اس کے لئے تیمم کافی ہے۔ بکر کہتا ہے کہ ایسے نہیں بلکہ اس کو عضو بیمار کے لئے پہلے تیمم کر لینا چاہیئے باقی اعضاء کا وضو اور بیمار عضو کے لئے پھر مسح کی کوئی ضرورت نہیں اور دلیل حضرت جابرؓ کی حدیث بیان

کرتا ہے جس کے آخر الفاظ نبوی یہ ہیں انہ کان یکفیہ ان یتیمم و یعصب علی جرحہ خرقۃ ثم یمسح علیہا و یغسل سائر جسدہ مشکوٰۃ ص۴۳ زید کہتا ہے و یعصب والی واو بمعنی او ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یا صرف تیمم کرلے یا مسح کر کے غسل کرے ہر دو میں سے کون صحت پر ہے ؟

الجواب:۔ اعضاء وضو سے اگر ایک عضو بیمار ہو تو باقی اعضاء دھو کر بیمار عضو پر مسح کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِذَا اَمَرْتُکُمْ بِاَمْرٍ فَأْتُوْا مِنْہُ مَا اسْتَطَعْتُمْ (بخاری ومسلم) جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو جتنا تم حسب طاقت کر سکو وہ کرلو۔ اور واو کو بمعنی او کہنا ترک حقیقت ہے جو بلا استحالہ حقیقت کے جائز نہیں ہے۔ (فتاوی ثنائیہ جلد اول ص۲۸۱) الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ ۱۔ عن رفاعۃ بن رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال للمسیء صلوتہ انہا لا تتم صلوۃ احدکم حتی یسبغ الوضوء کما امر اللہ یغسل وجہہ ویدیہ الی المرفقین ویمسح براسہ ورجلیہ الی الکعبین (دارقطنی)

۲۔ عن عثمان انہ دعا بماء فتوضاء ومضمض واستنشق ثم غسل وجہہ ثلاثا ویدیہ ثلاثا ومسح براسہ وظہر قدمیہ ثم ضحک (مسند احمد جلد اول)

۳۔ عن عبد خیر قال رأیت علیا دعا بماء لیتوضا فتمسح بہ تمسحا ومسح علی ظہر قدمیہ ثم قال ھذا وضوء من لم یحدث (مسند احمد جلد اول ص۵۹) ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت علی کرم اللہ وجہہ وضو میں پاؤں دھونے کی بجائے ان پر مسح ہی فرماتے تھے۔

الجواب:۔ رفاعہ کی حدیث کے الفاظ مثل قرآن کے ہیں اور قرآن کے الفاظ میں وارجلکم کا عطف وجوھکم پر ہے اور حدیث رفاعہ میں کما امر اللہ بھی اسی طرح اشارہ ہے۔

نمبر۲ کی حدیث جو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے وہ مسند احمد سے ساری نقل نہیں کی، اس کے آخر میں طھر قدمیہ حرف طاء مہملہ کے ساتھ ہے جس کے معنی پاؤں کو پاک کیا ہیں پس اس سے بھی پاؤں کا مسح ثابت نہ ہوا اس کے علاوہ مسند احمد کے اسی صفحہ ۵۹ میں دوسری روایت پاؤں دھونیکی تصریح ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ ثم غسل قدمہ الیمنی ثلاثا ثم الیسریٰ کذلک۔

نمبر۳ کی حدیث جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ مسند احمد جلد اول ص۵۹ کے نہیں ہے بلکہ صفحہ ۱۱۶ میں ہے اس میں سارا وضو مسح ہے صرف پاؤں کا مسح نہیں اور مسح سے مراد ہلکا ہلکا وضو ہے کیونکہ منہ

اور ہاتھ کا مسح توکسی کے نزدیک جائز نہیں اس کے علاوہ جب انسان باوضو ہوتا ہے مسح حقیقی مراد ہونے میں بھی مخالف کی دلیل نہیں بنتی، کیوں کہ مخالف تو بے وضو ہونے کی حالت میں بھی مسح کا قائل ہے حالانکہ اس حدیث میں تصریح ہے ھذا وضوء من لم یحدث۔ حضرت العلام حافظ صاحب روپڑی (تنظیم اہل حدیث جلد ۱۲ ش ۲)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ ایک شخص وضو کرنے کی حالت میں پگڑی پر مسح کرتا ہے اور جب نماز پڑھتا ہے تو پگڑی اتار کر نماز پڑھتا ہے۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ اس شخص کا وضو قائم رہتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے؟

الجواب:۔ ایسی صورت میں وضو ٹوٹنے کی کوئی دلیل نظر سے نہیں گزری، پگڑی پر مسح قائلین کے نزدیک سر پر ہی مسح ہوتا ہے۔ واللہ اعلم (الاعتصام جلد ۲۱ ش ۱۳)

تشریح: مسح سر کی کیفیت تین طرح ثابت ہے اس میں کسی محدث کو اختلاف نہیں، فقط سر پر مسح یا صرف دستار پر یا بعض سر پر اور بعض دستار پر جیسا کہ کتب حدیث میں مذکور ہے، مسح جب تک تو دستار سر پر ہے کسی کو اختلاف نہیں کیوں کہ نص حدیث سے ثابت ہے، مسح کے بعد دستار کا اتارنا ثابت نہیں اور اتارنے کی صورت میں اختلاف ہے اور بعض کے نزدیک مسح نہیں ٹوٹے گا اور نزد امام احمد بن حنبلؒ کے ٹوٹ جائیگا، جیسا کہ تحفۃ الاحوذی میں ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔ وہم اور گمان کے سوا ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ حق کے مقابلہ میں وہم و گمان کوئی چیز نہیں، دستار کو مسح کے بعد اتارنا ثابت نہیں، لہذا قول امام احمد بن حنبلؒ زیادہ ارجح ہے۔ فافہم وتدبر

الراقم علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ وضو میں برائے مسح کان اور سر کے لئے علیحدہ علیحدہ پانی لینے کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ حدیث شریف میں ہے الاذنان من الراس یعنی کانوں اور سر کو پانی ایک ہی کافی ہے۔

ھذا احد الوجھین والثانی بالماء الجدید وفیہ الاحادیث المختلفۃ ولعل الراجح الثانی والبسط فی المفصلات کالنیل وغیرہ ۱۲ (ابو سعید شرف الدین دھلوی)

سوال:۔ وضو میں گردن کا مسح کرنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب :۔ گردن کا مسح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ صفحہ ۳۹۸)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ ایک ہی پانی سے سر اور کان کا مسح کرنا کیسا ہے؟

الجواب :۔ کان کے مسح کے لئے نیا پانی لینا افضل ہے جیساکہ امام مالک امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کا مسلک ہے کہ کان کے لئے نیا پانی لیا جائے یہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی صفت بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں انہ توضأ مسح اذنیہ بماءٍ غیر الماء الذی مسح بہ الرأس اخرجہ الحاکم .... قال الحافظ اسنادہ ظاہرہ الصحۃ اسی مضمون کی حدیث دوسرے طریقے سے بیہقی میں بھی ہے، اس کی سند بھی صحیح ہے حضرت عمرؓ کے فعل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۴۹ ج ۱) اور اگر ایک ہی پانی سے کان اور سر کا مسح کیا جائے تو بعض فقہاء نے اس کو بھی جائز کہا ہے اس بارے میں کوئی صریح اور واضح حدیث تو نہیں معلوم ہوسکی البتہ عبداللہ بن زید کی مندرجہ ذیل دو حدیثوں سے ضمناً استدلال کیا جاسکتا ہے وہ روایت کرتے ہیں ۱ ان النبیؐ توضأ وانہ مسح رأسہ بماء غیر فضل یدیہ (ترمذی) یعنی رسول اللہؐ نے وضو کیا اور سر کا مسح ہاتھوں کے بچے ہوئے پانی سے کیا۔ ۲ ان النبیؐ اخذ لرأسہ ماءً جدیداً (ترمذی) یعنی رسول اللہ نے اپنے سر کے مسح کے لئے نیا پانی لیا، ہاتھ والا پانی استعمال نہیں کیا۔ حدیث ۱ سے مسح کے پانی کے لئے ایک تیسری صورت معلوم ہوئی یعنی سر اور کان کے مسح کے لئے کلائیوں سے بچے ہوئے پانی کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن محدثین نے اس طریقہ کو مرجوح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ سر کے مسح کے لئے ماءِ جدید لینا افضل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم۔ (عبدالسلام بستوی دہلوی) ترجمان دہلی جلد ۱۰ ش ۳، ۴

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال۔ پھٹے ہوئے موزوں پر یا جن میں سوراخ ہوں ان پر مسح کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب :۔ احادیث سے پھٹے ہوئے موزہ کے بارہ میں کسی قسم کا ذکر نہیں پایا جاتا ہے کہ کس قدر تک پھٹے ہوئے پر جائز ہے لیکن یہ خیال کرنا چاہیئے کہ موزہ پھٹنے کی حالت میں مسح موزوں پر کرنا مشروع

ہُے پاؤں پر اس حالت میں مسح کرنا نہ مشروع ہے اور نہ ہو سکتا ہے پس اگر موزہ اس قدر پھٹ گیا ہے کہ پاؤں کا ایک ثلث یا نصف تک کھل گیا تو ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں مسح موزوں پر نہ ہوگا بلکہ پاؤں بھی اس میں شامل ہو جائے گا۔ اس حالت میں موزہ پہننے سے جو مقصود تھا جاتا رہے گا گویا موزہ بیکار ہو جائے گا اور اگر بہت کم پھٹا ہے یا سوراخ ہو گیا ہے تو اس حالت میں موزہ سے جو مقصود ہے فوت نہ نہ ہوگا حنفیہ نے اس کے لئے تین انگشت کی مقدار مقرر کی ہے کیوں کہ مسح کی مقدار بھی اُن کے نزدیک تین انگشت ہے اور امام احمد کے نزدیک موزہ کے اکثر حصہ پر مسح کرنا چاہیئے اور امام شافعی کے نزدیک اس قدر کرنا چاہیئے جس کو عرف ولغت میں مسح کہہ سکیں سو غالباً پھٹنے کا اعتبار ان دونوں اماموں کے نزدیک اس کے موافق ہوگا۔ یعنی اکثر حصہ پھٹنا یا اس قدر کہ اس کی وجہ سے عرفاً ولغتہً مسح نہ کہا جائے لیکن یہ خیال کرنا چاہیئے کہ موزہ پر مسح اوپر کے جانب یعنی پشت پا پر مشروع ہے نیچے کی جانب سے نہیں پس اوپر کے جانب سے پھٹنے کا زیادہ لحاظ ہوگا۔ کیوں کہ مسح اوپر سے کیا جاتا ہے اگر اوپر کی طرف سے زیادہ پھٹ گیا تو اس حالت میں موزہ پر مسح نہ ہوگا اور موزہ پہننے سے جو مقصود ہے حاصل نہ ہوگا خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلیٰ خف پر مسح کرنا ثابت ہوا ہے یہ تشریح نہیں ہوئی کہ پورے ہاتھ سے کیا جائے یا تین چار انگشت سے اور پاؤں کی پشت پر کامل طور سے کرنا چاہیئے یا کم پر جیسا کہ سر کے لئے ثابت ہوا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے دونوں ہاتھ کے ساتھ آگے سے پیچھے تک مسح فرمایا ہے جس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ کامل سر کا مسح کرنا چاہیئے لیکن یہاں غور کرنا چاہیئے کہ مسح اعلی الخف کے ظاہری اور پورے معنی تمام پشت پا پر پورے ہاتھ کے ساتھ کرنے سے پائی جائیں گی یا صرف تین یا چار انگشت سے تھوڑے حصہ پر کرنے سے یہ ظاہر ہے کہ کامل معنی مسح کے اُس حالت میں پائے جائیں گے جبکہ پورے ہاتھ سے تمام پشت پر کیا جائے گا کیوں کہ یہ معنی لفظ سے بلا قید و تشریح سمجھ میں آسکتے ہیں، تین یا چار انگشت کے لئے قید اور تفصیل کی ضرورت ہے اور وہ ثابت نہیں پس اگر موزہ میں سے ایک حصہ پھٹ گیا جس کے سبب سے پاؤں کا ثلث یا ربع کھل گیا تو اس مسح کے کامل معنی نہ پائے جائیں گے۔ تھوڑے سے پھٹ جانے میں یہ قباحت نہ ہوگی، تھوڑے اور بہت کی مقدار معین نہیں اس کا عرف و تحرّی پر ہے بہت احکام کو شارح نے تحرّی واجتہاد وظن پر غالب مبنی فرمایا ہے۔ مثلاً نماز میں اگر شک واقع ہو کہ تین رکعت پڑھی یا دو تو تحری اور ظن کو غالب مدار کار قرار دینا چاہیئے جنگل

میں اگر قبلہ کی جہت معلوم نہ ہو یا افطار صوم اور مغرب کا وقت ابر وغیرہ کی وجہ سے مشتبہ ہو تو ایسی حالت میں شارع نے بجز تحرّی وغلبہ ظن کے اوپر کوئی شے معیار مقرر نہیں فرمائی۔ واللہ اعلم

(فتاویٰ مولوی محمد عبدالجبار عمرپوری صد ۲۱)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جواب سوال صدر من بعض المحبین عما ورد فی سنن ابی داود۔ اعلم وفقنا اللہ وایانا ان الحدیث اخرجہ ابوداود فی باب المسح علی الخفین والترمذی وابن ملجہ ومدارہ علی دلھم بن صالح عن حجیر بن عبداللہ عن ابن بریدۃ عن ابیہ فھو کما قال الترمذی فرد بالنسبۃ الی دلھم وقول الدارقطنی تفرد بہ حجیر بن عبداللہ عن ابن بریدۃ لاینافی کون دلھم تفرد بہ ایضا فیصح کون کل واحد من دلھم بن صالح وشیخہ وشیخ شیخہ کل منھم تفرد بہ عن الآخر فھو فرد مطلق من دلھم الی شیخہ وشیخ شیخہ لکن الترمذی نبہ علی تفرد دلھم بہ ولم یذکر تفرد من فوقہ لئلا یتوھم ان لدلھم متابعا فلا اشکال واما قول ابی داود ھذا مما تفرد بہ اھل البصرۃ فقال السیوطی فی مرقات الصعود علی ابی داود قال الشیخ فیہ نظر لانہ لیس فی روایۃ بصری الا مسدد وما فیہ الاکوفیون او من اھل مرو ومسدد لم ینفرد بہ ولا من فوقہ سوی دلھم کما صرح بہ الترمذی والدارقطنی وھو کوفی فالصواب ان یقال وھذا مما تفرد بہ اھل الکوفۃ ای لم یروہ الا واحد منھم انتھی واما قولکم قال ابو نعیم عبداللہ بن بریدۃ عن دلھم فغیر صحیح لان دلھما یروی عن حجیر بن عبداللہ وحجیر بن عبداللہ یروی عن ابن بریدۃ فکیف یصح ان یکون عبداللہ بن بریدۃ عن دلھم ھذا مما لا یقولہ ذو فھم وانما ھو راو عن ابیہ بریدۃ کما فی الخلاصۃ والحاصل انہ لیس فی رواۃ ھذا الحدیث بصری والوھم فیہ من ابی داود کما قال السیوطی فلا اشکال واللہ اعلم واما قولکم ان عبداللہ بن بریدۃ لم تعرف نسبتہ فلعلکم لم تراجعوا الخلاصۃ فانہ قال عبداللہ بن بریدۃ بن الحصیب الاسلمی ابو سھل قاضی مرو فرجع الکلام الی ما قال السیوطی انہ لیس فی روایۃ الا مروی او کوفی ولیس فیہ بصری انتھیٰ واللہ اعلم (نور العین جلد اول صد ۳۷)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدی خانیوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وعترتہ الطاھرین واصحابہ الغر المیامین وبعد فیقول الفقیر الی رحمۃ ربہ الکریم الباری حسین بن محسن الانصاری الخزرجی السعدی الیمانی تجاوز اللہ عنہ وعن والدیہ ووفقہ لما یرضیہ ھذہ اسئلۃ وردت علی فاجبت علیھا من کلام اھل العلم المحققین

بحسب ما اطلعت علیہ وما ادانی الیہ الاطلاع القاصر وارجو انشاء اللہ ان تقع فی حیز القبول لمن القی السمع وھو شھید
وقصدت اثباتھا فی ھذہ الاوراق لتکون حاضرۃ عند الاحتیاج الیھا مثلی وھذا اوان الشروع فیھا فاول سوال منھا اقول
العلماء المحدثین علی المسح علی النعلین منفردا عن الخف او الجورب ھل الاحادیث الواردۃ فی ذلک صالحۃ
للاحتجاج بذلک ام لا الجواب واللہ الموفق لاصابۃ الصواب اخرج ابوداود من حدیث ھشیم عن یعلی ابن عطاء عن ابیہ
قال اخبرنی اوس بن ابی اوس الثقفی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی علی کظامۃ قوم یعنی المیضاۃ فتوضأ ومسح علی
نعلیہ وقدمیہ وفی اسنادہ ھشیم بالتصغیر بن بشیر بوزن عظیم بن القاسم بن دینار السلمی ابومعاویۃ بن ابی
حازم بمعجمتین الواسطی ثقۃ ثبت کثیر التدلیس والارسال کذا فی التقریب وقال العجلی ثقۃ یدلس وقال ابن سعد
ثقۃ اذا قال اخبرنا کذا فی الخلاصۃ واخرج الدارمی فی مسندہ من حدیث یونس عن ابی اسحاق عن عبد خیر قال رایت
علیا توضأ ومسح علی النعلین ووسع ثم قال لولا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل کما رایتمونی فعلت
لرایت ان باطن القدمین احق بالمسح من ظاھرھما قال ابو محمد ھذا الحدیث منسوخ بقولہ تعالی فامسحوا برؤسکم
وارجلکم الی الکعبین انتھی لکن فی اسنادہ یونس بن بکیر بن واصل الشیبانی ابوبکر الکوفی الحافظ قال ابن معین ثقۃ وضعفہ
النسائی وقال ابوداود لیس بحجۃ یاخذ کلام ابن اسحاق فیوصلہ بالاحادیث روی لہ مسلم متابعۃ کذا فی الخلاصۃ و
قال فی التقریب یونس بن بکیر بن واصل الشیبانی ابوبکر الجمال الکوفی صدوق یخطی من التاسعۃ وفی البخاری باب غسل
الرجلین ولا یمسح علی النعلین قال الحافظ فی فتح الباری اشار بذلک الی ما روی عن علی وغیرہ من الصحابۃ انھم
مسحوا علی نعالھم ثم صلوا وروی فی ذلک حدیث مرفوع رواہ ابوداود وغیرہ من حدیث المغیرۃ بن
شعبۃ لکن ضعفہ عبد الرحمن بن مھدی وغیرہ من الائمۃ انتھی ثم اورد البخاری حدیث عبد الرحمن بن عمرو
وفیہ واما النعال السبتیۃ فانی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس النعال التی لیس فیھا شعر ویتوضأ فیھا قال
الحافظ فی فتح الباری ولیس فی الحدیث الذی ذکرہ تصریح بذلک وانما ھو ماخوذ من قولہ ویتوضأ فیھا لان الاصل
فی الوضوء الغسل ولان قولہ فیھا یدل علی الغسل ولو ارید المسح لقال علیھا انتھی وفی القسطلانی التصریح بانہ علیہ الصلوۃ
والسلام کان یغسل رجلیہ الشریفتین وھما فی نعلیہ وھذا موضع استدلال للترجمۃ انتھی وفی البخاری فی باب
غسل الوجہ بالیدین من غرفۃ واحدۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما انہ توضأ فغسل وجھہ واخذ غرفۃ من ماء
فمضمض بھا واستنشق ثم اخذ غرفۃ من ماء فجعل بھا ھکذا اضافھا الی یدہ الاخری فغسل بھا وجھہ ثم
اخذ غرفۃ من ماء فغسل بھا یدہ الیمنی ثم اخذ غرفۃ من ماء فغسل بھا یدہ الیسری ثم اخذ غرفۃ من ماء

فرش بھا علی رجلہ حتی غسلھا قال الحافظ فی فتح الباری صریح فی انہ لم یکتف بالرش واما وقع فی ابی داؤد والحاکم فرش علی رجلہ الیمنی وفیھا النعل ثم مسحھا بیدیہ ید فوق القدم وید تحت النعل فالمراد بالمسح تسییل الماء حتی یستوعب العضو وقد صح انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتوضاء فی النعل کما سیاتی عند المصنف من حدیث ابن عمر و اما قولہ وید تحت النعل فان لم تحمل علی التجوز عن القدم والا فھی شاذۃ وراویھا ابن سعد لا یحتج بما انفرد بہ فکیف اذا خالف انتھی واخرج ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ کلھم من حدیث ابی قیس الاودی وھو عبد الرحمن بن ثروان عن ھزیل بن شرحبیل عن المغیرۃ بن شعبۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ومسح علی الجوربین والنعلین قال الترمذی حسن صحیح وھو قول غیر واحد من اھل العلم وبہ یقول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی واحمد واسحاق قالو مسح علی الجوربین وان لم یکونا نعلین اذا کانا ثخینین وضعفہ ابوداؤد وکان عبد الرحمن بن مھدی لا یحدث بھذا الحدیث لان المعروف عن المغیرۃ بن شعبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الخفین وروی ھذا ایضاً عن ابی موسیٰ الاشعری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ مسح علی الجوربین ولیس بالمتصل ولا بالقوی ومسح علی الجوربین علی بن ابی طالب وابن مسعود والبراء بن عاذب وانس بن مالک وابو امامۃ وسھل بن سعد وعمرو بن حریث وروی عن عمر بن الخطاب وابن عباس انتھی وقال المنذری وذکر البیھقی حدیث المغیرۃ بن شعبۃ ھذا وقال وذلک حدیث منکر ضعفہ سفیان الثوری وعبد الرحمن بن مھدی واحمد بن حنبل ویحیی بن معین وعلی بن المدینی ومسلم وابن الحجاج والمعروف عن المغیرۃ حدیث المسح علی الخفین ویروی عن جماعۃ من الصحابۃ انھم فعلوہ ھذا اخر کلامہ واللہ اعلم وابو قیس الاودی اسمہ عبد الرحمن ابن ثروان الاودی الکوفی وھو وان کان البخاری قد احتج بہ فقد قال الامام احمد ابن حنبل لا یحتج بحدیثہ وسئل عنہ ابو حاتم الرازی فقال لیس بقوی عند اھل الحدیث ولیس بحافظ فقیل لہ کیف حدیثہ قال ھو صالح ھو لین الحدیث انتھی کلام المنذری وقال فی التقریب عبد الرحمن بن مروان بالمثلثہ مفتوحۃ وراء ساکنۃ ابو قیس الاودی الکوفی صدوق ربما خالف انتھی وفی نیل الاوطار للشوکانی وانما قال ابوداؤد یعنی فی حدیث ابی موسیٰ ولیس بالمتصل لانہ رواہ الضحاک بن عبد الرحمن عن ابی موسیٰ قال البیھقی لم یثبت سماعہ من ابی موسیٰ وانما قال ولیس بالقوی لان فی اسنادہ عیسیٰ بن سنان ضعیف لا یحتج بہ وقد ضعفہ یحیی بن معین انتھی کلام النیل وقال الطیبی معنی الحدیث انہ لبس النعلین فوق الجوربین کما قال الخطابی ولم یقتصر علی مسحھا بل ضم الیھا

مسح النعلين فلم يدل على جواز الاقتصار على مسحهما الدليل فتدبر وقال الشيخ عبد الحق الدهلوي المسح على
النعلين منسوخ كذا في الدارمي انتهى اقول ان هذا الكلام على تقدير صحة هذا الحديث والا فقد نقل تضعيفه
عن الامام احمد وابن مهدي ومسلم قال النووي وكل منهم لو انفرد لقدم على الترمذي وابن ماجه مع ان الجرح مقدم
على التعديل قال الملا علي القاري قال الترمذي حسن صحيح ورد بان المعروف من رواية المغيرة المسح على الخفين
واجيب بانه لا مانع من ان يروي المغيرة اللفظين وقد عضده فعل الصحابة رضي الله عنهم وهو اعم من ان يكونا
مجلدين بان كان الجلد اعلاهما او اسفلهما او منعلين بان كان الجلد اسفلهما فقط او ثخينين مستمسكين انتهى و
قال ايضا قوله ومسح على الجوربين والنعلين اي ونعليهما فيجوز المسح على الجوربين النعلين بحيث يمكن متابعة
المشي عليهما كذا قال ابن الملك من اصحابنا وقال الطيبي معنى قوله والنعلين هو ان يكون قد لبس النعلين فوق الجوربين
وقد اجاز المسح فوق الجوربين جماعة من السلف وذهب اليه نفر من فقهاء الامصار منهم سفيان الثوري واحمد
واسحاق وقال الشافعي ومالك بن انس والاوزاعي لا يجوز المسح على الجوربين انتهى وقال السيد العلامة ابو الفيض
المرتضى في تاج العروس شرح القاموس الجورب لفافة الرجل معرب وهو بالفارسية گورب واصله گوربا ومعناه قبر الرجل
قاله ابن اياز عن كتاب المطارحة كما نقله شيخنا عن شفاء العليل للخفاجي ومثله لابن سيده وقال ابن العربي الجورب
غشاء للقدم من صوف متخذ للدفء كذا في المصباح انتهى كلام السيد مرتضى في شرح القاموس وقال الامام الرافعي
في شرح الكبير لا يجوز المسح على اللفائف والجورب المتخذة من الصوف واللبد لانه لا يمكن المشي عليهما ويسهل نزعها
فلا حاجة الى ادامتها في الرجل لانها لا تمنع نفوذ الماء الى الرجل ولا بد من شيء مانع على الاصح كما سياتي و
كذلك الجورب التي تلبس مع المكعب وهي الجورب الصوفية لا يجوز المسح عليها حتى تكون بحيث يمكن متابعة المشي
عليها وتمنع نفوذ الماء انتهى وقال في المصباح والمكعب وزان مقود المداس لا يبلغ الكعبين غير عربي انتهى وفي
فتاوى الحافظ ابن تيمية واما المسح على الجوربين فيجوز اذا كان يمشي فيهما سواء كانت مجلدة او لم تكن في اصح قولي
العلماء ففي السنن ان النبي صلى الله عليه وسلم مسح على جوربيه ونعليه وهذا الحديث اذا لم يثبت فالقياس
يقتضي صحة ذلك فان الفرق بين الجوربين والنعلين انما هو كون هذا من صوف وهذا من جلد ومعلوم
ان مثل هذا غير مؤثر في الشريعة فلا فرق بين ان يكون جلودا او قطنا او كتانا او صوفا لم يفرق بين سواد اللباس
في الاحرام وبياضه ومحظوره ومباحه وغايته ان الجلد ابقى من الصوف فهذا لا تاثير له كما لا تاثير لكون الجلد قويا
بل يجوز المسح على ما يبقى وما لا يبقى وايضا فمن المعلوم ان الحاجة الى المسح على هذا كالحاجة الى المسح على هذا

سواء ومع التساوی فی الحکمۃ والحاجۃ یکون التفریق بینھما تفریقا بین المتماثلین وھذ اخلاف العقل والاعتبار الصحیح الذی جاء بہ الکتاب والسنۃ وما انزل بہ کتبہ وارسل بہ رسلہ ومن فرق بکون ھذا ینفذ منہ الماء وھذا لاینفذ نقد ذکر فرقا طردیا علیم التاثیر ولو قال قائل یصل الماء الی ھذا اکثر من الجلد فیکون المسح علیہ اولی للصوف الطھوریہ اکثر کان ھذا الوصف اولی بالاعتبار من ذلک الوصف واقرب الی الاوصاف المؤثرۃ وذلک اقرب الی الاوصاف الطردیۃ وکلا ھما باطل انتھی المقصود نقلا من فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فتقرر من مجموع مانقلناہ من کلام المحدثین الاعلام ان المسح علی الخفین لاخلاف فی جواز المسح علیہ واما الجورب فقال جماعۃ من السلف و الصحابۃ وبعض فقہاء الامصار منھم سفیان الثوری وابن المبارک واسحاق یجوز المسح علی الجوربین وان یکونا منعلین اذا کانا ثخینین وقال الشافعی ومالک والاوزاعی لایجوز المسح علی الجوربین بنعل او بلانعل وقالت الحنفیۃ یجوز علی الجوربین اذا کان منعلین او ثخینین مستمسکین یمکن متابعۃ المشی علیھما والذی رجحہ الامام ابن القیم جواز المسح علی ماکان یغطی الرجل من ای جنس کان بنعل وبلا نعل وھو الظاھر من کلام ائمۃ الحدیث الاعلام بشرط کونہ قویا وعدم صحۃ المسح علی النعلین بلاخف ولاجورب ان الاحادیث الدالۃ علی المسح علی النعلین فقط لاتصلح حجۃ للجواز ھذا ما ظھر للحقیر فان کان صوابا فمن اللہ والحمد للہ رب العالمین وان کان خطأ فمنی ومن الشیطان واستغفر اللہ و صلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔ نور العین جلد اوّل ص۲؎

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی اشرف الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وبعد فقد وقع السوال من بعض الفضلاء الاعلام عن حکم المسح علی اللفافۃ من الصوف او القطن ھل یکون لھما حکم المسح علی الخفین فی جواز المسح علیھما بنعل او بلانعل بینوا توجروا بیانا شافیا مؤیداً بالدلیل الصحیح فاقول وباللہ استعین فی اصابۃ الصواب فی الجواب قال الحافظ ابوداؤد فی سننہ باب المسح علی الجوربین والنعلین حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ عن وکیع عن سفیان الثوری عن ابی قیس الاودی وھو عبد الرحمن بن ثروان الکوفی عن ھزیل بن شرحبیل عن المغیرۃ بن شعبۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ومسح علی الجوربین والنعلین قال ابوداؤد وکان عبد اللہ بن مھدی لایحدث بھذا الحدیث لان المعروف عن المغیرۃ بن شعبۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ومسح علی الخفین قال ابوداؤد وروی ھذا ایضا عن ابی موسی الاشعری رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ توضأ ومسح علی الجوربین ولیس بالمتصل ولا بالقوی قال ابوداؤد ومسح علی الجوربین

علی ابن ابی طالب ابن مسعود و البراء بن عازب و انس ابن مالک و ابو امامۃ و سہل بن سعد و عمرو بن حریث و روی ذلک عن عمر بن الخطاب و ابن عباس انتہی کلام الحافظ ابی داود فی سننہ و معنی قول الحافظ ابی داود رحمہ اللہ تعالی کان عبد الرحمن بن مہدی لا یحدث بہذا الحدیث المذکور لان المعروف ای من روایۃ المحدثین الاثبات الثقات عن المغیرۃ بن شعبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ و مسح علی الخفین یعنی لا علی الجوربین و النعلین و الحدیث المعروف فی اصطلاح المحدثین مقابل لحدیث المنکر و الحدیث المنکر من اقسام الحدیث الضعیف و الحدیث الضعیف لا یحتج بہ فی احکام الشرعیۃ قال الامام النووی فی الاربعین الحدیث النبویۃ وقد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال قال العلامۃ ابراہیم بن مرعی الشبرخیتی المالکی فی شرح علی الحدیث الاربعین المذکورۃ قولہ وقد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال الخ فی ذکر الاتفاق نظر فان ابن العربی المالکی قال ان الحدیث الضعیف لا یعمل بہ مطلقا وقال المؤلف الامام النووی فی الاذکار ذکر الفقہا والمحدثون انہ یجوز و یستحب العمل فی الفضائل الترغیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا و اما فی الاحکام و الحلال و الحرام و المعاملۃ فلا یعمل فیہا الا بالحدیث الصحیح او الحسن انتہی کلام العلامۃ ابراہیم الشبرخیتی المالکی فی شرح علی الاحادیث الاربعینیۃ للامام النووی رحمہ اللہ تعالی و لا یخفی ان المسح علی الخفین من الاحکام الشرعیۃ لانہ بدل عن غسل الرجلین اللذین غسلہما فرض بنص القرآن و الاحادیث المتواترۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری و غیر الحافظ ابن حجر و للبدل حکم المبدل فلا یثبت البدل الا بالحدیث الصحیح او الحسن لا بحدیث الضعیف فاذا کان الحدیث الضعیف لا یجوز العمل بہ فی الاحکام الشرعیۃ فلا یکون الضعیف قائم مقام المبدل منہ الذی ہو غسل الرجلین الثابت بالقرآن و بالاحادیث الصحیحۃ المتواترۃ فلہذا قال الحافظ ابو داود رحمہ اللہ تعالی و المعروف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای من روایات الثقات الاثبات عن المغیرۃ بن شعبۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الخفین لا علی الجوربین و النعلین و الحدیث المعروف فی اصطلاح المحدثین مقابل للحدیث المنکر و المنکر من اقسام الحدیث الضعیف و الضعیف لا یجوز العمل بہ فی الاحکام الشرعیۃ و المسح علی الجوربین و النعلین حکم من احکام الشرع فلا یثبت بالحدیث الضعیف کما تقدم قال الحافظ ابن حجر فی نخبۃ الفکر و شرحہا فی معرفۃ الحدیث و الاثر و ان وقعت المخالفۃ مع ذی الضعف ای اذا ورد الحدیث الذی رواہ الراوی الضعیف مقابلا للحدیث المعروف فالحدیث المعروف ای المعمول بہ یقال لہ المعروف ای المعروف بالصحۃ و جواز العمل بہ عند المحدثین و مقابلہ ای مقابل الحدیث المعروف و ہو الحدیث الضعیف یقال لہ المنکر

انتہی کلام الحافظ ابن حجر فی النخبۃ معشرحہا مع زیادۃ توضیح للمعنی خلاصۃ قول الحافظ ابی داود رحمہ اللہ تعالیٰ ان روایۃ المسح علی الجوربین والنعلین ان کانت وردت من طریق المغیرۃ بن شعبہؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ توضأ ومسح علی الجوربین والنعلین لکنہا روایۃ ضعیفۃ ومنکرۃ ضعفہا الحفاظ المحققون الاثبات الذین علیہم المعول فی نقد الرجال کما سیاتی تحقیق ذلک عن المحققین من الرجال الثقاۃ الاثبات الذین ذکرہم الحافظ ابو داود مثل شیخہ الامام الحافظ عبد الرحمن بن مہدی والامام احمد والامام الحافظ مسلم بن الحجاج صاحب الصحیح وغیرہم وقول الحافظ ابی داود رحمہ اللہ وروی ہذا ایضا عن ابی موسیٰ الاشعریؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ علی الجوربین لیس بالمتصل ولا بالقوی ای فہو منقطع وانما قال فیہ ابو داود لیس بالقوی ایضا لانہ من روایۃ عیسیٰ بن سنان وقد ضعفہ یحییٰ بن معین والحدیث الذی اشار الیہ ابو داود بقولہ وروی ہذا ایضا عن ابی موسیٰ الاشعریؓ اخرجہ ابن ماجہ فی سننہ ولفظہ حدثنا محمد بن یحییٰ قال حدثنا معلی بن منصور وبشر بن ادم قال الاثنا عیسیٰ بن یوسف عن عیسیٰ بن سنان عن الضحاک بن عبد الرحمن بن عوزب عن ابی موسیٰ الاشعری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ومسح علی الجوربین قال المعلی فی حدیثہ ولا اعلمہ الا قال والنعلین قال الحافظ السیوطیؒ فی مرقات الصعود علی ابی داود وانما قال ابو داود و لیس بالمتصل لانہ من روایۃ الضحاک بن عبد الرحمن بن عوزب عن ابی موسیٰ ولم یثبت سماعہ ای سماع الضحاک بن عبد الرحمن بن عوزب عن ابی موسیٰ ای فہو منقطع وانما قال فیہ ولیس بالقوی ایضا لانہ من روایۃ عیسیٰ بن سنان وقد ضعفہ یحییٰ بن معین انتہی وقال الشوکانی فی نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار وانما قال فیہ ابو داود ولیس بالمتصل لانہ من روایۃ الضحاک بن عبد الرحمن بن عوزب قال البیہقی ولم یثبت سماع الضحاک بن عبد الرحمن بن عوزب عن ابی موسیٰ وانما قال فیہ ابو داود ولیس بالقوی لان روایہ عیسیٰ بن سنان لا یحتج بہ ضعفہ یحییٰ بن معین انتہی وقال المحقق ابو الحسن السندی فی حاشیتہ علی سنن ابن ماجۃ قولہ ومسح علی الجوربین والنعلین اولوہ بانہ لبس النعلین فوق الجوربین وقیل مسح الجوربین والنعلین جمیعا لانہ مسح علی کل منہما علی انفرادہ قال ابو داود وکان عبد الرحمن بن مہدی لا یحدث بہذا الحدیث لان المعروف من حدیث المغیرۃ بن شعبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الخفین وقال الحافظ حدیث المغیرۃ ہذا قد ضعفہ عبد الرحمن بن مہدی وغیرہ من الائمۃ و قول ابی داود وفیہ لیس بالمتصل لان الراوی عن الضحاک عیسیٰ بن سنان وقد ضعفہ احمد وابن معین وابو زرعۃ والنسائی وغیرہم فلم یکن قویا انتہی کلام المحقق ابو الحسن السندی علی سنن ابن ماجۃ بلفظہ وقال الحافظ المنذری علی ابی داود عن ابی قیس الاودی عن ہزیل بن شرحبیل عن المغیرۃ بن شعبۃؓ ان رسول اللہ صلعم توضأ ومسح

علی الجوربین و النعلین اخرجہ الترمذی و ابن ماجۃ وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح وقال ابوداود و
کان عبدالرحمن بن مھدی لا یحدث بھذا الحدیث لان المعروف عن المغیرۃ بن شعبۃ ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الخفین قال ابوداود وروی ھذا ایضا عن ابی موسیٰ الاشعری عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم انہ مسح علی الجوربین ولیس بالمتصل ولا بالقوی قال ابوداؤد وقد مسح علی الجوربین
علی بن ابی طالب ابن مسعود والبراء بن عازب وانس بن مالک وسھل بن سعد وعمرو بن حریث
وروی ذلک عن عمر بن الخطاب ابن عباس وذکر ابوبکر البیھقی حدیث المغیرۃ بن شعبہ ھذا وقال
حدیث منکر ضعفہ سفیان وعبدالرحمن بن مھدی واحمد بن حنبل ویحییٰ بن معین وعلی بن المدینی
ومسلم بن الحجاج والمعروف عن المغیرۃ بن شعبۃ حدیث المسح علی الخفین ویروی عن الصحابۃ انھم
فعلوہ واللہ اعلم بالصواب ابوقیس الاودی اسمہ عبدالرحمن بن ثروان الاودی الکوفی وھو وان
کان البخاری قد احتج بہ فقد قال احمد لا یحتج بحدیثہ وسئل عنہ ابوحاتم الرازی فقال لیس بقوی ھو
قلیل الحدیث لیس بحافظ قیل لہ کیف حدیثہ قال ھو صالح لین الحدیث انتھی کلام الحافظ
المنذری علی ابی داؤد بلفظہ فان قلت کیف احتج البخاری بابی قیس المذکور وقد ضعفہ الحفاظ
المذکورون قلت لعل الامام البخاری اخرج لہ واحتج بحدیثہ حین کان حافظا متقنا ثم تغیر حالہ بعد
ذلک کعطاء بن السائب وحماد بن سلمۃ فانھما کانا حافظین ثبتین ضابطین ثم تغیر حالھما
بعد ذلک کما ذکروہ فیھما ولعل الامام الترمذی اخرج لہ وصحح حدیثہ لما اعتضد عندہ من
عمل الصحابۃ الذین ذکرھم ابوداؤد وغیرہ اوقبل اطلاعہ علی تغیر حالہ ایضا فروایۃ الترمذی صریحۃ
فی المسح علی الجوربین والنعلین معا لا علی الجوربین فقط وقال الامام الشوکانی فی نیل الاوطار والخف
نعل من ادم یغطی الکعبین والجرموق اکبر منہ والجورب اکبر من الجرموق انتھی فھذا صریح ان
الجورب قسم من اقسام الخفاف الرقیقۃ التی لا یمکن المشی علیھا بلا نعل بل النعلان محرزان بھما
ای مخیطان بھما لا ینفصلان عن الجورب قال العلامۃ علی القاری فی شرح المشکوٰۃ والخف ما یستر
الکعبین ویمکن بھما ضروریات السفر انتھی وھذا الذی قالہ العلامۃ علی القاری ھو الذی
تقتضیہ الاحادیث الصحیحۃ الواردۃ بالرخصۃ فی المسح للمقیم یوما ولیلۃ وللمسافر ثلاثۃ ایام بلیالیھا
فان ذلک لا یصح الا مع امکان متابعۃ المشی علی الممسوح مدۃ المسافر ثلاثۃ ایام بلیالیھا والمقیم

یوما و لیلة من غیرہ تستفق وان لم یکن الحدیث صریحا فی ذلك فان ذلك مستفاد من ذلك للمقیم یوما و لیلة و للمسافر ثلاثة ایام بلیالیها و اتفاق العلماء علی ذلك ولا یمکن هذا التردد للمقیم والمسافر علی الجورب المتخذ من الصوف او القطن بلا نعل کما هو ظاهر و سیاتی مزید لذلك ان شاء اللہ تعالی

وقال العلامة علی القاری فی شرح المشکوٰة فی الحدیث الذی اخرجه صاحب المشکوٰة عن الترمذی ولفظه و عن المغیرة بن شعبة رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم توضأ ومسح علی الجوربین و النعلین اخرجه الترمذی حدیث حسن وقال صحیح وضعفه ابوداؤد وقال علی القاری وقد رد هذا بان المعروف عن المغیرة بن شعبة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم توضأ ومسح علی الخفین واجیب بانه لا مانع من ان یروی المغیرة بن شعبة اللفظین وقد عضدہ فعل الصحابة الذین ذکرهم ابوداؤد وقد اجاز المسح علی الجوربین جماعة من السلف و ذهب الیه فقهاء الامصار منهم سفیان الثوری و احمد قال ابوداؤد وقد مسح علی الجوربین علی بن ابی طالب و ابن مسعود و سهل بن سعد و عمرو بن حریث و روی ذلك عن عمر بن الخطاب و ابن عباس قال المحقق علی القاری و هو اعم من ان یکون مجلدین بان کان الجلد اعلاهما و اسفلهما او منعلین بان کان الجلد اسفلهما فقط او ثخینین مستمسکین علی الساق فی قول ابی یوسف و محمد و ابی حنیفة اخرا و علیه الفتوی و کذا یجوز علی الموقین تثنیة موق و هو بضم المیم کعصفور و هو الجرموق الذی یلبس فوق الخف فی البلاد الباردة و هو فارسی معرب و قال الشافعی فی قول لا یجوز المسح علیه لانه لا یحتاج الیه فی الغالب فلا تتعلق به الرخصة و لنا ما روی ابوداؤد و ابن خزیمة والحاکم و صححاہ ان عبدالرحمن بن عوف سأل بلالا عن وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال کان یذهب فیقضی حاجته فاتیه بالماء فیتوضأ و یمسح علی عمامته وموقیه ولان الموق لا یلبس بدون الخف عادة فاشبه خفا ذا طاقین و قوله و مسح علی الجوربین بحیث یمکن متابعة المشی علیهما قال الطیبی و معنی قوله و النعلین هو ان یکون قد لبس النعلین فوق الجوربین انتهی وقال الخطابی فی شرحه علی ابوداؤد و معنی قوله و مسح علی الجوربین هو ان یکون قد لبس النعلین فوق الجوربین ولم یقتصر علی المسح علی الجوربین فقط بل منه الیها المسح علی النعلین مع لبسهما مع الجوربین فعلی ما حمل جواز الاقتصار علی الجوربین فقط الدلیل انتهی و معنی قول علی القاری او ثخینین قال فی الشامی ای اللذین لیس بمجلدین ولا منعلین و هو نعت الجوربین فقط و لکون الجرموق لا یکون الا من الجلد لم یقیدہ بالثخانة لان الجلد الملبوس لا یکون الا کذلك عادة انتهی

وقال فی البحر والثخین ان یقوم علی الساق من غیر شد ولا یسقط ولا یری ما تحتہ وھذا بخلاف الرقیق فان الدلیل یفید اخراجہ ای عند الاطلاق لانہ لیس فی معنی الخف انتہی فان قلت ان القائلین بالمسح علی الجوربین قید واذلک بشرط ان یکون الجورب من الصوف او القطن مع النعل لا مطلقا فای دلیل للقائلین بالجواز مطلقا ای من غیر نعل فالجورب انما قید واذلک بما ذکر لانہ اذا کان الجورب من صوف او قطن فلا یصلح المشی علیہ للمقیم یوما ولیلۃ وللمسافر ثلثۃ ایام بلیالیھا فلا یصح المسح علی الجورب مجردا عن النعل کما ھو ظاہر ویدل علی ذلک تبویب الامام ابن تیمیۃ صاحب منتقی الاخبار جد الحافظ الامام ابن تیمیۃ المشہور حیث قال باب المسح علی الموقین والجوربین جمیعا واورد فی الباب حدیث المغیرۃ بن شعبۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضا ومسح علی الجوربین والنعلین رواہ الخمسۃ الا النسائی قال الشوکانی فی نیل الاوطار حدیث المغیرۃ بن شعبۃ قال ابوداود وکان عبد الرحمن بن مھدی لا یحدث بھذا الحدیث لان المعروف عن المغیرۃ بن شعبۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضاء ومسح علی الخفین قال ابوداود ومسح علی الجوربین علی بن ابی طالب وابن مسعود والبراء بن عازب وانس بن مالک وابو امامۃ وسھل بن سعد وعمرو بن حریث وروی ذلک عن عمر بن الخطاب وابن عباس وفی الباب عن ابن عباس عند البیہقی واوس بن ابی اوس عند ابی داؤد بلفظ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضاء ومسح علی نعلیہ وعلی بن ابی طالب عند ابن خزیمۃ واحمد بن عبید الصفار وعن انس عند البیہقی والحدیث بجمیع روایۃ یدل علی جواز المسح علی الموقین وھما ضرب من الخفاف قالہ ابن سیدہ والازھری وھو مقطوع الساق وقال الجوھری الموق الذی یلبس فوق الخف قیل عربی وقیل فارسی معرب والحدیث یدل علی جواز المسح علی الجورب وھو لفافۃ الرجل قالہ فی القاموس وایضاً وقد تقدم انہ الخف الکبیر وقد تقدم من قال بجواز المسح علیہ ممن ذکرہ ابوداؤد من الصحابۃ وزاد ابن سید الناس فی شرح الترمذی ان من جملۃ القائلین بجواز المسح علیہ عبد اللہ بن عمر وسعد بن ابی وقاص وابا مسعود البدری وھو عقبۃ بن عامر وعلی جواز المسح علی الجوربین وانما یجوز علی النعلین اذا لبسھما فوق الجوربین وقال الشافعی لا یجوز المسح علی الجوربین الا ان یکونا منعلین یمکن متابعۃ المشی علیھما انتہی لکن قال الحافظ ابن حجر العسقلانی فی تخریج احادیث الھدایۃ حدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی جوربیہ رواہ الاربعۃ وابن ماجۃ من طریق ابی قیس الاودی

الکوفی عن ھزیل بن شرحبیل عن المغیرۃ بن شعبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضاء ومسح علی الجوربین والنعلین وصححہ الترمذی وقال النسائی لا اعلم احدا تابع اباقیس علی ذلک والصحیح عن المغیرۃ المسح علی الخفین وقال ابوداؤد کان عبدالرحمن بن مھدی لا یحدث بھذا الحدیث قال وحدث ابی موسی الاشعری مثلہ ولیس بالمتصل ولا بالقوی قال ومسح علی الجوربین علی بن ابی طالب وابن مسعود والبراء بن عازب وسھل بن سعید وعمرو بن حریث وروی ذلک عن عمر بن الخطاب وابن عباس قال البیھقی قد ضعف ھذا الحدیث سفیان الثوری وابن مھدی وابن معین واحمد وابن المدینی ومسلم ثم ساق اسانیدھا وحدیث ابی موسی الاشعری الذی اشارہ الیہ ابوداؤد اخرجہ ابن ماجۃ وفی اسنادہ ضعف وانقطاع کما قالہ ابوداؤد وفی الباب عن بلال اخرجہ الطبرانی بسندین احدھما رجالہ ثقات وعن ابن عباس رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضا ومسح علی نعلیہ اخرجہ ابن عدی ثم البیھقی وفی اسنادہ ابوداؤد بن جراح وھو ضعیف وذکرہ من طریق زید بن الحباب بمتابعۃ قویۃ لکنھا شاذۃ لمخالفتھا للثقات الاثبات انتھی کلام الحافظ بن حجر فی تخریج احادیث الھدایۃ فالحاصل ان الاحادیث الصحیحۃ المتواترۃ من روایۃ الحفاظ الثقات الاثبات الذین علیھم المعول فی نقد الرجال لیس فیھا ذکر المسح علی الجوربین والنعلین وانما فیھا المسح علی الخفین فروایۃ المسح علی الجوربین والنعلین شاذۃ کما قالہ الحافظ وقال الامام النووی فی شرح مسلم وقد روی المسح علی الخفین خلائق لا یحصون من الصحابۃ وقال الحسن البصری حدثنی سبعون من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یمسح علی الخفین اخرجہ بن ابی شیبۃ قال الشوکانی فی نیل الاوطار وقال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وقد صرح جمع من الحفاظ ان المسح علی الخفین متواتر وقد جمع بعضھم رواتہ فجاوزوا الثمانین منھم العشرۃ المبشرۃ وقال الامام احمد فیہ اربعون حدیثا عن الصحابۃ مرفوعۃ وقال ابن ابی حاتم فیہ عن واحد واربعین وقال ابن عبدالبر فی الاستذکار روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسح علی الخفین نحو اربعین من الصحابۃ وذکر ابوقاسم بن مندۃ فی تذکرۃ اسماء من رواہ فکانوا ثمانین صحابیا وذکر الترمذی والبیھقی فی سننھما منھم جماعۃ وقد نسب القول بمسح الخفین الی جمیع الصحابۃ کما تقدم عن ابن المبارک ما روی عن عائشۃ وابن عباس وابی ھریرۃ فی انکار المسح علی الخفین فقال ابن عبدالبر لا یثبت وقال الامام احمد ولا یصح حدیث ابی ھریرۃ

فی انکار المسح علی الخفین بل ھو باطل وقد روی الدارقطنی عن عائشۃ القول بالمسح وما اخرجہ

ابن ابی شیبۃ عن علی انہ قال سبق الکتاب المسح علی الخفین فھو منقطع وقد روی مسلم والنسائی

عنہ القول بہ بعد موت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما روی عن عائشۃ رض انہا قالت لان اقطع رجلی

احب الی من ان امسح علیھما ففیہ محمد بن مہاجر قال ابن حبان کان یضع الحدیث واما القصۃ التی ساقہا

الامیر الحسین فی الشفا وفیہا المراجعۃ الطویلۃ بین علی بن ابی طالب وعمر بن الخطاب استشہاد علی رضی اللہ عنہ

باثنین وعشرین من الصحابۃ فشہدوا ان المسح علی الخفین کان قبل نزول المائدۃ فقال البحران لم ارد ھذہ

القصۃ فی کتب الحدیث والکلام فی ھذہ المقام یستدعی تطویلا لا یسعہ ھذا الجواب فیما ذکرناہ کفایہ

لمن لہ ھدایۃ والمقصود من ذکر ذلک ان الروایات الصحیح المتواترۃ التی رواھا الحفاظ الاثبات الذین علیھم

المعول والاعتماد فی نقد الرجال ان الاحادیث الصحیحۃ الواردۃ من روایۃ المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ فی المسح

علی الخفین لا علی الجوربین والنعلین وان الروایات الواردۃ فی المسح علی الجوربین والنعلین شاذۃ لمخالفتہا

للروایات الصحیحۃ عن الائمۃ الاعلام الاثبات کعبد الرحمن ابن مہدی والامام الحافظ مسلم والامام احمد

وابی داود وعلی ابن المدینی وغیرہ کما تقدم ان المسح علی الخفین لا علی الجوربین والنعلین وان روی الترمذی

وصححہ فقد علمت تضعیف الائمۃ الحفاظ الذین ذکرھم ابو داود وغیرہ لذلک قال الامام النووی وکل من

ھؤلاء الائمۃ لو انفرد لکان مقدما علی الترمذی مع ان الجرح مقدم علی التعدیل انتہی واما قول صاحب

القاموس الجورب لفافۃ الرجل وزاد بعضھم یتخذ للدفیٔ فقال الشامی فی حاشیتہ علی الدر المختار بان

ھذا التفسیر باعتبار اللغۃ لکن العرف خص باللفافۃ بما لیس بمخیط والجورب بالمخیط ونحوہ الذی یلبس

کما یلبس الخف فالجورب ونحوہ الذی یلبس کما یلبس الخف اذا وجدت فیہ الشروط المذکورۃ فی الخف ویدل

علیہ تعلیلہم عدم الجواز للمسح علیہ بانہ لا یمکن متابعۃ المشی علیہ فانہ یفید انہ اذا امکن ذلک

علیہ جاز انتہی بلفظہ وھذا الذی ذکرہ الشامی فی حاشیۃ الدر المختار وغیرہ من الحنفیۃ ھو الذی قالہ

ائمۃ الشافعیۃ والحنابلۃ ان الخف اذا کان رقیقا او علی صورۃ الخف لا یجوز المسح علیہ لانہ لا یمکن متابعۃ

المشی علیہ بلا نعل مجلد تحتہ فان کان تحتہ جلد متصل بہ غیر منفصل جاز المسح علیہ حینئذ

وقد علمت ان الحدیث الصحیح الثابتۃ المتفق علیہا بروایۃ الائمۃ الثقات کالامام احمد وعبد الرحمن

ابن مہدی وابی داود والامام مسلم وعلی بن المدینی من تخصیص جواز المسح علی الخف بالخف ذلک

ومنہا امکان متابعۃ المشی علیہ بلا نعل جار وانما اخرجوہ لعدم تاتی الشروط فیہ المذکورۃ فی الخف

دون غیرہ کیفما کان فالعمل بما علیہ الاتفاق ھو الواجب دون ما خالف ذلک وان عمل بہ بعض الصحابۃ او بعض السلف لکونہ منکرا او شاذا کما تقدم فالاولی والواجب علی المسلم المکلف العمل بما ھو متفق علیہ لکونہ الاحوط والاسلم فی وقد ورد استفت نفسک وان افتاک المفتون فکیف وقد صح تخصیص المسح بالخفین من الجلد القوی دون الجوربین وان کان مجلدین واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

نور العینین جلد اول　　　الجواب صحیح علی محمد سعیدی خانیوال
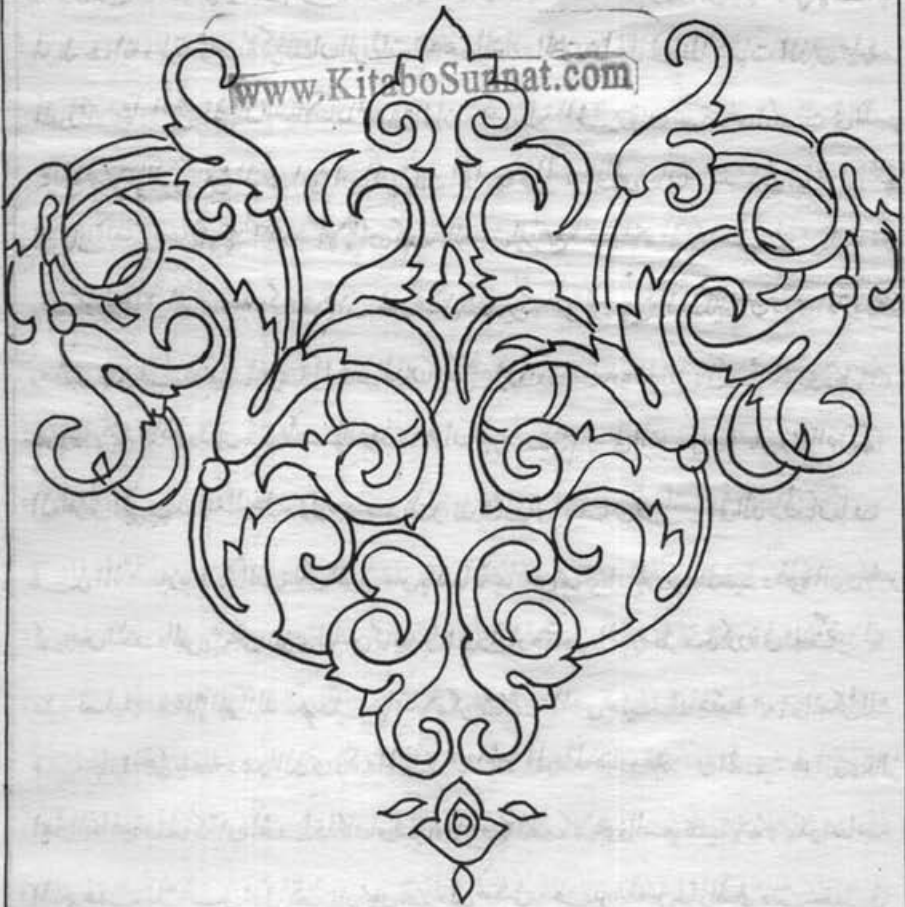
باب التیمم

سوال :۔ مطلق مرض میں اگرچہ ضرر نہ ہو اور وضو کرنے سے مرض کے زیادہ ہونے کا اندیشہ نہ ہو بلکہ سفر میں بھی صرف حرج کی وجہ سے تیمم کرنا درست ہے یا نہیں اور لم تجدوا ماءً کی قید کو جنابت اور حدث سے خاص کرنے کے احتمال کو بھی کسی معتبر عالم نے اختیار کیا ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ صرف حرج کی وجہ سے تیمم کرنا درست نہیں کیوں کہ آیت کریمہ وان کنتم مرضیٰ کے اقتضا سے معلوم ہوتا ہے کہ مریض کے حق میں رخصت کی وجہ ضرر ہے اور اتنی بات کو صاحب لغت سمجھ سکتا ہے مجتہد کی تخصیص نہیں اور ضرر کی تحدید میں گفتگو ہے شافعیہ کہتے ہیں کہ ایسی مرض ہو جس میں پانی کے استعمال کرنے سے عضو کی منفعت کے جاتی رہنے کا خطرہ ہو یا اچھا ہونے میں درنگ واقع ہو جائے یا کسی ظاہری اندام میں عیب فحش پڑ جائے اور حنفیہ کہتے ہیں تیمم کی جب رخصت ہے کہ پانی کے استعمال سے مرض کی شدت یا دیر سے اچھا ہونے کا خطرہ ہو جیسے بخار اور چیچک میں اور مصفیٰ میں کہا کہ ضرر کی تشخیص بھی عرف کے حوالہ ہے انتہیٰ بہرحال معتبر ضرر پہنچنا ہے نہ مطلق مرض اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے قول (او علی سفر) کا ظاہر یہ ہے کہ سفر کا ذکر صورت سمجھانے اور ذہن سامع کی طرف قریب کرنے کے لئے ہے۔ کہ پانی کے نہ پانے کی صورت جلدی سامع کے خیال میں آجائے اور احادیث اور اخبار سے بھی یہی ثابت ہے۔ اور آیت کا بھی یہی مقتضیٰ ہے کیوں کہ فلم تجدوا ماءً سے سمجھا جاتا ہے کہ تیمم کے حکم کی مدار پانی کے نہ پایا جانے پر ہے مصفیٰ میں کہا فلم تجدوا ماءً ظاہر یہ ہے کہ سفر کے متعلق ہے کیوں کہ مرض میں پانی کا پایا جانا تیمم کا مانع نہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو اس لئے کہ مریض کا پانی پانا نہ پانا برابر ہے اور شوکانی کی تفسیر سے ظاہر یہ ہے کہ قید فلم تجدوا ماءً کو جنابت اور تیمم سے خاص کرنے کا قول ضعیف ہے چنانچہ کہا کہ قول اللہ کا فلم تجدوا ماءً اگر یہ قید جمیع ماتقدم کی طرف راجع ہو یعنی شرط کے بعد جس کا ذکر ہوا اور وہ مرض ہے اور سفر اور صحرا سے آنا اور عورتوں سے صحبت کرنا تو اس میں دلیل ہے اس امر پر کہ صرف مرض اور سفر سے تیمم کرنا جائز نہیں ہوتا بلکہ اُن کے ساتھ پانی کا نہ میسر آنا بھی ضرور ہے پس مریض کو تیمم کرنا جائز نہ ہوگا مگر جب وقت پانی میسر نہ آئے اور

ہذا القیاس مسافر کو بھی تیمم کرنا جب ہی جائز ہوگا کہ پانی نہ ملے لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ پانی کے نہ ملنے کے وقت تو تندرست بھی مریض کی طرح تیمم کر سکتا ہے پس مرض اور سفر کے واسطے ضرور کوئی فائدہ ہونا چاہیئے بعضوں نے یہ وجہ بیان کی کہ مریض کے حق میں پانی کے نہ ملنے کا ظن غالب ہے کیونکہ وہ بوجہ مرض پانی کی تلاش کرنے سے عاجز ہے اور اسی طرح مسافر کے حق میں پانی کا نہ ملنا اکثر واقع ہوتا ہے اور اگر پچھلی دو صورتیں (یعنی صحرا سے آنے اور عورتوں سے صحبت کرنے) کی طرف راجع ہو جیسے بعض مفسرین نے کہا تو اس میں یہ اشکال ہوگا کہ جس پر مریض اور مسافر کا لفظ صادق آوے اس کو تیمم کرنا جائز ہو خواہ پانی مل سکے اور اس کی استعمال پر بھی قادر ہو اور بعض نے کہا کہ قید پچھلی دو صورتوں کیطرف راجع ہے کیونکہ ان میں اس کا وقوع کم ہوتا ہے لیکن پہلے دو صورتوں میں بھی اس کا اعتبار کیا جاوے گا اور تجھے خبر ہے کہ یہ کلام ساقط اور نکمی توجیہہ ہے امام مالکؒ اور ان کے تابعین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تیمم کی شرط میں مرض اور سفر کا ذکر کیا ہے اس لئے کہ پانی کا نہ ملنا اکثر انہیں دو گروہوں کے حق میں واقع ہوتا ہے بخلاف اس شخص کے جو اپنے گھر میں ہے، کیونکہ اکثر اس کے پاس پانی موجود ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ اس کا ذکر صراحۃً نہیں کیا انتہیٰ اور ظاہر یہ ہے کہ مرض میں تیمم کرنا جائز ہے اگرچہ پانی موجود ہو بشرطیکہ اس کی استعمال سے فی الحال یا آئندہ ضرر ہو اور یہ ضرور نہیں کہ عضو کے تلف ہو جانے کا خوف ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر مشکل، اور دوسری جگہ فرمایا وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلدِّیْنُ یُسْرٌ یعنی دین آسانی ہے اور فرمایا یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا یعنی آسان کرو دشوار نہ کرو کہ سخت گیری سے دین کو لوگوں پر مشکل بنا دو اور جب سفر میں ایک شخص کے سر میں زخم ہوگیا اور اسے غسل کی ضرورت ہوئی تو ساتھیوں سے تیمم کی رخصت کا مسئلہ پوچھا انہوں نے کہا کہ تیمم کی رخصت جب ہے کہ پانی نہ ملے اور تمہارے پاس پانی موجود ہے، اس لئے ہم تو اجازت نہیں دیتے آخر اس نے غسل کیا اور مر گیا یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا:۔ قَتَلُوْہُ قَتَلَھُمُ اللّٰہُ یعنی خدا تعالیٰ انہیں غارت کرے بیچارے کا خون کر دیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُمِرْتُ بِالشَّرِیْعَۃِ السَّمْحَۃِ یعنی مجھے سہل شریعت کا حکم ہوا پس اگر یہ کہا جائے کہ پانی کے نہ پایا جانے کی قید سب کی طرف راجع ہے تو مرض کے صراحتاً ذکر کرنے سے یہ فائدہ ہوا کہ مریض کو پانی کی موجودگی کی حالت میں بھی تیمم جائز ہے۔ جب پانی نقصان کرے بخلاف صحیح کے اور یہ قید اس کے حق میں جب معتبر ہوگی کہ پانی کا استعمال

ضرر نہ کرے کیوں کہ صرف مرض میں بھی اگر پانی ضرر نہ کرے پانی کے نہ ملنے کا خطرہ ہے کہ مریض مرض کے ضعف کی وجہ سے پانی کی تلاش کرنے سے عاجز ہوتا ہے اور مسافر کے صریح ذکر کی وجہ تو ظاہر ہے کیوں کہ مسافرت میں بعض مواضع میں پانی کا نہ ملنا اکثریہ واقع ہوتا ہے۔ انتہیٰ کلامہٗ مجموعہ فتاوی جلد دوم صـ ۲۸

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ بیمار آدمی جو وضو نہیں کر سکتا، کیا مسجد میں تیمم کر سکتا ہے؟

الجواب:۔ تیمم کر سکتا ہے، قرآن مجید میں ہے کہ تیمم کر سکتا ہے (الاعتصام جلد ۲ ش ۸)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ بخاری کتاب التیمم میں حضرت عائشہؓ کے ہار گم ہونے کا واقعہ دو دفعہ موجود ہے اور دونوں دفعہ آیت تیمم نازل ہوئی۔ اب سوال یہ ہے جب کہ پہلی دفعہ آیت تیمم نازل ہو چکی تھی، پھر دوبارہ صحابہ نے نماز پڑھنے میں تاخیر کیوں کی؟ اور دوبارہ آیت کیوں نازل ہوئی۔ تحقیقی و مدلل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔ (سائل یکے از خریداران تنظیم اہل حدیث)

الجواب:۔ تیمم کے باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جو دو حدیثیں بیان کی ہیں، وہ دونوں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں جس میں آیت تیمم نازل ہوئی، اس لیے یہ کہنا کہ آیت تیمم دو دفعہ نازل ہوئی، صحیح نہیں۔

پہلی روایت میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے، دوسری روایت میں تفصیل ہے کہ صحابہ کرامؓ نے نماز پڑھنے کے بعد پانی نہ ملنے کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی، اور شرح نووی مسلم میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے یہ نماز بغیر وضو پڑھی تھی اور یہ دونوں روایتیں ہیں، جن سے ایک میں ہار کی نسبت حضرت عائشہؓ صدیقہ کی طرف کی گئی ہے اور دوسری میں حضرت اسماء کی طرف، ان دونوں کا تعلق ایک ہی واقعہ سے ہے، جب واقعہ ایک ہوا تو آیت تیمم بھی اس واقعہ میں ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی ہے۔ فقط

(حافظ عبدالقادر روپڑی) تنظیم اہلحدیث لاہور جلد ۲۳ ش ۳۱

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال ۔ حضرت حافظ صاحب زید مجدکم ، بعد ہدیہ سلام مسنون گذارش ہے کہ پانی نہ ملنے کیصورت میں وضو کی جگہ تیمم کیا جاتا ہے اسکی پوری پوری تحقیق مطلوب ہے ، شوافع اور حنفیہ کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ہو تو وہ بھی تحریر فرمایا جائے ۔

الجواب ۔ قرآن مجید میں ہے فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا (قصد کرو، صعید پاک کا) اس آیت میں صعید کے ساتھ تیمم کا حکم ہے ، اب دیکھنا ہے کہ صعید کیا شے ہے ؟ صراح میں ہے عن الفراء صعید خاک قال ثعلب وجہ الارض یعنی فراء کہتے ہیں صعید مٹی کو کہتے ہیں ۔ ثعلب کہتے ہیں روئے زمین کو کہتے ہیں ۔ قاموس میں ہے الصعید التراب او وجہ الارض (یعنی صعید کے معنی مٹی کے ہیں یا روئے زمین کے) تفسیر فتح البیان میں ہے الصعید وجہ الارض سواء کان علیہ تراب او لم یکن قالہ الخلیل وابن الاعرابی والزجاج قال الزجاج لا اعلم فیہ خلافا بین اھل اللغۃ وقال الفراء ھو التراب وبہ قال ابو عبیدۃ انتہی ملخصا (فتح البیان جلد ۲ صہ ۲۸۲) ائمہ لغت سے امام خلیل ، امام ابن الاعرابی ، امام ابو اسحاق زجاج کہتے ہیں کہ صعید روئے زمین ہے امام ابو اسحاق زجاج بھی کہتے ہیں ۔ کہ میرے علم میں اہل لغت میں اس کی بابت اختلاف نہیں اور امام فراء کہتے ہیں کہ صعید مٹی ہے ، اور امام ابو عبیدہ بھی یہی کہتے ہیں کہ چونکہ صعید کے معنی میں اختلاف ہے اس لیے تیمم میں بھی اختلاف ہے ۔

تفسیر فتح البیان میں اس محل میں لکھا ہے کہ وقد اختلف اھل العلم فیما یجزی التیمم بہ فقال مالک وابو حنیفہ والثوری والطبرانی انہ یجزی بوجہ الارض کلہ ترابا کان او رملا او حجارۃ وقال الشافعی واحمد واصحابھما انہ لا یجزی التیمم الا بالتراب ۔ فقط یعنی امام مالکؒ ، امام ابو حنیفہؒ ، امام ثوریؒ اور امام طبرانیؒ کہتے ہیں ؛ روئے زمین کے ساتھ تیمم درست ہے ، خواہ مٹی ہو یا ریت ہو یا پتھر ہو ، امام شافعیؒ امام احمدؒ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ مٹی کے سوا کسی اور شے سے تیمم درست نہیں ۔ تاج العروس شرح قاموس میں ہے ۔ وقال الشافعی لا یقع اسم صعید الا علی تراب ذی غبارۃ فاما البطحاء الغلیظۃ والرقیقۃ والکثیب الغلیظ فلا یقع علیہ اسم صعید وان خالطہ تراب او صعید[1] او مد یکون لہ غبار کان الذی خالطہ الصعید ولا یتیمم بالنورۃ وبالکحل وبالزرنیخ وکل ھذہ احجارۃ قال ابو اسحاق الزجاج علی الانسان ان یضرب بیدہ الارض ولا یبالی کان فی الموضع تراب او لم یکن لان الصعید لیس ھو التراب انما ھو وجہ الارض ترابا کان او غیرہ ۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں صعید صرف اس مٹی کو کہتے ہیں جس پر غبار رہو زیادہ پتھریلی اور ہلکی پتھریلی زمین اور سخت ٹیلا اس کو صعید نہیں کہتے ، اگر مٹی یا میدان یا ڈلوں میں غبار ہو تو وہ صعید ہے ۔ اور چونے اور سرمے اور ہڑتال سے تیمم جائز نہیں ، یہ سب پتھر ہیں ۔ اور زجاج کہتے ہیں مٹی ہو یا غیر مٹی

[1] کتاب الام ، امام شافعیؒ میں یہ لفظ نہیں بلکہ اس میں یوں ہے ۔ وان خالطہ تراب او مدر یکون لہ غبار کان الذی خالطہ ھو الصعید ۔
(کتاب الام ص ۴۳ جلد اول طبع مصر)

تیمم جائز ہے کیوں کہ صعید روئے زمین کو کہتے ہیں۔ مٹی کی خصوصیت نہیں۔

منیۃ المصلی میں ہے:۔ امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک مٹی، ریت، پتھر، ہڑتال، سرمہ، مردہ سنگ، چونا، گیری اور اسی قسم کی دیگر اشیاء سے تیمم جائز ہے، کیوں کہ (یہ) زمین کی جنس سے ہیں سونے چاندی، لوہے قلعی سے جائز نہیں، اگرچہ یہ زمین میں پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن آگ سے پگھل جاتے ہیں۔ اس لئے یہ زمین کی جنس میں شامل نہیں رہے۔ اسی طرح گیہوں اور دیگر غلہ جات سے تیمم جائز نہیں، ہاں اگر ان اشیاء پر غبار ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور ایک اور روایت میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پختہ اینٹ سے تیمم جائز ہے اور امام محمدؒ کہتے ہیں کہ کوٹی ہوئی ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

اسی طرح نمک کے ساتھ بھی تیمم جائز ہے مگر اس میں شرط ہے کہ پہاڑی نمک ہو، پانی کا نہ ہو، اور شمس الائمہ سرخسیؒ کہتے ہیں نمک سے جائز نہیں، خواہ کسی قسم کا ہو اور شور زمین کا حکم بھی نمک کا ہے، اور کیچڑ کے ساتھ تیمم جائز نہیں۔ شمس الائمہ سرخسیؒ کہتے ہیں کہ کیچڑ کے ساتھ تیمم نہ کرنا چاہیئے، اگر کرے تو جائز ہے روڑی، کنکر، گول (مٹکے)، پیالے اور اسی قسم کی دیگر اشیاء جو مٹی سے تیار ہوتی ہیں اور ان پر قلعی نہ چڑھائی ہو۔ ان سب سے تیمم جائز ہے، خواہ ان پر غبار ہو یا نہ ہو، اسی طرح راکھ کے ساتھ تیمم جائز ہے لیکن اس میں شرط ہے کہ اس میں مٹی زیادہ ہو اور راکھ کم ہو۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جن اشیاء سے تیمم جائز نہیں، ان پر غبار ہونے کی صورت میں تیمم جائز ہے۔ ملاحظہ ہو منیۃ المصلی صفحہ ۲۳، ۲۴

ایک حدیث میں ہے:۔ جعلت لی الارض مسجدا وطھورا (بلوغ المرام) یعنی میرے لئے زمین مسجد اور طہور بنائی گئی ہے۔ اور ایک روایت مسند احمد میں ہے۔ جعلت لی الارض کلھا ولامتی مسجدا وطھورا (سبل السلام صفحہ ۵۶) (یعنی ساری زمین میرے لئے اور میری امت کے لئے مسجد اور طہور بنائی گئی ہے۔ طہور کے معنی ہیں پاک کرنیوالی۔ یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب کو تائید دیتی ہے۔ سبل السلام میں اس حدیث کو ذکر کرکے کہا ہے کہ:۔ مسلم کی بعض روایتوں میں جعلت تربتھا طھورا آیا ہے (یعنی زمین کی مٹی طہور بنائی گئی ہے)

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ پتھر وغیرہ سے تیمم جائز نہیں، کیوں کہ اس حدیث میں خاص مٹی کا ذکر آیا ہے۔ اور پہلی حدیث میں عام آگیا ہے اور اصول میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ خاص کا ذکر عام کی نفی نہیں کرتا۔ نیز یہ مفہوم لقب ہے[1] اس کا اعتبار نہیں۔

اس کے بعد سبل السلام میں لکھا ہے:۔ نعم فی قولہ تعالٰی فی اٰیۃ المائدۃ فی التیمم منہ دلیل علی ان المراد التراب وذالک ان کلمۃ من للتبعیض کما قال فی الکشاف حیث قال لانہ لا یفہم احد من العرب من قول القائل مسحت براسہ من الدھن ومن التراب الا معنی التبعیض انتہی والتبعیض لا یتحقق الا فی المسح من التراب لا من الحجارۃ ونحوھا۔ (سبل السلام ص۵۶) یعنی حدیث جعلت تربتہا طہورا سے تو استدلال ٹھیک نہیں، ہاں آیۃ مائدہ سے استدلال صحیح ہے کیوں کہ اس میں کلمہ "من" ہے جو ایک حصہ پر دلالت کرتا ہے، جیسے کشاف میں لکھا ہے "جب عرب کہتے ہیں میں نے سر پر تیل سے ملا یا مٹی سے ملا تو اس سے عرب یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے کچھ حصہ سر پر ملا، اور ظاہر ہے کہ پتھر یا اس کی مثل پر مسح کرنے سے ہاتھ منہ پر کچھ نہیں لگتا، پس معلوم ہوا کہ صعید سے روئے زمین مراد نہیں۔"

یہ صاحب سبل السلام کی تقریر ہے، لیکن میرے خیال میں صاحب سبل السلام نے جو کہا ہے کہ "حدیث سے استدلال صحیح نہیں" یہ ٹھیک نہیں، کیوں کہ مسلم کی بعض روایتوں میں یہ الفاظ ہیں۔ جعلت لنا الارض کلھا مسجدا وجعلت تربتہا لنا الطہور اذا لم نجد الماء وفی روایۃ وجعل ترابہا لنا طہورا (فتح البیان جلد ۲ ص ۲۳۸)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنائی گئی ہے اور اس کی مٹی ہمارے لئے طہور بنائی گئی ہے۔" اس حدیث میں مسجد کے لئے ساری زمین کہا ہے اور طہور کے لئے اس کی مٹی کو خاص کیا ہے .... اس مقابلہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مٹی کے سوا باقی حصے سے تیمم نہیں ہوتا۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث جعلت لی الارض کلھا لامتی مسجدا وجعلت لی ولامتی طہورا۔ اور اختصار میں ایسا بہت ہو جاتا ہے۔ جیسے قرآن میں اس کی نظیر موجود ہے۔ سورۂ بقر میں ہے۔ وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اصل عبارت یوں ہے:۔ قال الیہود لا یدخل الجنۃ الا من کان یہودیا وقال النصاریٰ لا یدخل الجنۃ الا من کان نصاریٰ (فتح البیان جلد اول ص۱۶۳)

اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ اس بات پر متفق ہیں کہ یہودی نصرانی دونوں جنت میں جائیں گے۔ لیکن دوسری آیتوں سے ثابت ہے کہ ان میں آپس میں دشمنی ہے اور ایک دوسرے کو گمراہ

[1] مثلاً زید، عمرو آپس میں دوست ہیں ایک شخص کہتا ہے میرے پاس زید آیا اس سے اگر کوئی یہ سمجھے کہ عمرو نہیں آیا ایسے مفہوم لقب کہتے ہیں اصولی اس کا اعتبار نہیں کرتے صاحب سبل السلام کا مطلب ہے کہ زمین کی بہت سی جنسیں ہیں ایک کے ذکر سے دوسرے کی نفی نہیں ہوتی۔

کہتے ہیں۔

ایک فریق دوسرے کے جنتی ہونے کا قائل نہیں ہوسکتا اس لیے عبارت محذوف مانی گئی۔ ٹھیک اسی طرح مسلم کی بعض روایتوں کی وجہ سے اس حدیث میں جعلت محذوف مانا گیا، جس کے ساتھ کل نہیں۔

پس ثابت ہوا کہ آیت مائدہ اور مسلم کی بعض روایتیں دونوں اس بات کی دلیل ہیں۔ کہ تیمم کے لئے مٹی ضروری ہے۔ فتح البیان میں صحیح مسلم کی یہ حدیث لکھ کر لکھا ہے کہ اس حدیث سے صعید کے معنی واضح ہوگئے، اور اس کی تائید ابن فارس کے قول سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے کتاب الخلیل سے نقل کیا ہے جو یہ ہے۔ تیمم بالصعید ای خذ من غبارہ (انتہی) صعید کا قصد کر، یعنی اس کا غبار لے، اس قول سے معلوم ہوا کہ صعید مٹی ہے کیوں کہ پتھر کے لئے غبار نہیں۔ (ملاحظہ ہو فتح البیان جلد ۲ صـ ۲۴۸)

نیز مسلم کی حدیث میں مٹی کا ذکر اس امت کی تشریف اور بزرگی کے لئے ہوا ہے اگر ساری زمین سے تیمم صحیح ہوتا تو مٹی کو صحیح نہ کہا جاتا۔ (ملاحظہ ہو عون الباری لحل ادلۃ البخاری صـ ۱۰۵)

اس کے علاوہ مٹی کے ساتھ تیمم بالاتفاق جائز ہے اور باقی جنسوں میں اختلاف ہے اس لئے مٹی پر ہی اکتفا کرنا چاہیے۔ کیوں کہ نماز دین کا ستون ہے اس میں جتنی احتیاط ہو تھوڑی ہے۔

(از حضرت العلام رحمۃ اللہ علیہ) تنظیم اہلحدیث لاہور جلد ۱۸ شمارہ ۲

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:- چونہ کی دیوار یا چونے سے بنی ہوئی دیوار پر تیمم جائز ہے یا نہیں؟ مسجدوں میں مسائل کے تختے کتبے پر لگے رہتے ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ مٹی کی جنس مثلاً پتھر کنکر چونہ گچ وغیرہ سے تیمم جائز ہے۔

الجواب:- تیمم کی بابت ارشاد ہے فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا یعنی پاک مٹی پر تیمم کرو، چونہ وغیرہ کو علماء حنفیہ نے مٹی پر قیاس کر کے جائز لکھا ہے۔ خاکسار کے نزدیک اس میں شبہ ہے (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ صـ ۳۱)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:- دیوار پر یا ثابت ڈلا پر تیمم کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ چونکہ دیوار یا ڈلے پر ضرب لگانے سے ہاتھوں کو مٹی بخوبی لگ جاتی ہے۔

الجواب :۔ جس جگہ مٹی لگ سکے تیمم جائز ہے دیوار ہو یا ڈلہ کچھ ہو۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اوّل صـ ٣٩٦)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال وقع السؤال من بعض الفضلاء عمن تیمم لخوف نحو مرض من نزلۃ ونحوھا تشتد علیہ مع تقدرتہ علی تسخین الماء فھل یجوز لہ التیمم ام لا فاجاب کثر اللہ من امثالہ بقولہ۔

الجواب :۔ واللہ الموفق للاصابۃ الصواب انہ لا یجوز التیمم مع القدرۃ علی تسخین الماء وعلی تدفیۃ اعضائہ والدلیل علی ذلک عموم قولہ تعالیٰ فاتقوا اللہ ما استطعتم قال السید محمد بن اسمعیل الامیر فی ثمرات النظر فی علم الاثر فیجب فی تعرف ما اتانا اللہ وامرنا باخذہ بذل الوسع فی ذلک بحسب الطاقۃ کما قال اللہ تعالیٰ فاتقوا اللہ ما استطعتم انتھی وفی الدر المختار او لمرض او برد اذا لم یکن اجرۃ حمام ولا ما یدفیہ انتھی قال فی الشامی ای من لہ ثوب یلبسہ او مکان یاویہ قال فی البحر فصار الاصل انہ متی قدر علی الاغتسال بوجہ من الوجوہ لا یجوز لہ التیمم اجماعا انتھی وقال الامام النووی فی المنہاج مع شرحہ تحفۃ المحتاج لابن حجر الھیتمی بالتاء المثناۃ الفوقیۃ وشدۃ البرد التی یخشی منھا محذور وقد عجز عن تسخینہ او تدفیۃ اعضائہ لخوف نحو مرض فی اباحۃ التیمم انتھی وفی الزاد وشرحہ للعلامۃ الشیخ البھوتی الحنبلی او خاف بردا ولو حضرا مع عدم ما یسخن بہ الماء بعد تخفیفھا ای الاعضاء ما امکن وجوبا اجزاہ التیمم نعلم مما اوردناہ من عموم الایۃ والحدیث وکلام ائمۃ العلماء انہ لا یجوز التیمم لمن خاف مرضا او شدتہ من نحو نزلۃ اذا کان یقدر علی تسخین الماء او تدفیۃ اعضائہ سواء کان جنبا او محدثا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی سیدنا محمد خیر خلقہ والہ وصحبہ وسلم۔ نور العین صـ ٩٢

ترجمہ

سوال :۔ کیا نزلہ۔ زکام کے خوف سے تیمم جائز ہے باوجودیکہ پانی گرم پر قدرت بھی ہو۔

الجواب :۔ گرم پانی پر قدرت ہو تو نزلہ، زکام کے خوف سے تیمم جائز نہیں فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ عموم کتاب اللہ کا اس پر دلیل ہے، سید محمد اسماعیل امیر ثمرات النظر فی علم الاثر میں فرماتے ہیں فاتقوا اللہ ما استطعتم کے مطابق اللہ تعالیٰ کا امر بجالانے کے لئے اپنی وسعت کو خرچ کرنا واجب ہے در مختار میں ہے جب گرم حمام کی اجرت پر طاقت نہ ہو تو بیماری یا سردی کی وجہ سے تیمم جائز ہے بحر الرائق میں ہے جب کسی وجہ سے غسل پر طاقت ہو تو اجماعاً تیمم جائز نہیں، امام نوویؒ منہاج شرح تحفۃ المحتاج میں فرماتے ہیں جائز ہے تیمم شدت سردی کی وجہ سے واسطے خوف مرض کے جب پانی گرم کرنے پر طاقت نہ ہو علامہ شیخ بھوتی حنبلی کی زاد

الجواب صحیح علی محمد سعیدی خانیوال

اور اس کی شرح میں ہے جب سردی کا خوف ہو اور پانی گرم کرنے کا سامان نہ ہو تو تیمم کرنا جائز ہے پس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے عموم سے اور آئمہ علوم کے کلام سے واضح ہوا کہ جس کو پانی گرم کرنے پر قدرت ہو تو نزلہ وزکام کی وجہ سے تیمم جائز نہیں جنبی ہو یا محدث۔ واللہ اعلم

سوال:۔ زید بیماری کی حالت میں جنبی ہو گیا اور پانی نقصان کرتا ہے تو ایسی حالت میں تیمم کرکے مسجد میں نماز پڑھ سکتا ہے اور قرآن کی تلاوت اور امامت کر سکتا ہے۔ یا نہیں؟ سائل عبد الحلیم پٹنہ

الجواب:۔ بیمار کو جنابت کا غسل کرنے سے نقصان کا اندیشہ ہو تو تیمم کرنا درست اور جائز ہے اس تیمم سے مسجد میں نماز پڑھ سکتا ہے اور قرآن کی تلاوت و امامت کرنا بلاشک وشبہ درست ہے۔ عن عمرو بن العاص قال احتلمت فی لیلۃ باردۃ فی غزوۃ ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسل فاهلک فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح فذکروا ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا عمرو صلیت باصحابک وانت جنب فاخبرته بالذی منعنی من الاغتسال وقلت انی سمعت اللہ یقول ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقل شیئا (ابوداؤد) وام ابن عباس وهو متیمم (بخاری) محدث دہلی جلد ۸ش ۳ الجواب صحیح علی محمد سعیدی خانیوال

سوال:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم سے کوئی نماز پڑھی تھی یا صرف تعلیم دی تھی؟

الجواب:۔ آیت تیمم کے شان میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کا ہار گم ہو گیا اس کی تلاش میں رسول اللہ اور ساری فوج جنگل میں لگ گئی نہ وہاں پانی تھا نہ ان کے پاس پانی تھا خدا نے آیت تیمم اتاری اور بعض روایتوں میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور وضو کیا۔ خیر یہ تو آپ کے سوال کا جواب ہوا۔ مگر یہ سوال فضول ہے کیوں کہ جب رسول اللہ نے تعلیم دی اور قرآن مجید میں اس کا ذکر آ گیا تو پھر آپ کے کرنے اور نہ کرنے کے سوال کا کیا مطلب، بالغرض آپ کے کرنے کا کسی روایت میں ذکر نہ ہو تو کیا قرآن مجید اور آپ کی تعلیم کافی نہیں؟ بلکہ قرآن مجید اور آپکی تعلیم تو اصل ہے۔ کیوں کہ آپ کا فعل خاصہ بھی ہو سکتا ہے۔ پس اس قسم کے سوالات کے لئے تکلف نہ کرنا چاہیئے۔

(تنظیم اہلحدیث روپڑ جلد ۱۰ش ۳)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

باب الغسل

سوال: ہمبستری کے بعد غسل کا کیا طریقہ ہے، پوری طرح سمجھا کر لکھیں؟

الجواب: آپ نماز، طہارت، وضو، غسل وغیرہ احکام سیکھنے کے لئے نماز کی کتاب حدیث کے مطابق منگوا کر مطالعہ کریں۔

مختصر یہ بات ہے کہ اوّل استنجا کریں، پھر وضو (پاؤں نہ دھوئیں) پھر سر پر تین تک پانی ڈال لیں۔ پھر تمام بدن پر پانی بہائیں کہ کوئی بال خشک نہ رہے، پھر الگ ہو کر پاؤں دھولیں۔ اول بسملہ اور آخر میں کلمہ شہادت پڑھ لیں اور اس نیت سے غسل کریں کہ میں ناپاک ہوں، یہ پاک ہونے کے لئے غسل کر رہا ہوں، یہ دل میں ارادہ ہو بس کافی ہے۔

کتبہٗ عبد القادر حصاروی　　الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی　　فتاوی ستاریہ ج ۲ ص ۱۸۵

الجواب صحیح علی محمد سعیدی خانیوال

سوال: ایک شخص چھوٹا استنجا کرنا بھول گیا اور نماز میں یاد آیا تو کیا اس کو دوبارہ نماز ادا کرنی ہوگی؟

الجواب: جب کہ درمیان نماز استنجا کرنا یاد آیا تو نمازی کو چاہیئے نماز توڑ دے اور استنجا کر کے وضو کے ساتھ نماز ادا کرے۔ فقط عبد القہار غفرلہٗ　　فتاوی ستاریہ جلد چہارم ص ۹۴

(تشریح) استنجا سے صفائی مقصود ہے، پانی سے ہو یا مٹی سے اگر پہلے ڈھیلے وغیرہ سے صفائی ہو چکی ہے تو نماز توڑنے کی ضرورت نہیں۔ الراقم علی محمد سعیدی خانیوال

سوال: عورت اور مرد (خاوند) برہنہ غسل کر سکتے ہیں؟

الجواب: غسل کرنا ہمراہ اپنے زوجہ کے دونوں برہنہ ہوں کسی مکان میں یا میدان میں جائز ہے اور گناہ نہیں مگر افضل و مستحب ہے، ستر کرنا اس حالت میں چنانچہ حدیث و فقہ سے واضح ہوتا ہے

حدثنا بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ قال قلت یا نبی اللہ عوراتنا ما نأتی منھا وما نذر قال احفظ عورتک الا من زوجتک او ما ملکت یمینک الحدیث کما رواہ اصحاب السنن　　وقال بھز عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ احق ان یستحیی منہ من الناس کما رواہ البخاری ھذا اعلی وجہ الاستحباب کما علیہ الجمھور کذا فی الوادی وغیرہ ودل قولہ التستر افضل علی الجواز وعلیہ اکثر العلماء

كذا فی الفتح اور حضرت ایوب پیغمبر و موسیٰ میدان میں برہنہ نہاتے تھے چنانچہ قصہ صحیح بخاری وغیرہ میں مفصلاً مذکور ہے اور اشباح و شروع الاشباہ میں مذکور ہے کہ زوج زوجہ برہنہ غسل کریں تو مضائقہ نہیں روا ہے۔ اور یہ قول مدام جو مال کا ہے کہ مکان میں برہنہ ہو کر غسل کرنا درست اور میدان میں نادرست اس کی کچھ اصل نہیں شرع میں۔　　　(فتاویٰ نذیریہ قلمی[1])

[1] فتاوی نذیریہ کے قلمی مسودہ سے منقول ہے۔ جو ۷۳ مسائل پر مشتمل نافع زمینداران کے نام سے مشہور ہے مجھے یہ مجموعہ حضرت مولانا ابو سعید محمد شرف الدین محدث دہلوی کے مسودات سے حاصل ہوا جسکو مولانا محمد فضل حق صاحب رمضانپوری ثم چکدین ج۔ بی نے حافظ عبداللہ

سوال:۔ ہمارے ہاں بعض بریلوی میت کو نہلاتے وقت اس کا سر جانب مشرق اور پاؤں قبلہ کی طرف کر کے نہلاتے ہیں اور اس پر زور دیتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ (محمد الدین مراکیوال)

الجواب:۔ یہ طریق غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ جیسے میت کو دفن کیا جاتا ہے ویسے ہی شمال جنوب کی طرف رکھ کر غسل دیا جائے ہاں اگر جگہ نہ ہو اور کوئی خاص مجبوری ہو تو دوسری سمت بھی جائز ہے۔　　(اہلحدیث سوہدرہ جلد ۲ شمارہ ۱۶)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ اگر مردے کو چھت والے مکان کے اندر غسل دیا جائے اور صحن میں آسمان کے تلے غسل دیا جائے تو غسل نہیں ہوتا کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب:۔ غلط ہے غسل ہر جگہ ہو سکتا ہے۔　　(اہلحدیث سوہدرہ جلد ۹ ش ۱۳)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال:۔ ماہِ رمضان میں رات کو بیوی سے صحبت کر کے سو گیا، مگر آنکھ ایسے وقت کھلی جب فجر قریب تھی۔ اگر نہاتا ہے تو وقت ختم ہو جاتا ہے پس ایسی صورت میں کیا بغیر نہائے کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ ہاں وضو کر کے کھانا کھا سکتا ہے، غسل صرف نماز کے لئے واجب ہے۔

(اہلحدیث سوہدرہ جلد ۲ ش ۲۸)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

سوال :۔ اگر کوئی شخص بیمار ہو اور اُسے رات احتلام ہو جائے تو وہ کیا کرے ؟ (محمد طفیل)

الجواب :۔ ایسا بیمار آدمی جو غسل نہ کر سکے وہ تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے، تیمم غسل کا قائم مقام بھی ہے۔ حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے۔ (اہلحدیث سوہدرہ جلد ۷ ش ۴۳)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ میت کو نہلاتے وقت اگر پاؤں قبلہ کی طرف ہو جائیں تو کیسا ہے ؟ (عبدالمجید محمود کوٹ)

الجواب :۔ اگر جگہ کی تنگی یا وقتی ضرورت سے ایسا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں مگر عموماً ایسا نہ ہونا چاہیے (اہلحدیث سوہدرہ جلد ۱ ش ۱۸)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

سوال :۔ غسل جنابت فرض ہے یا واجب یا سنت یا نفل یا مستحب ؟ کیا جنابت کی حالت میں رمضان میں سحری کھائی جا سکتی ہے ؟ قرآن مجید اور نماز پڑھی جا سکتی ہے ؟

الجواب :۔ غسل جنابت ضروری ہے کیوں کہ جنبی کی نماز نہیں ہوتی اور نہ قرآن مجید پڑھ سکتا ہے۔ ہاں سحری کھائی جا سکتی ہے۔ (ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کتاب الطہارت اور کتاب الصوم وغیرہ) تنظیم اہلحدیث ج ۱۶ ش ۳۶

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

سوال :۔ بکر بے خبر سویا پڑا تھا، زید نے اس کے عضو مخصوص کو نامعلوم طریق سے مسلا اور وہ منزل ہونے ہی کو تھا کہ زید نے اس کا مادہ حیات پی لیا، غسل کس پر واجب ہے ؟ شرعی حد کیا ہے ؟

الجواب :۔ زید عجیب قسم کا چور ہے۔ اسے قرار واقعی سزا دینی چاہیے جس کا تعین پنچایت کرے، بکر اگر بیدار ہو کر عمداً غافل بنا رہا تو یہ بھی سزا میں شریک ہے (جس ماحول کا آپ نے یہ وقوعہ لکھا ہے، وہاں ورخواست دیں منٹوں میں فیصلہ ہو جائے گا، یہ تو کارپردازاں کو بتانا چاہیئے تھا) بکر پر غسل فرض ہے اور زید پر پٹائی۔ (اہل حدیث سوہدرہ جلد ۱۵ ش ۲۰)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

سوال :۔ زید نے وضو کر کے غسل کیا، اور لوگوں نے اسے غسل کرتے دیکھ لیا، کیا اب وہ دوبارہ وضو کرے یا نہ ؟

الجواب :۔ لوگوں کے دیکھنے نہ دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، پہلا وضو کافی ہے، ہاں غسل باپردہ ہو کر کرنا چاہیئے۔ (اہل حدیث سوہدرہ جلد ۷ ش ۱۰)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ اگر کسی وجہ سے رطوبت باہر نکل آئے تو غسل یا وضو واجب ہو جاتا ہے ؟

الجواب :۔ غسل واجب نہیں ہوتا، وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ محض رطوبت کو مذی کہتے ہیں، جو ٹپک کر حظ نفس سے نکلے وہ منی کہلاتی ہے۔ منی کے خروج پر غسل واجب ہے۔ اور مذی کے خروج پر صرف وضو۔ (اہل حدیث سوہدرہ جلد ۶ ش ۴۰)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

سوال :۔ آدمی غسل خانے میں جہاں ننگے جسم نہایا جاتا ہے، نہا کر نکلے اور ننگے جسم ہی وضو کر لے تو جائز ہے یا نہیں ؟ اور اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ جائز ہے اس وضو سے نماز بھی پڑھ سکتا ہے، ہاں وضو کے بعد استنجا گاہ پر ہاتھ نہیں لگانا چاہیئے۔ (اہل حدیث سوہدرہ جلد ۵ شمارہ ۴۴)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

سوال :۔ ایک ایسی جگہ محفوظ ہے کہ اس کے چاروں طرف دیوار ہے، جیسے گھر کا آنگن، اس میں برہنہ ہو کر مرد ہو یا عورت غسل کرے تو غسل سے پہلے کا وضو رہ سکتا ہے اور اس سے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس شخص کا برہنہ ہو کر آنگن میں غسل کرنا از روئے شریعت درست ہے یا منع ہے؟ حالانکہ نہانے والے کو یہ بخوبی معلوم ہے کہ دروازہ بند ہے اب مجھ اکیلے کے سوائے یہاں نہ کوئی ہے نہ کوئی آسکتا ہے یہ بھی خیال رہے کہ مذکر ہو یا مونث برہنہ نہانے کے متعلق دونوں کا ایک ہی حکم ہے یا جدا جدا۔ ؟

الجواب :۔ اگر کوئی شرارت مد نظر نہیں تو ایسی جگہ غسل کرنا ایسا ہی جائز ہے جیسے غسل خانہ میں جائز ہے، غسل سے پہلے جو وضو کیا ہے بحال رہے گا۔ عورت مرد دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

(فتاوی ثنائیہ صـ ۲۸۰ ج ۱)　　الجواب صحیح علی محمد سعیدی خانیوال

سوال :۔ ایک شخص پیشاب کر رہا تھا، پیشاب کی چھینٹیں اس کے بدن پر پڑیں اس نے فوراً پانی سے دھو ڈالا یا ڈھیلے سے سوکھا ڈالا وہ شخص پاک رہیگا یا غسل کی حاجت ہوگی ؟

الجواب :۔ پیشاب کی چھینٹیں بدن پر پڑنے سے غسل کرنے کی حاجت کچھ نہیں ہے فقط اس مقام کو جہاں چھینٹیں پڑی دھو ڈالنا چاہیئے۔ (فتاویٰ نذیریہ جلد ۱ ص ۱۱۲)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

سوال :۔ ایک سوال بار بار ذہن میں آتا ہے، کہ بچہ بھی قبل بلوغ معصوم ہوتا ہے اور شہید بھی گناہوں سے پاک ہوتا ہے ۔ بچہ کو غسل دیا جاتا ہے، مگر شہید کو نہ غسل دیا جاتا ہے نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ یہ فرق کیوں ہے ؟ ازراہِ کرم جواب جلد عنایت فرمایا جائے۔ (احمد دین بغا پوری)

الجواب :۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ شہید نے چونکہ یہ مرتبہ اور مقام اپنے عمل سے حاصل کیا ہے اس لئے اس کی بندگی اور عبادت ظاہر کرنے کے لئے اس کا جنازہ نہیں پڑھا جاتا، بچہ نے اپنے عمل سے کچھ حاصل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے قلم اٹھایا ہوا ہے کہ اس کے گناہ نہیں لکھے جاتے، اس لئے اس کو غسل دیا جاتا ہے اور جنازہ پڑھا جاتا ہے۔ (عبداللہ امرتسری روپڑی)

(تنظیم اہل حدیث جلد ۱۸ ش ۱۷) الجواب صحیح علی محمد سعیدی خانیوال

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین واس مسئلہ میں کہ اگر میت کو حائضہ غسل دے تو جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ حائضہ کو غسل دینا جائز ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر سر رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہوتی تھیں ونیز آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جبکہ وہ حالت حیض میں ہوتیں مصلے وغیرہ طلب کرتے تھے تو یہ بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

ھوالموفق اگر میت کو حائضہ غسل دے تو بلا شبہ جائز ہے رسول اللہ صلعم جب اعتکاف میں ہوتے تو اپنے سر مبارک کو مسجد سے نکالتے اور حضرت عائشہ اپنے حجرہ میں بیٹھی ہوئی حالت حیض ہیں آپ کے سر مبارک کو دھوتیں، صحیح بخاری میں ہے وکان یخرج راسہ وھو معتکف فاغسلہ و

انا حائض۔ پس جب حائضہ کو زندہ کا بعض عضو دھونا جائز ہے تو میت کو غسل دینا بھی بلاشبہ جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ سید محمد نذیر حسین (فتاویٰ نذیریہ ص۱۸۱ ج۱)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مرگئی اس کو غسل اس کے خاوند نے دیا، باوجودیکہ اس کی قریبی عورتیں اس مجمع میں بھی موجود تھیں۔ ایسی موجودہ صورت میں اس کے خاوند کا اس عورت کو غسل دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ اسی طرح والدہ کی میت کو اس کے بیٹا نے غسل دیا، باوجودیکہ اس کے بیٹے کی بیوی بھی موجود تھی ایسی صورت میں بیٹے کا ماں کو غسل دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب: خاوند بیوی کو غسل دے سکتا ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا تھا۔ منتقی میں ہے۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت رجع رسول اللہ ﷺ من جنازۃ وانا اجد صداعا فی راسی واقول وا راساہ فقال بل انا وا راساہ ما ضرک لو مت قبلی فغسلتک وکفنتک ثم صلیت علیک ودفنتک رواہ احمد وابن ماجہ وعن عائشۃ انہا کانت تقول لو استقبلت من الامر ما استدبرت ما غسل رسول اللہ الا نساءہ رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ وقد ذکرنا ان الصدیق اوصی اسماء زوجتہ ان تغسلہ فغسلتہ۔ منتقی باب ماجاء فی غسل احد الزوجین (لآخر)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازہ سے لوٹے اور میرے سر درد ہو رہا تھا اور میں ہائے ہائے کر رہی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میرے سر درد ہوتا ہے اگر تو مجھ سے پہلے مرجاتی تو میں غسل دیتا، اور کفن دیتا پھر تجھ پر جنازہ پڑھتا اور تجھے دفن کرتا۔ نیز عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں، اگر ہمیں پہلے خیال آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپکی بیویوں کے سوا کوئی غسل نہ دیتا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات کے وقت اپنی بیوی اسماء کو وصیت کی کہ وہ غسل دے پس اس نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دیا۔ نیل الاوطار میں ہے:

فیہ دلیل علی ان المرأۃ یغسلہا زوجہا اذا ماتت وہی تغسلہ قیاسا وتغسل اسماء لابی بکر رضی اللہ عنہ ما تقدم وعلی لفاطمۃ کما اخرجہ الشافعی والدارقطنی وابونعیم والبیہقی باسناد حسن ولم یقع من سائر الصحابۃ انکار علی علی واسماء فکان اجماعا (نیل الاوطار ص۲۵۷ جلد۳)

اس میں دلیل ہے کہ مرد اپنی عورت کو غسل دے سکتا ہے اور عورت بھی اس دلیل سے اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے کیوں کہ خاوند بیوی کا ایک پردہ ہے۔ جیسے مرد عورت کو دیکھ سکتا ہے ویسے عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے نیز اسماء حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے حضرت ابوبکر کو غسل دیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا اور صحابہ سے کسی نے اس پر انکار نہیں کیا پس اس پر صحابہ کا اجماع ہوگیا کہ خاوند بیوی ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں۔

سبل السلام میں ہے واما فی الاجانب فانہ اخرج ابوداود فی المراسیل من حدیث ابی بکر رض ابن عباس عن محمد بن ابی سھل عن مکحول قال قال رسول اللہ اذا ماتت المراۃ مع الرجل لیس فیھم امراۃ غیرھا او الرجل مع النساء لیس معھن رجل غیرہ فانھما یتیممان ویدفنان وھما بمنزلۃ من لا یجد الماء انتھی محمد بن ابی سھل ھذا ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال البخاری لا یتابع علی حدیث وعن علی قال قال رسول اللہ لا تبرز فخذک ولا تنظر الی فخذ حی ولا میت رواہ ابوداود وابن ماجۃ وفی اسنادہ اختلاف۔ سبل السلام ص ۱۹۳

مکحول کہتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا جب عورت مرجائے اور دوسری عورت وہاں نہ ہو یا مرد مرجائے اور دوسرا مرد اس جگہ نہ ہو تو تیمم کرا کر دفن کر دیئے جائیں اور حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی ران ننگی نہ کر اور کسی کی ران کی طرف نہ دیکھ خواہ زندہ ہو یا مردہ۔

اس سے معلوم ہوا کہ خاوند بیوی کے سوا کوئی مرد عورت کو غسل نہ دے جس نے ماں کو غسل دیا بہت برا کیا۔ (عبداللہ امرتسری) از روپڑ ضلع انبالہ مورخہ ۲ محرم الحرام ۵۳ھ مطابق ۵ مئی ۳۴ء
(تنظیم اہلحدیث روپڑ جلد ۳ ش ۱۸)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ فوت ہوگئی اب زید کو اس کا جنازہ اٹھانا اور منہ دیکھنا اور غسل دینا اور قبر میں اتارنا حلال ہے یا حرام اور ائمہ دین میں کس کے نزدیک حلال ہے اور کس کے نزدیک حرام؟

الجواب: زید کو اس کی بیوی ہندہ کے فوت ہوجانے کے بعد اس کا جنازہ اٹھانا اور منہ دیکھنا اور غسل دینا اور قبر میں اتارنا حلال و جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ عن عائشۃ رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لھا لومت قبلی لغسلتک وکفنتک ثم صلیت علیک ودفنتک اخرجہ احمد

وابن ماجۃ والدارمی وابن حبان والدارقطنی والبیہقی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا کہ اگر تو مجھ سے پہلے مرتی تو میں تجھ کو غسل دیتا اور کفناتا پھر تجھ پر جنازہ کی نماز پڑھتا اور دفن کرتا روایت کیا اس حدیث کو احمدؒ اور ابن ماجہ اور دارمی اور دارقطنی اور بیہقی نے۔ حضرت فاطمہ رضؓ نے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد ان کو علی رضی اللہ عنہ غسل دیویں۔ بلوغ المرام میں ہے عن اسماء بنت عمیس رضؓ ان فاطمة علیها السلام اوصت ان یغسلها علی رواه الدارقطنی محلی شرح موطا میں ہے لاخلاف بین الائمة فی الزوج اذا مات یجوز لزوجته ان تغسله اما غسل الرجل امراة اذا ماتت فقد جوزه الائمة الثلثة خلافا لابی حنیفة انتہی۔ یعنی جب شوہر مرجائے تو اس کی زوجہ کو جائز ہے کہ اپنے شوہر کو غسل دیوے اور اس میں ائمہ کا اختلاف نہیں ہے لیکن جب زوجہ مرجائے تو ائمہ ثلثہ یعنی امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک جائز ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اپنے ہاتھ سے غسل دے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ سبل السلام میں ہے کہ مرد کو جائز ہے کہ اپنی بیوی کو اپنے ہاتھ سے غسل دے۔ اور یہی قول جمہور علماء کا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ مرد اپنی بیوی کو غسل نہ دے کیوں کہ نکاح باقی نہ رہا، بخلاف عورت کے وہ اپنے شوہر کو غسل دے اور حدیث امام ابو حنیفہؒ کے قول کو رد کر رہی ہے۔ سید نذیر حسین (فتاوی نذیریہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۱)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

سوال :۔ شوہر اپنی بیوی مرحومہ یا بیوی شوہر مرحوم کو بعد انتقال غسل بلا عذر دے سکتی ہے یا نہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ بعد موت عورت مرد پر یا مرد عورت پر حرام ہو جاتی ہے اس وجہ سے غسل دینا کیا معنی چھونا تک حرام ہے۔

الجواب :۔ جائز ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔ (فتاوی ثنائیہ جلد اول صد ۵۳۱)

الجواب صحیح علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال

کتبہٗ فانی خوشنویس خانیوال
۱۵ راپریل ۷۲ء

الجامعۃ السعیدیۃ خانیوال

رفقاء کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیساکہ آپ کو معلوم ہے کہ "جامعہ سعیدیہ" ایک مشہور جماعتی علمی مدرسہ ہے، جہاں سے قرآن وحدیث اور دیگر علوم وفنون کے چشمے پھوٹ پھوٹ کر ارضِ پاکستان کو سیراب کر رہے ہیں۔ جس کی بنیاد بیہقی زماں حضرت العلام مولانا محمد شرف الدین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ۱۳۵۰ھ پل بنگش دہلی میں رکھی، ۱۹۴۷ء کے خونی انقلاب تک سینکڑوں علمائے کرام فیض یاب ہوئے، دورانِ انقلاب آپ دہلی سے ہجرت کر کے کراچی تشریف لائے اور مدرسہ کی بنیاد چک ۵۰ میں رکھی، تو اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور کارکنان کے خلوص وایثار سے "جامعہ سعیدیہ" ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا متفرق شعبہ جات میں تقسیم ہوا۔ حفظ القرآن اور پرائمری کے علاوہ درسِ نظامی کے فارغ التحصیل علماء پاکستان کے مرکزی مقامات پر درس وتدریس اور خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں "برقِ اسلام" "اسلامی شکل وصورت" اور "تہذیب النسواں" جیسی بڑی اور چھوٹی کتابوں کی اشاعت کی، چنانچہ مجموعہ "فتاویٰ علمائے حدیث" کا زکوٰۃ نمبر شائع ہو چکا ہے اور دوسری جلد کتاب الطہارۃ آپ کے ہاتھوں میں ہے جامعہ سعیدیہ کی ایک شاخ خانیوال میں ہے جس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جنوب مشرق خانیوال ایک وسیع میدان میں سات کمرے اور ان کی چار دیواری مکمل ہو چکی ہے، بجلی اور پنکھے اور پانی کی موٹر کا بھی انتظام ہو چکا ہے۔

مدرسۃ البنات جامعہ سعیدیہ کی بنیاد بھی رکھی جا چکی ہے۔ مدرسہ کا سالانہ حساب شائع کیا جاتا ہے، جامعہ سعیدیہ کا تعمیری حصہ کافی حد تک باقی ہے، مسجد، مہمان خانہ، لائبریری اور اساتذہ کے تعلیمی کمرے اصحابِ ثروت کی توجہ کے منتظر ہیں۔

الراقم

(مولانا) علی محمد سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ خانیوال (ملتان)